
حجاز
دہلی
جدید
نومبر ۱۹۸۸ء
ایڈیٹر
یٰس اختر مصباحی
5/-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترجمانِ دین و دانش

ماہنامہ حجاز جدید دہلی

سالارِ کارواں ہے میرِ حجاز اپنا
اس نام سے ہے باقی آرامِ جاں ہمارا

ربیع الثانی سنہ ۱۴۰۹ھ
مطابق نومبر ۱۹۸۸ء

جلد ۱ شمارہ ۵ فون: ۶۸۳۶۷۹۶

زرِ اشتراک

سالانہ ۶۰/= ششماہی ۳۰/=
فی شمارہ ـــــــ ۵/=

بیرونِ ملک

پاکستان	۲۵۰/= روپے	عمان	۸/= عمانی ریال
سعودی عرب	۸۰/= سعودی ریال	متحدہ عرب امارات	۸۵/= درہم
قطر	۸۵/= قطری ریال	برطانیہ	۲۰/= پونڈ
کویت	۷/= دینار	امریکہ	۲۲/= ڈالر
بحرین	۸/= دینار		

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر، پروپرائٹر محمد یٰس اختر مصباحی نے ایس۔ کے آفسیٹ پریس مٹیا محل دہلی ۶ سے طبع کرا کے آفس ماہنامہ حجاز جدید ۸۸ اسٹریٹ ۱۴ ذاکر نگر۔ نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵ سے شائع کیا۔

ڈرافٹ پر صرف حجاز جدید منتقلی لکھیں

جملہ خط و کتابت و ترسیلِ زر کا پتہ
مینیجر ماہنامہ حجاز جدید
۸۸ اسٹریٹ ۱۴۔ ذاکر نگر۔ نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۲۵

کاروانِ حجاز

تعمیر کی جانب	اداریہ	۳	۹
لفظ قرآن کے معانی	پروفیسر طاہر القادری	۱۰	۱۸
طلوع صبح سعادت	قمر الزّماں اعظمی	۲۰	۲۱
عالمی مسائل اور پیغمبر اسلام	عبد السّتار نیازی	۲۲	۲۴
نخلستان حجاز	متعدد شعراء کرام		۲۵
مسئلہ شفاعت	علامہ فضل حق خیر آبادی	۲۶	۴۴
اسلام کی صداقت	فرحت صدیقی اشرفی		۴۵
اسلام کے معاشرتی اصول	رضوان الرحمٰن فاروقی	۴۶	۵۴
عورت! قرآن کے آئینے میں	رخسانہ نکہت لاری	۵۵	۵۸
حضرت شاہ کمال کیتھلی	سیّد مسعود حسن شہاب	۵۹	۶۰
مولانا غلام امام شہید	سیّد شمیم گوہر	۶۱	۶۴
حضرت نوری میاں مارہروی	شبنم کمالی	۶۵	۶۷
امام احمد رضا بریلوی	سیّد ابو طاہر	۶۸	۶۹
سگریٹ نوشی کے مضر اثرات	محمد مسلم نوری	۷۱	۷۲
افغانستان	ادارہ		۷۳
مطالعہ کی میز پر	غلام یحییٰ انجم	۷۴	۷۵
امانت قرطاس وقلم	محمد عبد اللہ طارق		۷۶
تبرکات وتاثرات	ادارہ	۷۷	۷۹
لاکھوں سلام	امام احمد رضا بریلوی		۸۰

تعمیر کی جانب صفت سیلِ رواں چل

ادار یہ

یٰسٓ اختر مصباحی

ہر دور کی تاریخ میں کچھ ایسی پُرکشش اور باوقار شخصیتیں ضرور جنم لیتی ہیں جن کا بے داغ کردار، بے مثال عزم و استقلال اور عدیم النظیر جرأت و ہمت اپنے پورے عہد کے لیے نمونۂ عمل بن جاتی ہے اور ان کے انقلاب انگیز کارناموں کے لافانی نقوش آنے والی نسل کے لیے سنگِ میل اور مینارۂ نور ثابت ہوتے ہیں۔ زمانہ اور اس کی آب و ہوا سے خود متاثر نہیں ہوتے بلکہ وہ زمانہ پر اثر انداز ہوتے ہیں اور اپنے علم و ہنر فکر و فن کی وسیع دنیا میں ایک ایسے جہانِ نو کی تعمیر کرتے ہیں کہ آبادی و کہسار، دشت و جبل اور رزم و بزم جس جگہ اور جس طرف کان لگائیے بس انہیں کی داستانِ عظمت کی گونج سنائی دیتی ہے اور ان کا ذکر حدیثِ محفل بن جاتا ہے۔ ان کے نظریہ و خیال کا نمایاں نقش ہر ایک کے دل و دماغ پر بتدریج نقش ہونے لگتا ہے اور انسانوں کا انبوہ کثیر ان کے گرد اکٹھا ہو جاتا ہے جس کے بعد حمایت و مخالفت کا ایک سیلاب امنڈ پڑتا ہے۔

ایک طرف ان کے حق میں جاں نثاری و فداکاری کی اعلیٰ روایتیں قائم ہونے لگتی ہیں اور دوسری طرف ان کے خلاف محاذ آرائی اور جنگ و جدال کا طوفان بھی اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ حاسدین کا طبقہ ان کے ہر فضل و کمال کو نقص و عیب کی نظر سے دیکھتا ہے کیوں کہ کل ذی نعمۃ محسود اور بقول شیخ سعدی شیرازی ؎

ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیبے ست

کچھ یہی سانحہ عصرِ حاضر کے اس عبقری انسان کے ساتھ بھی پیش آیا جسے اربابِ فکر و نظر نے تحقیق اور ریسرچ کی کسوٹی پر پرکھنے کے بعد "ایشیا کا ایک فراموش شدہ جینیس (GINIUS)" قرار دیا۔

حقیقت پر پردہ ڈالنے کی یہ ریت کوئی نئی نہیں، بلکہ صدیوں سے چلی آ رہی ہے۔ عاقبت نا اندیش اصحابِ قلم نے نہ جانے کتنے قابلِ قدر افراد کو قعرِ گمنامی میں ڈال دیا۔ ہوائے نفس اور ذہنی عصبیت کا کفن پہنانے کے بعد ان کے علم و فضل کو لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل کر کے ایک قصۂ پارینہ بنا دیا۔ بہت سے مستحقین کو خود ساختہ اوراقِ تاریخ میں ان کے اصل مقامِ بلند سے کھینچ کر نیچے اتار دیا گیا اور کم علموں کے سر پہ عظمت و رفعت کا تاجِ خسروی رکھ کر انہیں بڑے کر و فر کے ساتھ پیش کیا جانے لگا، جیسے ان کی سلطانی مسلّم، ان کا حکم نافذ، ان کا فیض عالمگیر، ہر کہہ و مہ انہیں کا مطیع و منقاد اور انہیں کی عقیدت و محبت کا اسیر و بندۂ بے دام ہے۔ علم و حکمت کا انہیں اس طرح شناور و داد شناس اور امین و رازداں بتایا جانے لگا جیسے دنیا میں ان کا ہم رتبہ تو کیا ثانی بھی نہ پیدا ہوگا اور مشرق و مغرب نے ان کے علمی رعب و جلال کے آگے تسلیم و رضا کی گردنیں خم کر دی ہیں۔

حالات کی اس ستم ظریفی کا ذکر کس سے کیا جائے کہ وہ جو نازشِ لوح و قلم، امینِ علم و حکمت اور فخرِ اسلاف و اخلاف تھا، جس نے زندگی کا لمحہ لمحہ خدمتِ اسلام کے لیے وقف کر دیا، جس کے قلم کی سیاہی بھی عشقِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کے شعلۂ سوزاں میں تپ کر کندن نہیں بلکہ بزمِ عشاق کی شمعِ فروزاں بن گئی۔ جس کی لازوال خدماتِ دین و ملت کی آبرو اور جس کا نام زینتِ تاریخ ہے، اس کا سرے سے ذکر ہی نہ کیا گیا اور ضمیر نے کہیں جھنجھوڑا بھی تو مصلحت نے قلم تھام لیا اور دیانت و انصاف کے خون سے جبینِ تاریخ عرق عرق اور اس کا سینہ لالہ زار ہو گیا۔

کسی مقام پر ذکر بھی کیا گیا تو اس کی حیثیت گھٹا کر اس کے صحیح مقام سے فروتر ثابت کرنے کا ناخوشگوار فریضہ انجام دیا گیا اس انداز سے کہ بس۔

"وہ ایک عالم تھے پڑھتے پڑھاتے اور کچھ نہ کچھ لکھتے بھی رہتے تھے۔ ذہین و طباع بھی تھے۔ نزاعی مسائل پر ان کی ساری توجہ مرکوز رہتی۔ ان کے عقیدت مندوں کی ایک خاصی جماعت بھی پیدا ہو گئی جو تعریف و توصیف میں بڑے مبالغے سے کام لیتی ہے، ان کی ذات سے قوم و وطن کو کوئی قابلِ ذکر فائدہ تو نہ پہنچا، ہاں باہمی نفاق اور اختلاف و انتشار کے جذبات ضرور پیدا ہوئے جو پروان چڑھتے چڑھتے اب پوری ملت کے لیے ایک

روح فرسا ناسور کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔"

اور ساتھ ہی جب اپنے "مولانا" کی بات آئی تو یہی پژمردہ و افسردہ قلم بھڑک اٹھا۔ اپنی تحریکوں، تنظیموں، مدرسوں اور اداروں کا ذکر چھیڑا تو پھر اس کی روانی و برق رفتاری کا کیا پوچھنا؟ معمولی سے معمولی کام اور دوسروں کی خدمات کو بھی اس چابکدستی سے اپنی جانب منسوب کیا گیا کہ پڑھنے اور سننے والوں کے دل خواہ مخواہ متاثر اور مرعوب ہو جائیں۔

ان کا یہ وطیرہ کسی ایک شعبہ میں محدود نہیں رہا بلکہ دینی، علمی اصلاحی سیاسی ہر محاذ پر یہی کھیل کھیلا گیا اور بازیگروں نے طرح طرح کی شعبدہ بازیوں سے لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر ہمارے گردوں شکار اسلاف کرام کی توانا ہڈیوں پر اپنی جھوٹی عظمت و شہرت کا زرنگار رنگ تاج محل تعمیر کرنا چاہا۔

لیکن انہیں کون سمجھائے کہ شاخ نازک پر جو آشیانے بنائے جاتے ہیں، باد صرصر کا ایک ہی جھونکا ان کے تنکوں کو تار عنکبوت کی طرح فضا میں بکھیر دیتا ہے۔ کمزور بنیادوں پر تعمیر ہونے والے محلات کے وجود کو زلزلہ کا ایک ہی جھٹکا صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دیتا ہے اور شاید انہیں معلوم نہیں کہ ؎

یہ تو ہے دَورِ شکست و ریخت اے نازک مزاج
زد پہ شاید تیرے شیشے کا مکاں بھی آئے گا

قائد تحریک آزادی علامہ فضل حق خیرآبادی کے نام اور ان کے بلند مقام سے آج کون واقف نہیں؟ ان کی مجاہدانہ سرگرمیوں سے پورا ہندوستان انگریزوں کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا۔ جامع مسجد دہلی میں ان کی ولولہ انگیز تقاریر اور ۱۸۵۷ء میں جہاد آزادی ہند کے لیے ان کا تاریخی فتویٰ جس پر مشاہیر علماء ہند کے دستخط اور ان کی تائیدات تھیں۔ ان دونوں نے ہم وطنوں میں جو حرارت و تپش پیدا کی۔ اور پھر برصغیر ہندوستان کا چپہ چپہ اور وطن کا ذرہ ذرہ گوروں کو نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھنے لگا۔ نہیں! بلکہ ہر ایک نے "ہندوستان چھوڑ دو" کا ایسا فلک شگاف نعرہ بلند کیا کہ زمین کا سینہ دہل گیا اور فضائے بسیط میں ہر طرف چنگاریاں اور انگارے دہک اٹھے جن میں قصر فرنگیت خاکستر ہو کر رہ گیا۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ابنائے وطن میں سرفروشی کی تمنائیں انہیں کی آتش نوائی سے پیدا ہوئیں جس نے ایوان حکومت میں ایسی آگ لگائی اور قصر فرنگیت میں ایسا شگاف ڈالا کہ پارلیمنٹ ہاؤس کی اینٹ سے اینٹ بج گئی۔ اور پھر ہر ایک انسان نے اپنے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھا کہ تھوڑے ہی دنوں بعد برٹش گورنمنٹ کا آفتاب ساری دنیا سے اس طرح سمٹا اور غروب ہوا کہ افق عالم پر شاید ہی کبھی دوبارہ طلوع ہو سکے۔

ماہنامہ حجاز جدید دہلی

اتنی لازوال اور تاریخ ساز خدمت انجام دی علامہ فضل حق خیرآبادی نے، لیکن!

"برا ہو تاریخ کا، اس نے اپنے حافظہ سے ایسی ایسی جانباز، حق گو اور جامع کمالات شخصیتوں کو دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکا جنہوں نے اپنے دور میں وقت کے تیز و تند طوفانوں سے بے خوف و خطر ٹکر لی اور پیٹھ نہیں دکھائی۔ علامہ فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ تاریخ کے ان جواں مرد اور نڈر مجاہدوں میں سے تھے جن کی ہمت، جرأت اور حق گوئی و بیباکی نے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا۔ مگر تاریخ کے صفحات میں ان کو شایان شان تو کیا معمولی جگہ بھی نہیں مل پائی۔" (ہفت روزہ خدام دین لاہور، ۲۳ر نومبر ۱۹۶۲ء۔ مضمون "مولانا فضل حق خیرآبادی" بقلم مستقیم حسن حامدی فاضل دارالعلوم دیوبند)

اور سنئے: "اس میں شک نہیں کہ مولانا فضل حق کے سیرت نگاروں نے من گھڑت جھوٹی اور بے سروپا حکایتیں بیان کر کے مولانا کے نیک کردار کو خواہ مخواہ سبک کرنے کی کوشش کی ہے۔" (ص ۱۰۱ غالب نام آورم سنگ میل پبلیکیشنز لاہور ۱۹۷۰ء از نادم سیتاپوری)

یہ سب کیوں اور کس ناراضی کے سبب ہوا؟ اور کس طرف سے یہ سعئ نامشکور انجام دی گئی؟ نادم سیتاپوری ہی کے قلم سے اس کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔

"انگریز اور ان کے ہواخواہ تو مولانا (فضل حق خیرآبادی) سے اس لئے ناراض تھے کہ انقلاب ۱۸۵۷ء میں کسی نہ کسی نہج (نہیں! بلکہ قائدانہ حیثیت سے) ان کا نام آگیا، لیکن خود مسلمانوں کا ایک "پروپیگنڈسٹ گروپ" مولانا سے اس لئے بیزار تھا کہ وہ ان کے مذہبی نظریات کے خلاف (شاہ اسمٰعیل دہلوی وغیرہ سے) عالمانہ مجاہدہ کر چکے تھے یہ باوقار علمی مباحثے کوئی ذاتی اور عامیانہ جنگ نہیں تھی، جس کا سہارا لے کر مولانا خیرآبادی کے خلاف مستقل محاذ قائم کر دیا جاتا، لیکن ہوا کچھ ایسا ہی۔"

روشن خیالی کے داعی اعظم مولانا ابوالحسن علی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے والد حکیم عبدالحی رائے بریلوی نے مشاہیر علمائے ہند کے حالات پر مشتمل عربی زبان میں آٹھ جلدوں میں ایک ضخیم سوانح ترتیب دی ہے جس کی آٹھویں جلد خود دال الذکر کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ نزہۃ الخواطر کے نام سے اس وقت اسے کافی رواج اور شہرت ہے۔ اس میں آپ علامہ فضل حق خیرآبادی، علامہ فضل رسول بدایونی، مولانا ارشاد حسین رام پوری، امام احمد رضا فاضل بریلوی، حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی رضوان اللہ علیہم اجمعین اور دوسرے علماء اہل سنت کا ذکر پڑھیں تو ان کے متعصبانہ ذہن کی ساری گرہیں کھلتی نظر آئیں گی

اور آپکی خوش فہمی کے سارے تار و پود بکھر جائیں گے۔

وہ کون سی "مہذب گالی" ہے جس کا استعمال نہیں کیا گیا ہے۔ جسے پڑھ کر آپ حیران رہ جائیں، غیر مہذب لہجہ کی بھی اتنی فراوانی ہے کہ سنجیدہ سے سنجیدہ آدمی کا بھی خون کھولنے لگے۔

ایک سنی عالم مولانا شرف الدین کے بارے میں ان کا قلم لکھتا ہے کان شرأفی الدین۔ مطلب تھا کہ ان کا نام شرف الدین درست نہیں وہ شرفی الدین یعنی دین میں شر و فساد پھیلانے والا تھا۔

اسی طرح حضرت مولانا عبد القادر بدایونی بن علامہ فضل رسول بدایونی علیہما الرحمہ والرضوان کا ذکر کرتے ہوئے حکیم عبد الحی نے لکھا ہے کان علی قدم والدہ ... فی المبادرۃ الی تکفیر المسلمین وتبدیعہم وتفسیقہم (ص ۲۷۶ ج ۸، نزہتہ الخواطر) یعنی مولانا عبد القادر بھی مولانا فضل رسول کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مسلمانوں کو بہت جلد کافر و بدعتی اور فاسق بنایا کرتے تھے۔

ایک مجلس مذاکرہ منعقدہ ۲ فروری ۱۹۷۹ء کراچی میں عالی جناب ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی نے اپنی تقریر کے درمیان فرمایا کہ

"جب میں علمائے اہل سنت کے موضوع پر تحقیق کر رہا تھا تو میں نے محسوس کیا کہ جو کچھ تحریک جہاد کے بارے میں اب تک لکھا گیا ہے وہ سب یک طرفہ ہے۔ اس موقع پر میں نے پروفیسر شاہ فرید الحق سے رجوع کیا اور ان کے ذریعہ کچھ مواد حاصل کیا" (۳۱ مارچ ۱۹۷۹ء ماہنامہ فیضان فیصل آباد، پاکستان)

علمائے اہل سنت کی دینی خدمات اور علامہ فضل حق خیرآبادی کی سیاسی سرگرمیوں اور کارناموں کو جس طرح محض مسلکی اختلاف کی بنیاد پر پس پشت ڈال دیا گیا۔ ٹھیک اسی طرح امام اہل سنت مولانا احمد رضا فاضل بریلوی کی دینی و علمی خدمات کو بھی گروہی عصبیت کا شکار بنا کر دنیا کے سامنے ایک گھناؤنی تصویر اور جہل آمیز شخصیت کی شکل میں پیش کرنے کی شب و روز کوشش کی گئی۔ حالانکہ بقول سید اوصاف علی ناظم انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز نئی دلی:

"اس کی سب سے بڑی وجہ غالباً ان کی راسخ الاعتقادی ہے جس کے آگے کسی مخالف کے افکار کا چراغ نہ جل سکا" (امام احمد رضا نمبر المیزان بمبئی)

غالباً نہیں! بلکہ یقیناً یہی سبب ہے جو روز روشن کی طرح واضح ہے۔

روزنامہ نوائے وقت لاہور لکھتا ہے:

"مولانا محمد احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں۔ وہ علم و فضل کا ماہتاب تھے جس کی روشنی قریب و بعید کو منور کرتی رہی۔ وہ علم و عرفان کا ایک سمندر تھے جس سے متلاشیانِ حق سیراب ہوتے رہے۔"

ماہنامہ حجاز جدید دہلی

ان کے فیوض کا دائرہ برصغیر ہی تک محدود نہیں تھا۔ عرب و عجم کے عظیم علماء و فضلاء نے ان کے علمی کمال اور عارفانہ شعور کی کھلے دل سے شہادت دی۔

فاضل بریلوی کی عظمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ بیشتر علوم مروجہ میں بالعموم اور دینی علوم و معارف میں بالخصوص کامل دستگاہ رکھتے ہیں۔ انہوں نے اس تحریک کے دور میں قلمی جہاد کیا جو بدعت گریزی کے نام پر شروع کی گئی۔ لیکن ناپسندیدہ بیباکی اور اس سے بھی آگے گستاخانہ طرز عمل کی مظہر بن گئی۔ علم کے نام پر جہالت کے فروغ اور اکابر اسلام کی تحقیر کے خلاف فاضل بریلوی کا ردعمل ایک فطری بات تھی۔

مخالفین اعلیٰحضرت احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کے علم و فضل کا مقابلہ تو کر نہیں سکتے تھے۔ انہوں نے تسکین انا کی خاطر اعلیٰحضرت کے خلاف طرح طرح کی غلط فہمیاں پھیلا دیں، جنہیں موصوف خود ناپسند فرماتے تھے اور جن کی انہوں نے تحریر و تقریر میں مخالفت کی تھی۔ انہیں قبر پرست، حلوہ خور، اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے برابر درجہ دینے والا اور نہ جانے کیا کیا مشہور کر دیا گیا۔ (۲۷ اکتوبر ۱۹۷۹ء بقلم مسعود جاوید عثمانی)

؏ کتنا غلط یہ حرف بھی مشہور ہو گیا...

حضرت فاضل بریلوی کے خلاف ابن الوقت اور مصلحت کوش حضرات کے "زر خرید قلم" اور ان کی معاندانہ روش نے اب تک کردار کشی کی جو مہم جاری رکھی ہے اسے حضرت مرزا مظہر جان جاناں کی زبان میں اس کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ ؎

بہ لوح تربت من یافتند از غیب تحریرے
کہ ایں مقتول را جز بے گناہی نیست تقصیرے

حالانکہ سیاسی محاذ پر بھی علمائے اہل سنت ہی نے جنگ آزادی کی روح پھونکی۔

علامہ فضل امام صدر الصدور دہلی، مفتی صدر الدین آزردہ دہلوی، مفتی عنایت احمد کاکوروی منصف صدر کول و بریلی، علامہ فضل رسول بدایونی سررشتہ دار کلکٹری صدر دفتر سہوان، مفتی عنایت اللہ گوپاموی، قاضی دہلی و سرکاری وکیل الہ آباد، مفتی لطف اللہ دفتر سہوان، مفتی لطف اللہ علی گڑھی سررشتہ دار امین بریلی، قاضی فیض اللہ کشمیری وغیرہم ہی کے ہاتھوں میں مسلمانوں کی باگ ڈور تھی۔

منشی رسول بخش کاکوروی، مولانا لیاقت علی الہ آبادی، مولانا امام بخش صہبائی، مولانا غلام امام شہید، مفتی عبد الوہاب گوپاموی، مولانا فیض احمد بدایونی، مولانا وہاج الدین مراد آبادی، سید تراب علی سجادہ نشین تکیہ شریف کاکوری۔ مولانا وہاج الدین وغیرہم کی زریں خدمات ہمارے لئے آج بھی سرمایۂ افتخار ہیں۔

سید احمد اللہ شاہ، جنرل بخت خاں، جنرل عظیم اللہ خاں، سید

باقر علی ناظم وغیرہم کی حربی صلاحیتوں کا اعتراف خود انگریزوں کو بھی تھا اور ان کے تصور ہی سے ان کے ماتھے پر پسینہ آجاتا۔

مجاہد اعظم مولانا سید کفایت علی کافی مرادآبادی آزادیٔ وطن کی راہ میں ۳۰ اپریل ۱۸۵۸ء کو گرفتار ہوئے اور مرادآباد جیل سے متصل انہیں برسرِ عام پھانسی دی گئی۔ آپ کی زبان اس وقت یوں نغمہ سرا تھی ؎

کوئی گل باقی رہے گا نہ چمن رہ جائے گا
پر رسول اللہ کا دینِ حسن رہ جائے گا
ہم صفیرو باغ میں ہے کوئی دم کا چہچہا
بلبلیں اڑ جائیں گی سونا چمن رہ جائے گا
اطلس و کمخواب کی پوشاک پر نازاں نہ ہو
اس تنِ بے جان پر خاکی کفن رہ جائے گا
سب فنا ہو جائیں گے کافی ولیکن حشر تک
نعت حضرت کا زبانوں پر سخن رہ جائے گا

ان تاریخی حقائق کو آخر کب تک جھٹلایا جاتا رہے گا؟ انشاء اللہ ان مظلوموں کا لہو خود پکار اٹھے گا اور خونِ شہیداں کی سرخی رنگ لاکر رہے گی ؎

آ کے گرا تھا ایک پرندہ لہو میں تر
تصویر اپنی چھوڑ گیا ہے چٹان پر

اور اس حقیقت سے بھی دنیا کا کوئی بھی شخص انکار نہیں کرسکتا کہ ہماری خانقاہیں آج بھی تطہیر قلوب اور تزکیۂ نفوس کا کم و بیش وہی فریضہ انجام دے رہی ہیں جو کبھی ان کا طرۂ امتیاز تھا۔ وہ سوزِ دروں اور وارفتگیٔ شوق تو نہیں جو دلوں کو گرما کر روحوں کو مرغِ بسمل بنا دے۔ تاہم اب بھی کچھ نہ کچھ ایسے قابل قدر انفاس کا وجود باقی ہے جو آہ صبح گاہی کی لذتوں سے آشنا اور شاد کام ہو رہے ہیں۔

ہماری اسلامی درسگاہیں اس دورِ الحاد میں بھی اپنی دینی روایات و اقدار کو سینے سے لگائے ہوئے قال اللہ وقال الرسول کی ایمان افروز صدائیں بلند کر رہی ہیں اور دانش و بینش کی بیش قیمت اور انمول دولت سے سرفراز ہو کر قوم کے ہزاروں نونہال علم و آگہی کے خزانے لٹا رہے ہیں۔ ان کے لاہوتی نغموں میں اب بھی یہ جذب و کشش ہے کہ سوتے ہوئے انسان جاگ اٹھیں اور بے روح وجود میں زندگی کا سا نشاط آجائے۔

ہماری تقریر و خطابت کی گھن گرج تو دورِ حاضر کی ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ اور اخلاص و ایثار کے ساتھ ہونے والے بہت جلسہ ہائے سیرت اب ہماری مذہبی بیداری اور ملی جوش و خروش کی واضح علامت بن چکے ہیں۔ الحاد و لادینیت اور کفر و طغیان کے خوفناک طوفانوں کا مقابلہ اور اس کے سدِ باب کے لئے انہیں خانقاہوں، درسگاہوں اور اسٹیجوں سے علمائے حق نے اپنی آوازیں بلند کیں اور گردشِ دوراں کا سینہ چیر کر ہمارا کاروانِ فکر و خیال آگے ہی بڑھتا رہا ؎

ہر دور جانثار رہا میرا وقارِ غم
ہر عہد میں مقابل طوفاں رہے ہیں ہم

لیکن افسوس! امتدادِ زمانہ نے ان میدانوں میں بھی اپنا اثر دکھانا شروع کیا اور بے شمار بشری کمزوریاں رنگ لاکر رہیں جن سے انکار کی بھی گنجائش نہیں اور نہ کوئی فائدہ! پھر بھی اتنی بات ضرور ہے کہ اخلاص و للہیت کا جوہر اس وقت بھی کوئی عنقائے مغرب نہیں۔

غیروں کی ستم رانیوں کی بات ہی کیا؟ جب ہم خود اپنی تاریخ مرتب نہ کریں، اپنے اسلاف کرام کی یاد سے غافل ہی رہیں۔ تو اغیار تاریخ نگاری کرکے سب کچھ اپنا ہی ڈالیں گے، اور اپنے مقابل علماء کو بدنام کرنے کا کوئی دقیقہ نہ چھوڑیں گے۔

اس لئے اپنوں سے کہنا یہ ہے کہ یہ شعبہ ہائے عمل بڑے ہی ٹھوس، مستحکم اور موثر ہیں۔ ان کی نافعیت بھی ہر ایک کو تسلیم اور دن بہ دن ان کی افادیت میں اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے، لیکن اور دوسرے مفید اور نفع بخش ذرائع بھی تو ہیں جو ہماری نظرِ التفات کی آس لگائے کب سے کھڑے ہیں۔ ان سے اتنی بے اعتنائی کیوں؟ اور آخر اس استغناء کا سرچشمہ کیا ہے؟

علم و حکمت کی کمی؟ فکر و تدبر کا فقدان؟ مستقبل سے لاپروائی اور بے حسی؟ عزیمت و استقلال اور جرأت و استقامت سے گریز؟ نظم و ضبط اور تنظیم و تعمیر سے ناآشنائی؟ آخر یہی اسباب تو ہو سکتے ہیں جو جماعتی زندگی کی راہ میں حائل ہو کر نہ صرف یہ کہ ہماری پیش قدمیوں کا راستہ روکے کھڑے ہیں بلکہ ہر موڑ پر ہمیں دبنے اور پیچھے ہٹنے پر مجبور کر رہے ہیں؟

یا ایسا تو نہیں کہ ہمارے پاس بہترین صلاحیتیں تو ضرور ہیں اور ایسی عظیم و جلیل ہیں جن کے بل بوتے پر ہم بڑا سے بڑا کارنامہ انجام دے کر قوم و ملت کا سر فخر سے اونچا کر سکتے ہیں۔ لیکن ان سب کے باوجود ہمارا ابھرا ہوا دامن "ایثار و اخلاص" کے گوہرِ نایاب سے خالی ہو چکا ہے یا خالی ہو رہا ہے۔ اس لئے ہمارے قدم خود غرضی اور نفسانیت کی طرف تیزی سے لپک رہے ہیں۔ اور ہمارا ہر عمل حظِ نفس کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھتا جارہا ہے۔ خدانخواستہ۔ یہی صورت حال ہے تو ایک غیور و حساس مردِ مومن کے قلبِ مجروح کی بس یہی فریاد ہو سکتی ہے کہ ؎

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

میں بڑے ادب کے ساتھ اپنی جماعت کے اربابِ فکر و دانش کی

بارگاہ میں دو امور کی طرف نشاندہی کرنا چاہوں گا جو ایک زندہ و فعال قوم کی آبرومندانہ زندگی کے لئے اس دور کی سب سے ضروری اور اہم حقیقتیں ہیں۔

لوح و قلم کی فرمانروائی

(۱) تقریباً ایک صدی پیشتر اور اس سے پہلے بالعموم تقریر و خطابت کا استعمال اور اس کا رواج آج سے بہت زیادہ تھا، اور اس سے بڑی دینی خدمتیں اور عظیم الشان کارنامے انجام دیے جاتے تھے۔ وسائل نشر و اشاعت کی کمی کے پیش نظر اس کے علاوہ کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ علم و فن کے کسی گوشے پر اپنی کوئی تحقیق یا پسندیدہ موضوع پر ایک کتاب لکھ دینا اتنا مشکل نہ تھا جتنا اسے مطبوعہ شکل میں دنیا کے سامنے پیش کرنا۔ انسانی تاریخ کے ہر دور میں قلم کے فیصلے حرف آخر ہوا کرتے تھے۔ اور صفحۂ قرطاس پر ان کا نقش کالحجر ہوتا رہا ہے۔

آج زمانہ اور اس کا مزاج بڑی حد تک بدل چکا ہے، نئے نئے روز افزوں تقاضوں کا ہجوم ہے اور پوری دنیا اس حقیقت پر عمل پیرا ہو چکی ہے کہ رزم گہ حیات کا سب سے کامیاب ہتھیار قلم اور صرف قلم ہے۔ ہر پڑھا لکھا انسان اس سے بخوبی واقف ہو چکا ہے کہ جس مکتب فکر کے لٹریچر جس مارکیٹ میں وافر تعداد میں فراہم ہیں اسی کے فکر و خیال کو قبول عام حاصل ہوتا جا رہا ہے اور اذہان و قلوب اسی کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔

لیکن اس کو اپنی ہی بے حسی اور غفلت شعاری تسلیم کرنا ہوگا کہ یہ میدان عمل ہماری توجہ سے اس طرح محفوظ ہے کہ مخصوص جماعتی حیثیت سے دیکھا جائے تو نصف صدی کی ساری مطبوعہ قلمی کاوشیں بلحاظ تعداد چند منٹوں میں انگلیوں پر گنی جا سکتی ہیں۔ دنیا بھر کے دینی و علمی موضوعات و عناوین اور نئے نئے مسائل تشنۂ تحقیق و تنقیح ہیں جن کی طرف کوئی توجہ نہیں۔ تعجب تو یہ ہے کہ ہر شخص کو اپنے ان نقائص اور خامیوں کا پوری طرح احساس بھی ہے کہ ہماری جماعت تحریر کے میدان سے خاصی دور جا پڑی ہے، پھر بھی ایسا لگتا ہے کہ ہر کوئی

؎ ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہے

کرسی خطابت پر صرف دھواں دھار تقریر کرنے والے مقرروں واعظوں اور موجودہ رہنمایان قوم کو اب بھی ہوش میں آنا چاہیے کہ وہ اپنے اس طرز عمل سے گویا دنیا کو بھی طرح باور کرا رہے ہیں کہ حالات زمانہ کے معقول تقاضوں کی ہمیں کوئی خبر ہے اور نہ ہم اس کی کوئی پرواہ کرتے ہیں۔

ایک افسوسناک حقیقت یہ بھی ہے کہ جس ذات اور جس شخصیت کے نام پر آج کل عموماً ان کی تقریروں میں گرمی اور خطابت میں زور پیدا ہوتا ہے خود اسی کے لائحہ عمل کے خلاف محض تقریروں کی محفل سجائی جاتی ہے اور اپنی کم نصیبی سے ہم اسی کو سب کچھ سمجھ بیٹھے ہیں یا سمجھ کر بھی تجاہل برت رہے ہیں۔

اس لئے اب ضرورت اس بات کی ہے کہ تصنیفی صلاحیت رکھنے والے باہمت افراد اب کھل کر میدان میں آئیں اور اس کاز کو آگے بڑھانے کے لئے از کار رفتہ لوگوں کی طرف نظر اٹھانے کی بجائے آنے والی نوجوان نسل کو تربیت دے کر انہیں ہی اپنا دست و بازو بنائیں۔ مدارس اہل سنت کے وہ اساتذہ کرام اس سلسلے میں بہت اہم رول ادا کر سکتے ہیں، جو تحریری مشاغل سے خود بھی دلچسپی رکھتے ہیں اور اپنے ہونہار طلبہ کو بھی اس راہ پر لگا کر انہیں قوم و ملت کے لئے مفید تر بنانا چاہتے ہیں۔

جمعیۃ الطلبہ کی طرف سے انعامی مقابلے، کامیاب طلبہ کے لئے خصوصی انعامات اور سالانہ میگزین کا انتظام کیا جائے۔ مرکزی مدارس سال دو سال کے وقفہ کے بعد کسی منتخب موضوع یا شخصیت پر تحریری مجلس مذاکرہ کا انعقاد کریں اور ان کی رپورٹیں شائع کرتے رہیں۔ ساتھ ہی ان مقالات و مضامین اور کتابوں کی فروخت کے لئے ملک کے مرکزی شہروں یا اداروں میں تجارتی کتب خانوں کا قیام مزید تحریک کا باعث ہو سکتا ہے، جس سے کتابیں جلد تر نکل جائیں گی اور عوام و خواص کی ضرورتیں بھی پوری ہوتی رہیں گی۔

المجمع الاسلامی مبارکپور، اعظم گڑھ۔ یوپی کی تشکیل انہیں مقاصد کے تحت کی گئی ہے۔ اور اس کے مخلص ارکان مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی، مولانا افتخار احمد قادری، مولانا عبد المبین نعمانی اور راقم سطور کے سینوں میں یہی جذبات پنہاں ہیں۔ اگر ہند و پاک کے علمی مراکز میں بھی اسی طرح کے چند تصنیفی ادارے عالم وجود میں آ جائیں تو انشاء اللہ نوک قلم سے ایک عہد آفریں انقلاب برپا ہو جائے گا اور بہت جلد تلافیٔ مافات کی مناسب صورتیں پیدا ہو جائیں گی۔

جماعتی تنظیم و شیرازہ بندی

(۲) جو قومیں دنیا میں شتر بے مہار کی طرح اپنے حال سے بے خبر اور مستقبل سے بے پرواہ ہو کر آگے قدم بڑھاتی ہیں۔ ان کے سبھی افراد عموماً خود غرض ہوا کرتے ہیں اور کسی وقتی فائدہ کے پیش نظر وہ اپنی جد و جہد کا رخ موڑتے رہتے ہیں، ان کی تمام مساعی کا منتہا "نفع عاجل" اور ان کا مرکزی مقصود "شخصیت کی تعمیر" اور صرف جزوی فائدہ کے گرد چکر لگاتا رہتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے اور معمولی کاموں میں ان کی صلاحیتیں صرف ہو جاتی ہیں اور پوری جماعت ٹکڑیوں اور ریوڑوں میں تقسیم ہو جاتی ہیں۔ عوام کا تو پوچھنا ہی کیا، خواص کے ذہن و دماغ بھی جماعتی مفادات سے ناآشنا ہو جاتے ہیں اور ان کی ذاتی ہوس کسی ایسے عمل کی طرف رہنمائی نہیں کرتی جس میں پوری قوم کی عزت و افتخار کا سامان ہو۔

دور کیوں جائیے! خود ہماری جماعت جس تنظیمی ابتری اور زبوں حالی کا شکار ہے وہ اپنوں کے لئے باعث غیرت اور دوسروں کے لئے درس عبرت ہے۔

سوادِ اعظم اہل سنت وجماعت کی ہندوستان میں کوئی ایسی مرکزی تنظیم نہیں جس کے پرچم تلے اکٹھا ہو کر اجتماعی مفادات کی ممکن تدبیر یا پیش آنے والے مذہبی و ملی اور ملکی مسائل پر تبادلۂ خیالات کیا جائے، اور طے شدہ خطوط پر کسی عملی پروگرام کی جانب پیش قدمی کی جا سکے۔

؎ یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

دو چار نام نہاد آل انڈیا جماعتیں ہیں بھی تو ان کی کسمپرسی کا حالِ زار قابلِ رحم ہے۔ کوئی محض کاغذی ہے اور کسی کا وجود صرف اخباری بیانات کے ساتھ وابستہ ہے۔

بعض لوگوں کو تبصرہ کرتے ہوئے سنا گیا ہے کہ کسی کا کام محض ائمہ مساجد کی تقرری ہے اور کوئی عروس البلاد میں محرمی جلسوں کے لئے مقررین کے انتخاب ہی کو اپنا سرمایۂ افتخار سمجھتی ہے اور ایک آدھ ایسی بھی ہیں جو دو ایک افراد کے ساتھ آل انڈیا دورہ فرماتی رہتی ہیں۔ انہیں کا نام تنظیم اور انہیں کا نام کمیٹی ہے۔ اس تنظیم کی خدمت وہ کرتے ہیں اور وہ تنظیم ان کی زندگی کا نظم ونسق چلاتی رہتی ہے۔

یہ تبصرہ ذرا تلخ تو ضرور ہو گیا ہے، مگر یہ حقیقت ہے کہ تلخ نوائی کے بغیر آوازۂ حق پہنچانے کا جب کوئی ذریعہ نہ ہو تو اسے ہی اختیار کرنا لازمی ولابدی ہے، دوست اور مخلص وہ نہیں جو کمزوریاں دیکھتا رہے اور واہ واہ کرتا جائے۔ خامیاں دیکھے اور غیروں سے تو بیان کرے مگر خود اپنے دوست کو خوش فہمی میں مبتلا رکھے۔ اخلاص تو جب ہے کہ حق بات خود اسی کو سنا دی جائے جس کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ یہ کسی دل سوز مند کی آواز ہے جس پر قدغن لگانا خود اس کے اور اپنے اوپر ظلم اور ناانصافی ہوگی۔

نوشتۂ دیوار پڑھ کر ہمیں اب بھی سنبھل جانا چاہئے اور غفلت وسستی کا لبادہ اتار کر اخلاص و دیانت اور ایثار و قربانی کے جذبۂ فراواں کے ساتھ میدانِ عمل میں کفن بردوش ہو کر اپنی ساری تنظیمی صلاحیتیں داؤ پر لگا دینا وقت کی ایک ناگزیر ضرورت ہے جس کے بغیر نہ تو ہم منظم ہو سکتے ہیں اور نہ زندگی کے مختلف میدانوں میں دوسری اقوام کی تیز رفتاری کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ ان پر سبقت لے جانا اور غلبہ حاصل کر لینا تو دور کی بات ہے۔

ہماری کوئی متحدہ آواز نہ ہونے کے سبب ہی ہمارا حریف حکومت کے ذمہ داروں کو اس خوش فہمی میں مبتلا کئے ہوئے ہے کہ ہم ہی مسلمانانِ ہند کے واحد نمائندہ ہیں اور ہماری ہی ہدایات پر مرکز اور صوبہ جات کی مسلم سیاسی فضا بھی تیار ہوتی ہے۔ اسی طرح عالم عرب کو بھی بیوقوف بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ بس جو کچھ ہیں ہم ہی ہیں، دوسرے مکاتب فکر کا نہ تو کوئی وزن ہے اور نہ ان کا کوئی علمی و فکری مقام۔

ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ ہماری ہی کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔ جب ہم خود میدان چھوڑ کر فرار ہوتے رہیں گے تو مدمقابل لامحالہ اس پر قبضہ کرے گا۔ حالانکہ مسلم آبادی کے لحاظ سے ان کا خود کہنا ہے کہ ہندوستان میں خوش عقیدہ مسلمانوں کی تعداد تقریباً اسی فیصد ہے۔

کچھ مخلص بھی ہیں جو اپنا خون پسینہ ایک کر کے دینی و اصلاحی تحریک کو آگے بڑھانا چاہتے ہیں تو ان کا ساتھ نہیں دیا جاتا بلکہ انہیں نت نئے مسائل میں الجھا کر پیچھے گھسیٹنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

لیکن خدا کا فضل ہے کہ اب بھی اپنی جماعت میں بہت سی شخصیتیں موجود ہیں جو تنظیمی دل و دماغ رکھتی ہیں۔ متعدد افراد تو ایسے ہیں کہ جو وقت کے جماعتی مسائل سے نپٹ کر اپنے ملی فرائض بحسن وخوبی انجام دے سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ عارضی شہرت وناموری اور وقتی مفادات کے دلدل سے نکل کر باہر آجائیں اور قوم کو آواز دیں تو پوری قوم ہمہ تن گوش ہو کر ان کی بات سنے گی، اس پر عمل کرے گی اور ہر قدم پہ ہر ہر موڑ پہ نازک سے نازک معاملات میں بھی ان کا تعاون کرے گی۔

وقت کا شدید مطالبہ ہے کہ اب متعدد غیر منظم سنی جماعتیں اپنے مسائل حل کرنے اور مخالفین کا مقابلہ کرنے کے لئے خلوص دل سے کوئی ایسی تدبیر نکالیں کہ یہ سارے ندی نالے مل کر ایک بیکراں سمندر میں تبدیل ہو جائیں یا کم از کم ایک دیانتدارانہ وفاقی جماعت تشکیل دے کر ایک مضبوط و مستحکم اور بلند و بالا عمارت کی بنا ڈال کر اپنے خونِ جگر کا نقش جمیل اس کے در و دیوار میں ثبت کر دیں اور اس کے فروغ و بقا کی راہ میں اپنی تمام تر کوششیں صرف کر دیں۔

خدا کی قسم جس روز ایسا نقشہ سامنے آیا تو پھر "ید اللہ علی الجماعۃ" کے بموجب قدرت کی نوازشات اور اس کی عنایات کا دروازہ اس طرح کھل جائے گا کہ اطراف ہند ہی نہیں بلکہ اس کی موج رحمت سے نہ جانے کتنے ملک اور کتنی قومیں نہال اور شادکام ہو جائیں گی اور مستقبل کا مورخ جب لکھنے لکھنے اس موضوع کی طرف رخ کرے، دینی و اصلاحی تنظیموں اور تحریکوں کی بات کرے تو اس کا قلم اتنا رواں دواں ہو جائے جیسے بڑھتی اور پھیلتی ہوئی پرشور موجیں اور عالم شوق و وارفتگی میں وہ لکھتا چلا جائے کہ

اوائل اکیسویں صدی میں علمائے اہل سنت نے ملک وملت کی حفاظت کا ایک ایسا قصرِ عظیم تیار کیا جس کے محراب و گنبد ان کی مجاہدانہ سرفروشیوں کی منہ بولتی تصویر تھے۔ اس کی بنیاد میں گوشت پوست کا گارا لگایا گیا اور اس کے در و دیوار میں اینٹ کی بجائے ضعیف وناتواں اور بوڑھوں کی ہڈیاں استعمال کی گئیں۔ مچلتی ہوئی جوانیوں سے اس کی فصیلیں بلند کی گئیں۔ عفت مآب خواتین اور ننھے منے بچوں کی پاکیزہ تمناؤں کے نقش و نگار سے اس کی تزئین و آرائش ہوئی اور پھر پوری قوم کی دعائے شبینہ اور آہِ سحرگاہی نے اس کا احاطہ کیا۔ اس طرح

ایک ایسی بے مثل وبے مثال اور نادرۂ روزگار عمارت زمین کے سینے پر تیار کی گئی کہ اس کی رفعت وجلال کے آگے بڑے بڑے دیدہ وروں اور کجکلاہوں کی ٹوپیاں زمین پر آگئیں اور نگاہیں اس کے حسن وجمال کے آگے خیرہ ہوکر رہ گئیں۔

مختصر الفاظ میں اسے یوں بھی بیان کیا جا سکتا ہے کہ وہ پُرشکوہ عمارت اپنے استحکام و پختگی میں لال قلعہ سے زیادہ مضبوط، رفعت وعظمت میں قطب مینار سے زیادہ سربلند، اور حسن وزیبائش میں تاج محل سے بھی زیادہ خوبصورت اور حسین وجمیل ہے۔

وسائل و ذرائع سے بھرپور آج کے اس دور میں یہ کام نہ تو مستبعد ہے اور نہ محال! ہاں مشکل اور دشوار ضرور ہے۔ اور ایسا کچھ کرنے میں جتنی محنت، ایثار وقربانی اور جگر کاوی کی ضرورت ہے وہ ہر کس و ناکس کے بس کی بات بھی نہیں۔ تاہم اتنا ضرور عرض ہے کہ ؎

دست قدرت سے بنا تو بھی کوئی قصر عظیم
چشم حیرت سے کسی محل کی تعمیر نہ دیکھ

کاش! ہمارے کچھ مخلص علمائے اہل سنت اب بھی اس خود رو کارواں کی زمام قیادت اپنے ہاتھوں میں تھام لیں تو سواد اعظم کا نقشہ ہی بدل جائے ہر شعبۂ حیات میں ایک خوش گوار انقلاب پیدا ہو جائے۔ فضل و کمال کی نئی بساط بچھ جائے۔ پژمردہ چہرے کھل اٹھیں۔ مستقبل سے مایوس نگاہوں میں چمک آجائے۔ جمہور امت مسلمہ کی زندگی میں کچھ عجیب سی رونق اور چہل سی بہار آجائے۔ اپنے اسلاف کرام کے ذکر سے محفلیں گونج اٹھیں اور ان کی کتاب زندگی کا ورق ورق تاریخ کی زینت اور ملک و ملت کا وقار بن جائے۔

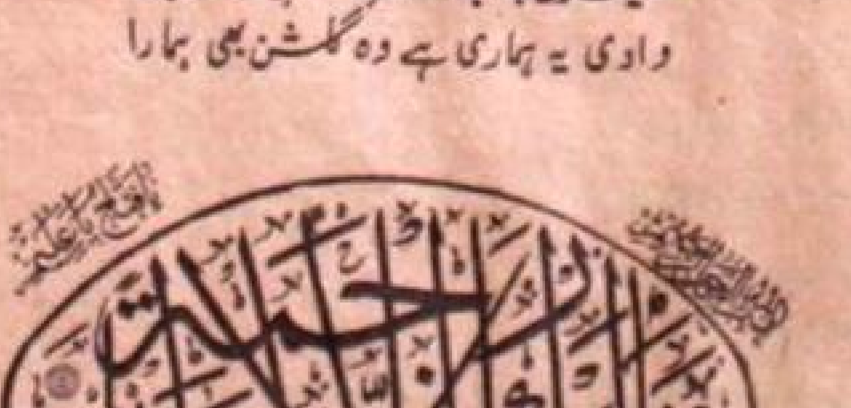
آپ ملاحظہ فرمائیں کہ گذشتہ ایک صدی میں ہندوستان کے یہ مشاہیر علماء کرام اور بڑے بڑے فضلاء اہلسنت گزر گئے لیکن ہم نے ان میں سے کتنوں کے کارنامے مرتب کئے اور موجودہ نسل ان سے کس حد تک واقف ہے؟ کیا ہمارے پاس اس کا کوئی معقول جواب ہے؟

اپنے وقت کی یہ عظیم شخصیتیں حضرت مولانا خیر الدین دہلوی۔ حضرت مفتی صدر الدین آزردہ دہلوی۔ حضرت شاہ عبد العزیز اخوند دہلوی۔ حضرت شاہ عبد القادر بدایونی۔ حضرت مولانا ارشاد حسین رامپوری۔ حضرت ابو الحسین نوری مارہروی۔ حضرت مولانا احمد حسن کانپوری۔ حضرت مفتی لطف اللہ علی گڑھی۔ حضرت حکیم برکات احمد ٹونکی۔ حضرت شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی۔ حضرت مولانا عبد المقتدر بدایونی۔ حضرت مولانا عبد العلیم آسی۔ حضرت مولانا عبد الحئی فرنگی محلی۔ حضرت مولانا محمد عبد الکافی الہ آبادی۔ حضرت شاہ اعظم حسین مدنی۔ حضرت شاہ عبد الصمد سہسوانی۔ حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلی۔ حضرت مولانا غلام قادر بھیروی۔ حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری۔ حضرت مولانا ہدایت رسول لکھنوی۔ حضرت شاہ محمد فاخر الہ آبادی۔ حضرت شاہ عبد الرزاق فرنگی محلی۔ حضرت شاہ ابو الخیر عبد اللہ بن عمر دہلوی۔ حضرت مولانا ہدایت اللہ خاں جونپوری۔ حضرت مولانا نور احمد بدایونی۔ حضرت مولانا عبد القیوم شہید بدایونی۔ حضرت مولانا انوار اللہ حیدر آبادی۔ حضرت مولانا جماعت علی شاہ محدث علی پوری۔ حضرت مولانا عبد الماجد بدایونی۔ حضرت مولانا عبد اللہ ٹونکی۔ حضرت مولانا عبد الباقی فرنگی محلی۔ حضرت مولانا محمد حسین الہ آبادی۔ حضرت مولانا عبد القدیر بدایونی۔ حضرت شاہ سلامت اللہ رامپوری۔ حضرت مولانا عبید اللہ کانپوری۔ حضرت مولانا حسن رضا خاں۔ حضرت مولانا محمد رضا خاں۔ حضرت مولانا حامد رضا خاں۔ حضرت مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی۔ حضرت مولانا امجد علی اعظمی۔ حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی۔ حضرت مولانا سید محمد جیلانی کچھوچھوی حضرت مولانا احمد مختار میرٹھی۔ حضرت مولانا ظفر الدین بہاری۔ حضرت مولانا دیدار علی شاہ الوری۔ حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی۔ حضرت مولانا عبد الاحد قادری۔ حضرت مولانا عبد العلیم میرٹھی۔ حضرت مولانا رحیم بخش آروی۔ حضرت مولانا ابراہیم رضا خاں۔ حضرت مولانا پروفیسر سلیمان اشرف بہاری۔ حضرت مولانا عبد السلام جبل پوری۔ حضرت مولانا محمد احمد قادری۔ حضرت شاہ عبد الرشید عظیم آبادی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

ملک و ملت کے ان عظیم محسنوں کی طرف اگر بھرپور توجہ کی گئی ہوتی تو ہندو پاک کے علاوہ ایشیا و یورپ کی دانش گاہوں میں بھی ان کے علم و بصیرت اور ژرف نگاہی کے ترانے گائے جاتے، اور ان کی روحانی شوکت واقتدار کے پرچم لہرا اٹھتے۔

ان حالات و حقائق کے تحت ہم اختصار کے ساتھ صرف یہی آخری بات کہنا چاہیں گے کہ اب بلا پس و پیش ؎

تعمیر کی جانب صفت سیل رواں چل
وادی یہ ہماری ہے وہ گلشن بھی ہمارا



لفظ "قرآن" کے معانی و معارف

پروفیسر محمد طاہر القادری

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے اس سلسلے میں مروی ہے :-

مَنْ اَرَادَ الْعِلْمَ فَعَلَيْهِ بِالْقُرْآنِ فَاِنَّ فِيْهِ خَبَرَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ (ایضاً)

جو شخص علم حاصل کرنا چاہے ۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ قرآن کا دامن تھام لے ۔ کیونکہ اسی قرآن میں ہی اول سے آخر تک سارا علم موجود ہے ۔

تمام ظاہری و باطنی علوم و معارف کا جامع ہونا ، تمام موجوداتِ عالم کے احوال کا جامع ہونا اور تمام آسمانی کتابوں کے ثمرات و مطالب کا جامع ہونا ، یہ وہ نمایاں خصوصیات تھیں جن کے باعث اس مقدس کتاب کا نام اللہ تعالیٰ نے "القرآن" رکھا ہے ۔

جامعیتِ قرآن کی عملی شہادتیں

پہلی شہادت | حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی (۶۳ برس) عمر مبارک کا قرآن سے استشہاد ،

امام جلال الدین سیوطی "الاتقان" میں اس ضمن میں یہ آیت نقل کرتے ہیں ۔

وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَاءَ اَجَلُهَا (المنافقون : ۱۱)

جب کسی کی اجل آجائے تو اللہ تعالیٰ ایک لمحہ کی بھی تاخیر نہیں فرماتے ۔

قرآن کریم کی اس آیت کا اطلاق عمومی ہر انسان کی موت سے ہے لیکن اہلِ علم و بصیرت جانتے ہیں کہ اس کے نزول کے وقت اس میں وصالِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی اشارہ کر دیا گیا تھا ۔

یہ آیت "سورۃ المنافقون" (جو قرآن مجید کی تریسٹھویں (۶۳) سورۃ ہے) کی آخری آیت ہے ۔ جس کے بعد رب ذوالجلال نے "سورۃ تغابن" کو منتخب فرمایا ۔ تغابن "ناپید ہو جانے اور ہست سے نیست ہو جانے" کو کہتے ہیں ۔ ۶۳ ویں سورت کے اختتام پر کسی پر وقتِ اجل کے آجانے کا ذکر اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ حضور علیہ السلام کی ظاہری عمر مبارک ۶۳ ویں برس پر اپنے اختتام کو پہنچ جائے گی اور اس آیت کے فوراً بعد سورۃ تغابن کا انتخاب مزید صراحت کے لیے تھا کہ اب اس ہستی مبارک کی حیاتِ ظاہری کے ناپید ہو جانے کے بعد انعقادِ قیامت کا ہی دور آئے گا ۔ درمیان میں کسی اور نبی یا اُمت کا دور ممکن نہیں ۔ یعنی حضور علیہ السلام کا دورِ نبوت ، روزِ قیامت سے متصل ہے درمیانی سارے عرصے کو بھی محیط ہے ۔ کسی اور کا زمانہ باقی نہیں رہا ۔ جیسا کہ حضور علیہ السلام نے خود اپنی درمیان والی انگلی اور انگشتِ شہادت کو ملا کر فرمایا تھا ۔

انا والساعة كهاتين

میرا یعنی میرا دَور اور قیامت دونوں آپس میں ان دو انگلیوں کی طرح متصل ہیں ۔

جیسے ان دو انگلیوں کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں۔ اسی طرح میرے دورِ نبوت اور قیامت کے درمیان کوئی فاصلہ یا زمانہ نہیں۔ گویا یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمرِ مبارک کے تعین کے ساتھ ساتھ آپ کے ختمِ نبوت کے اعلان پر بھی مشتمل ہے۔ اس شہادت سے "قرآن" کی شانِ جامعیت پر روشنی پڑتی ہے۔

دوسری شہادت امام غزالی سے ایک غیر مسلم نے سوال کیا کہ اجرامِ فلکی یعنی سورج، چاند اور دیگر سیارگان فضا میں جو حرکت کرتے ہیں وہ دو طرح کی ہے۔ ایک سیدھی اور دوسری معکوس! مثلاً مشرق سے مغرب کی طرف اور پھر مغرب سے مشرق کی طرف۔ قرآن مجید میں ایک کا ذکر تو موجود ہے لیکن دوسری کا کہاں ہے؟ اس پر امام غزالی نے اس شخص سے پوچھا کہ پہلی حرکت کا ذکر کس آیت میں ہے؟ اس نے یہ آیت پڑھی:-

كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ	سارے سیارے (فضا میں) تیرتے رہتے ہیں۔
(یٰسٓ ۴۰)	یعنی حرکت پذیر رہتے ہیں۔

امام غزالی نے فرمایا۔ اسی آیت میں ان کی حرکتِ معکوس کا ذکر بھی ہے۔ اگر "كُلٌّ فِي فَلَكٍ" کے الفاظ کو اُلٹا کر کے یعنی معکوس طریقے سے پڑھا جائے۔ یعنی فَلَکٍ کی ک سے شروع کر کے کُلٌّ کی ک تک پڑھا جائے تو پھر بھی "كُلٌّ فِي فَلَكٍ" ہی بنے گا۔ گویا آیت کے اس حصہ کو سیدھی سمت میں پڑھنے سے سیارگانِ فلکی کی سیدھی حرکت کا ذکر ہے اور معکوس سمت میں پڑھنے سے حرکتِ معکوس کا ذکر ہے۔

(كُلٌّ فِي فَلَكٍ کو اُلٹی سمت سے پڑھیے، فَلَکٍ میں آخری حرف "کٌ" ہے۔ پھر "لَ" ہے تو یہ "کَلْ" بن گیا۔ اب اُلٹی سمت سے اگلا حرف "فَ" ہے اور پھر "یْ"۔ اس طرح یہ "فی" بن گیا۔ اس کے بعد "فَ" آتا ہے۔ پھر "لَ" اور آخری حرف "کٌ" ہے تو یہ فلک ہو گیا۔ چنانچہ اُلٹی ترتیب سے بھی كُلٌّ فِي فَلَكٍ ہی بنتا ہے۔ یہی سیارگان کی سیدھی حرکت ہے اور انہی لفظوں میں ان کی اُلٹی حرکت بھی مذکور ہے[1])

تیسری شہادت ——— "واقعہ تسخیرِ ماہتاب اور قرآن" اس ضمن میں ایک اور شہادت تسخیرِ ماہتاب کے واقعہ سے متعلق ہے۔ آج سے کچھ عرصہ قبل امریکہ کے تین سائنس دانوں کے ہاتھوں تسخیرِ ماہتاب کا عظیم تاریخی کارنامہ انجام پذیر ہوا تھا۔ اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن نے چودہ سو سال پہلے اعلان کر دیا تھا۔

وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ ۝ لَتَرْكَبُنَّ	قسم ہے چاند کی جب وہ پورا ہو جائے، یقیناً
طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝ فَمَا لَهُمْ	تم طبق در طبق اُوپر جاؤ گے۔ پس انہیں کیا
لَا يُؤْمِنُونَ (الانشقاق ۱۸، ۱۹، ۲۰)	ہے پھر بھی ایمان نہیں لاتے۔

ان تینوں آیات کا باہمی ربط اور سیاق و سباق یہ ہے کہ اس سورت میں قیامت سے پہلے رُونما ہونے والے حادثات اور واقعات کا ذکر ہے۔ مذکورہ بالا آیات سے پہلے اجرامِ فلکی، کائناتی نظام اور بالخصوص نظامِ شمسی کے اہم پہلوؤں کا بیان ہے۔ اسی طرح اس میں کائنات کے اہم تغیرات کا بھی ذکر ہے۔ پھر مختلف قسمیں کھائی گئی ہیں۔ کبھی شفق کی اور کبھی رات کی۔ تیسری قسم چاند کی ہے۔

---

[1] امام غزالی سے متعلق اصل حوالہ راقم الحروف کی نظروں سے نہیں گزرا۔ مجھ سے قبلہ والد محترم حضرت علامہ فرید الدین قادری نے بیان فرمایا تھا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا گیا کہ "تم یقیناً ایک طبق سے دوسرے طبق تک پہنچو گے"۔ یعنی تم طبق دَ طبق پرواز کرو گے۔

اس آیت کی علماء نے متعدد تفسیرات بیان کی ہیں۔ اس کا معنوی اطلاق "واقعۂ معراج" پر بھی کیا گیا ہے۔ بعض مفسّرین نے طبق در طبق سے انسانی اعمال و درجات کا بلند ہونا مراد لیا ہے۔ بعض نے حیاتِ انسانی کے مختلف مراحلِ ارتقاء اور احوال مراد لیے ہیں۔ احادیث نبوی سے بھی "حال در حال" کے معنی کا استشہاد لیا گیا ہے۔ الغرض اس قسم کی متعدد تعبیرات بیان ہوئی ہیں۔ وہ سب اپنی اپنی جگہ درست اور ناقابلِ تردید ہیں لیکن یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ اگر پہلے کسی آیت کی ایک تفسیر بیان ہو چکی ہو تو اس کا صرف وہی ایک ہی مفہوم ہوگا۔ باقی مفاہیم، مطالب اور تعبیرات غلط ہوں گی۔ تفسیرِ قرآن کے ضمن میں ایسی بات درست نہیں۔ قرآنِ حکیم کی ایک آیت سے اہلِ علم متعدد تعبیرات اخذ کرتے چلے آئے ہیں اور متقدمین و متاخرین کی کتبِ تفسیر اس پر شاہد عادل ہیں۔ مختلف احوال پر انطباق کے اعتبار سے ہر تعبیر اپنی اپنی جگہ درست ہوتی ہے۔ لیکن اس مقام پر ہم اس مخصوص تاریخی واقعہ کے حوالے سے تفسیرِ آیت عرض کرنا چاہتے ہیں۔ اب آیات پر دوبارہ غور فرمایئے:۔

وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ (الانشقاق، ۱۸) قسم ہے چاند کی جب وہ پورا ہو جائے۔

لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ (الانشقاق، ۱۹) یقیناً تم ایک سے دوسرے طبق تک اُوپر جاؤ گے۔

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ (الانشقاق، ۲۰) پس انہیں کیا ہے پھر بھی ایمان نہیں لاتے۔

قرآنِ حکیم کا اندازِ بیان، ربط بین الآیات اور نظمِ عبارت کا ایک ایک پہلو بلکہ ایک ایک حرف مستقل مفہوم، نمایاں افادیت اور خاص حکمت و مصلحت کا حامل ہوتا ہے۔ "لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ" سے پہلے متصلاً قرآنِ حکیم کا چاند کی قسم کھانا اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ آگے بیان ہونے والی حقیقت چاند سے ہی متعلق ہوگی۔

لَتَرْكَبُنَّ، رکب یرکب سے مشتق ہے۔ اس کا معنی ہے کسی پر سوار ہونا، اسی سے اسم ظرف مَرْكَب نکلا ہے یعنی سوار ہونے یا بیٹھنے کی جگہ، گھوڑے پر سوار ہوتے وقت جس پر پاؤں رکھا جاتا ہے۔ اسے بھی اسی وجہ سے رکاب کہتے ہیں۔

گویا لَتَرْكَبُنَّ کا لفظ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ یہ اُوپر جانا کسی سواری کے ذریعے ہوگا۔

امام راغب اصفہانیؒ فرماتے ہیں۔

الركوب فى الاصل كون الانسان على ظهر حيوان وقد يستعمل فى السفينة (المفردات)

رکوب اصل میں انسان کے کسی حیوان پر سوار ہونے کو کہتے ہیں۔ لیکن اس کا استعمال جہاز پر بھی ہوتا ہے۔

لہٰذا اوّلیں ترجیح کے طور پر ہم "لَتَرْكَبُنَّ" کے اصل اور حقیقی معنی کا استعمال مراد لیں گے۔ مجازاً بلند ہونا مراد نہیں لیں گے۔ کیونکہ بعض اوقات کوئی لفظ حقیقی اور مجازی دونوں معنوں پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن عام حالات میں جب کہ حقیقت مستعمل ہو، متعذرہ یا مہجورہ نہ ہو تو مجازی معنوں کی طرف التفات کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جب تک سائنس اور ٹیکنالوجی اس قدر

فروغ پذیر نہ ہوئی تھیں کہ انسان زمین سے پرواز کر کے اُوپر کسی دوسرے طبق تک پہنچ سکے اس وقت تک مجازی معنوں کی بنیاد پر ہی آیت کا مفہوم بیان کیا جاتا رہا ہے۔ کیونکہ حقیقی معنی کا اطلاق ممکن نہ تھا۔ لیکن آج جب کہ سائنسی ترقی کے دَور میں فضائی حدود میں انسانی پرواز نہ صرف ممکن بلکہ واقع ہو گئی ہے تو لَتَرْكَبُنَّ کا اپنے حقیقی معنی پر اطلاق بلا شک و شبہ جائز ہوگا۔

مزید برآں لَتَرْكَبُنَّ میں لامِ تاکید اور نونِ ثقیلہ دونوں اظہارِ مقصود میں خصوصی تاکید پیدا کر رہی ہیں۔ جس سے مراد یہ ہے کہ آیتِ متذکرہ میں بیان ہونے والا واقعہ بہر صورت رُونما ہو کر رہے گا۔ کیونکہ یہ ترکیب مستقبل میں صدورِ فعل پر دلالت کیا کرتی ہے۔ لہٰذا یہ آیت پیشینگوئی کے اعتبار سے ایک چیلنج کے طور پر نازل کی گئی اور لَتَرْكَبُنَّ کے اعلان سے قبل پے درپے قسموں کا ذکر منکرینِ قرآن کے لیے اس چیلنج میں مزید شدت اور سنجیدگی پیدا کرنے کے لیے تھا۔ مستزاد یہ کہ لَتَرْكَبُنَّ جمع کا صیغہ ہے اور صیغۂ جمع عام طور پر عربی زبان میں کم از کم تین کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جس سے یہ حقیقت بھی آشکار ہو گئی کہ لَتَرْكَبُنَّ کے فاعل کم از کم تین افراد ہوں گے۔ جو ایک طبق سے دوسرے تک پرواز کر کے جائیں گے۔ اب پھر آیات اور ان کی ترکیب ملاحظہ کیجیے۔

قرآن قسم کھا کر کہہ رہا ہے کہ "قسم ہے چاند کی جب وہ پورا ہو جائے۔ اے بنی آدم تم میں سے کم از کم تین افراد پرواز کریں گے۔ کہاں سے کہاں تک؟ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ "ایک طبق سے دوسرے طبق تک۔ پہلا طبق تو یقیناً زمین ہے کیونکہ مخاطب اہلِ زمین تھے اور کسی دوسرے طبق تک جائیں گے۔ دوسرے طبق کا تعین بھی حکیمانہ انداز میں کیا گیا۔ اگر یہاں دوسرے طبق کے لفظ کی بجائے سیدھا چاند ہی کہہ دیا جاتا تو پھر تسخیرِ کائنات کی مہم صرف طبقِ مہتاب تک محصور و محدود ہو کر رہ جاتی اور رب ذوالجلال کو یہ منظور نہ تھا کہ انسان کی پرواز زمین کے بعد چاند پر جا کر رُک جائے بلکہ وہ چاند کے بعد دیگر اجرامِ فلکی کی تسخیر بھی چاہتا تھا۔ اس لیے لفظ طبقٍ کو تنوین کے ساتھ عام کر دیا تاکہ یکے بعد دیگرے انسان اجرام و طبقاتِ کائنات کو تسخیر کرتا چلا جائے اور رازِ کائنات تلاش کرنے کی مہم جاری رہ سکے۔ لیکن پہلا طبق جس پر اوّلاً انسان پہنچے گا وہ چاند ہوگا۔ اس لیے اس کی قسم پہلے کھائی گئی۔ کیونکہ زمین کے سب سے زیادہ قریب چاند ہی کا طبق تھا۔ باقی سب اس کے مقابلے میں دُور تھے۔ آج سے چودہ سو سال قبل اہلِ زمین کو یہ پیشینگوئی سنائی گئی کہ تم میں سے کم از کم تین شخص کسی چیز پر سوار ہو کر پرواز کریں گے اور زمین کے طبق سے چاند تک پہنچیں گے۔ لیکن تسخیرِ مہتاب کے بعد انسان کی تگ و دو ختم نہیں ہو جائے گی بلکہ جاری رہے گی۔ اب اسی طرح مریخ کے طبق تک بھی انسان رسائی حاصل کرتا دکھائی دے رہا ہے۔ انسانی پرواز کی یہ کامیاب کاوشیں دراصل واقعۂ معراج کی صحت و حقانیت کی روشن مادی دلیلیں بنتی جا رہی ہیں۔ بقول اقبال ؎

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفےٰ سے مجھے
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں

اور یہ حقیقت بھی ہے کہ معجزات و کرامات جن کے امکان و وقوع کو انسانی عقل منطقی پیمانوں پر سمجھنے سے قاصر تھی۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے فروغ نے کسی حد تک ان کے سمجھنے کی مادی اور عقلی بنیادیں فراہم کر دی ہیں اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ امر منکشف ہوتا جا رہا ہے کہ انسان جسے ایک دور میں ناممکن سمجھتا ہے وہ مستقبل میں نہ صرف ممکن بلکہ واقع ہو جاتا ہے۔ اس نے

نام نہاد تعقل پسند طبقے کے انکارِ خوارق کی یہ دلیل کہ یہ بات عقل کے خلاف ہے اور سمجھ میں نہیں آتی قابلِ التفات نہیں رہتی۔ کیونکہ عقل کا انحصار صرف محسوسات و مشاہدات پر ہوتا ہے اور جب تک کوئی حقیقت محسوس نہ ہو یا اس کی کوئی مثل مشاہدے میں نہ آئی ہو۔ عقل اس کے امکان کو کیونکر سمجھ سکتی ہے۔ اس لیے عقل کا فیصلہ جزئی و اضافی ہوتا ہے۔ وہ کلی و مطلق نہیں ہو سکتا۔ جب کہ قرآن کا ہر دعویٰ ابدی ہے۔ اس لیے عین ممکن ہے کہ انسانی عقل قرآن کے بعض دیگر دعاوی و اعلانات کو آج ممکن نہ سمجھے لیکن مستقبل کے کسی دور میں وہ سب کچھ ممکن اور واقع نظر آنے لگے۔ لہٰذا محض عقل کے قصورِ فہم کی بنا پر کسی حقیقت کا انکار کر دینا نادانی ہے۔ عافیت ایمان بالغیب میں ہی ہے۔

مزید برآں تسخیرِ ماہتاب کی متذکرہ بالا قرآنی تعبیر کی نسبت اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اس موقع پر تین امریکی سائنسدانوں میں سے صرف دو چاند کی سطح پر اُترے تھے اور تیسرا شخص چاند گاڑی کے اس حصے پر رہا تھا۔ جو چاند کے گرد گھومتا رہا تاکہ بعد ازاں گاڑی کے چاند پر اُترنے والے حصے کو ساتھ ملا کر واپس لا سکے۔ لہٰذا لترکبن کا اطلاق تین افراد پر کیسے ہو گیا۔ یہ اعتراض دراصل غور و فکر نہ کرنے کے باعث پیدا ہوگا۔ بات چاند کی سطح پر اُترنے کی نہیں بلکہ چاند کے طبق تک پہنچنے کی ہو رہی ہے اور یہی "لترکبن طبقا عن طبق" کے الفاظ سے مستفاد ہے۔ اس امر کا اعتراف تو صاحبِ اعتراض کو بھی ہوگا کہ اس طبق تک تو تینوں ہی افراد پہنچے۔ ایک گاڑی پر چاند کے گرد گھومتا رہا اور دو اس کی سطح پر اُتر گئے طبق محض کسی سیارے کی سطح (SOIL SURFACE) کو نہیں کہتے بلکہ کسی سیارے اور اس کے گرد فضائی حدود پر مشتمل اس وسیع و عریض علاقے کو کہتے ہیں جہاں تک اس سیارے کی کششِ ثقل (FORCE OF GRAVITATION) اثر انداز ہوتی ہے اور یہ علاقہ یا طبق سیارے کی سطح کے گرد فضا میں ہزاروں میل تک محیط ہوتا ہے۔ جس طرح ہوائی جہاز کی پرواز زمین کی سطح پر نہیں بلکہ اس سے اوپر فضا میں ہزاروں فٹ کی بلندی پر ہوتی ہے۔ لیکن طبقِ ارضی میں ہی تصور کی جاتی ہے۔

چنانچہ قرآن بھی طبقِ ارضی سے پرواز کر کے انسان کے دیگر طبقاتِ فلکی تک پہنچنے کی پیشگوئی کر رہا ہے۔ انسان کی ایسی کامیابیوں کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس کائنات کے اندر یعنی آسمانوں اور زمین کی وسعتوں میں جو کچھ موجود ہے وہ انسان کے لیے تخلیق کیا گیا اور انسان ہی کے لیے مسخر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ (الجاثیہ ۱۳)	آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ تمہارے لیے مسخر کیا گیا ہے۔

اس کے بعد سورۂ انشقاق کی زیرِ مطالعہ آیت سے آگے فرمایا گیا:۔

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ (الانشقاق ۲۰)	پس انہیں کیا ہے پھر بھی ایمان نہیں لاتے۔

اے فرزندانِ آدم! تم میں سے کچھ افراد زمین سے اُٹھ کر چاند کے طبق تک پہنچیں گے۔ لیکن کتنی عجیب بات ہے کہ ہمارے اس دعوے کے پورا ہو جانے اور اس طبق پر بھی ہماری قدرت کا نظام دیکھ لینے کے باوجود ایمان نہیں لائیں گے۔ ایمان نہ لانے کا ذکر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ تسخیرِ ماہتاب کی مہم غیر مسلموں کے ہاتھ سے سر ہوگی۔ آپ نے دیکھ لیا کہ تین غیر مسلم سائنسدان چاند تک پہنچے وہاں بھی تخلیقِ خداوندی کے مناظر دیکھے۔ اس کے نظامِ قدرت کا مشاہدہ کیا۔ لیکن قرآنی دعوے کے مطابق ان کی قوم قرآن کی حقانیت پر ایمان نہ لائی۔

تسخیرِ کائنات کے مذکورہ بالا قرآنی بیان کی تصدیق ایک غیر مسلم فرانسیسی سکالر MAURICE

BUCAILLE نے اپنی کتاب "THE BIBLE THE QURAN AND SCIENCE" کے صفحات نمبر ۱۴۷ تا ۱۴۹ پر "THE QURAN AND MODERN SCIENCE" کے باب میں "THE CONQUEST OF SPACE" کے زیر عنوان ان الفاظ سے فراہم کی ہے۔

"THE CONQUEST OF SPACE"

From this point of view, three verses of the Qur'an should command our full attention. One expresses, without any trace of ambiguity, what man should and will achieve in this field. In the other two, God refers for the sake of the unbelievers in Makka to the surprise they would have if they were able to raise themselves up to the Heavens; He alludes to a hypothesis which will not be realized for the latter.

There can be no doubt that this verse indicates the possibility man will one day achieve what we today call (perhaps rather improperly) 'the conquest of space'. One must note that the text of the Qur'an predicts not only penetration through the regions of the Heavens, but also the Earth, i.e. the exploration of its depths.

1) The first of these verses is sura 55, verse 33: "O assembly of Jinns and Men, if you can penetrate regions of the heavens and the earth, then penetra' nem! You will not penetrate them save with a Power."

2) The other two verses are taken from sura 15, (verses 14 and 15). God is speaking of the unbelievers in Makka, as the context of this passage in the sura shows:

"Even if We opened unto them a gate to Heaven and they were to continue ascending therein, they would say: our sight is confused as in drunkenness. Nay, we are people bewitched."

The above expresses astonishment at a remarkable spectacle, different from anything man could imagine.

When talking of the conquest of space therefore, we have two passages in the text of the Qur'an: one of them refers to what will one day become a reality thanks to the powers of intelligence and ingenuity God will give to man, and the other describes an event that the unbelievers in Makka will never witness, hence its character of a condition never to be realized. The event will however be seen by others, as intimated in the first verse quoted above. It describes the human reactions to the unexpected spectacle that travellers in space will see: their confused sight, as in drunkenness, the feeling of being bewitched....

This is exactly how astronauts have experienced this remarkable adventure since the first human spaceflight around the world in 1961. It is a completely new spectacle therefore that presents itself to men in space, and the photographs of this spectacle are well known to present-day man.

چنانچہ یہ دعوٰے بجا طور پر حق ہے کہ کائنات کے اندر جو کچھ ہو چکا یا ہونے والا ہے۔ اس کا ذکر قرآن کے اندر موجود ہے۔

چوتھی شہادت | جامعیت قرآن کی نہایت وسیع اور عملی شہادت یہ بھی ہے کہ قرآن اپنی تعلیمات کے اعتبار سے انسان کی نجی زندگی کی فکری و عملی ضروریات سے لے کر عالمی زندگی کے جملہ معاملات پر حاوی ہے۔ حیاتِ انسانی کا مذہبی و روحانی پہلو ہو یا مادی و جسمانی، عائلی و خاندانی پہلو ہو یا سماجی و معاشرتی، سیاسی و معاشی پہلو ہو یا تعلیمی و ثقافتی، حکومت و سلطنت کی تاسیس ہو یا امارت کی تشکیل، مختلف طبقاتِ انسانی کے تنازعات و معاہدات ہوں یا اقوامِ عالم کے باہمی تعلقات، الغرض قرآنی احکام و تعلیمات اس قدر جامع ہیں کہ ہر شعبے میں اصولی رہنمائی قرآن ہی سے میسر آتی ہے۔ موضوعات کے لحاظ سے علماء نے آیاتِ قرآنی کی تقسیم بھی کی ہے۔ معروف قول کے مطابق قرآنِ حکیم کی کل آیات (۶۶۶۶) کی تقسیم اس طرح کی گئی ہے۔ آیاتِ امر (۱۰۰۰) آیاتِ نہی (۱۰۰۰) آیاتِ وعدہ (۱۰۰۰) آیاتِ وعید (۱۰۰۰) آیاتِ مثال (۱۰۰۰) آیاتِ قصص (۱۰۰۰) آیاتِ تحلیل (۲۵۰) آیاتِ تحریم (۲۵۰) آیاتِ تسبیح (۱۰۰) آیاتِ متفرقہ (۶۶)

قرآنی احکام کا بیان و استنباط کہیں "عبارۃ النص" سے ہوتا ہے اور کہیں "اشارۃ النص" سے، کہیں "دلالۃ النص" سے ہوتا ہے اور کہیں "اقتضاء النص" سے، کہیں اس کا انداز حقیقت ہے کہیں مجاز، کہیں صریح ہے کہیں کنایہ، کہیں ظاہر ہے کہیں خفی، کہیں مجمل ہے کہیں مفسر، کہیں مطلق ہے کہیں مقید، کہیں عام ہے کہیں خاص۔ الغرض قرآنی تعلیمات مختلف صورتوں اور طریقوں میں موجود ہیں۔

ان میں اصل احکام (SUBSTANTIVE LAWS) بھی ہیں اور ضابطہ جاتی (PROCEDURAL LAWS) بھی۔ جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہے:۔

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا (المائدہ ، ۴۸)	ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے ایک اصل قانون بنایا اور ایک اس کا ضابطہ وطریق کار

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ فقہاء اسلام نے تمام شعبہ ہائے حیات سے متعلق قوانین اور اصول وضوابط کا استخراج اصلاً قرآن ہی سے کیا ہے۔

اسی طرح قرآن علوم کے بیان کے اعتبار سے بھی جامع ومانع ہے۔ دنیا کا کوئی مفید علم ایسا نہیں جس کا سرچشمہ قرآن نہ ہو، قاضی ابوبکر بن عربی اپنی کتاب "قانون التاویل" میں ابتدائی طور پر قرآنی علوم کی تعداد ستتر ہزار چار سو پچاس (۷۷۴۵۰) بیان کرتے ہیں یہی تعداد قرآن مجید کے کلمات کی بھی ہے تو اس سے یہ حقیقت مترشح ہوئی کہ قرآن حکیم میں الحمد سے والناس تک استعمال ہونے والا ہر کلمہ یقیناً کسی نہ کسی مستقل علم اور فن کی بنیاد ہے۔ گویا ہر قرآنی حرف سے کوئی نہ کوئی علم اور فن جنم لے رہا ہے۔ یہاں حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی پیش نظر رہے کہ قرآن کے ہر حرف کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اور پھر ہر ہر ظاہر و باطن کے لیے ایک حدِ آغاز ہے اور ایک حدِ اختتام۔ اس لحاظ سے ہر قرآنی حرف کے چار پہلو متعین ہوئے۔ چنانچہ قاضی ابوبکر بن عربی "متذکرۃ الصدر تعداد کو پھر چار سے ضرب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ درحقیقت قرآنی علوم کی تعداد کم ازکم تین لاکھ نو ہزار آٹھ سو (۳،۰۹،۸۰۰) ہے۔ یہ تو ایک بزرگ کی وسعت نظر ہے۔ مگر ہر کس بقدرِ ہمت اوست۔ امام رازیؒ سے پوچھیں تو وہ فرماتے ہیں کہ صرف تعوذ و تسمیہ (اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) میں لاکھوں مسائل کا بیان ہے اور باقی آیات، وکلمات کا تو ذکر ہی کیا۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ علوم کے اعتبار سے بھی قرآن کی جامعیت کا یہ عالم ہے کہ ان کی صحیح تعداد کا نہ شمار ہو سکتا ہے اور نہ اندازہ۔ ایسے اقوال یا تو ان اکابر کی تحقیقات ہیں یا ان کے ذاتی انکشافات، درحقیقت قرآنی علوم احصار وتحدید سے ماوراء ہیں۔ کوئی علم ہو یا فن، کوئی صنعت وحرفت ہو یا پیشہ تجارت، جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کی کوئی دریافت ہو یا علوم قدیم کی، اس کائنات میں کوئی ایسی شے معرض وجود میں نہیں آئی اور نہ آسکتی ہے جس کا ذکر خلاق عالم نے کسی نہ کسی انداز سے قرآن مجید میں نہ کر دیا ہو۔

فلسفہ (PHILOSOPHY) تمام علوم کا سرچشمہ اور مبداء تصور کیا جاتا ہے۔ علم طبیعات (PHYSICS) اور علم حیاتیات (BIOLOGY) بھی ابتداءً فلسفے ہی کا حصہ تھے۔ طبیعی کائنات کے حقائق سے بحث کرنے والے علوم یہی تین ہیں۔

فلسفہ شروع سے آج تک تین چیزوں سے بحث کرتا چلا آیا ہے کہ حقیقت کیا ہے؟ علم کیا ہے اور کیونکر ممکن ہے؟ اعلیٰ ترین نصب العین کیا ہے؟ گویا فلسفے کی بحث حقیقت، علم اور نصب العین سے ہے۔ اسی طرح طبیعات کا موضوع تحقیق یہ ہے کہ موجودات عالم اور مظاہر طبیعی کا آغاز کب ہوا؟ کس طرح ہوا؟ اور ان مظاہر طبیعی کی حرکت کی علت کیا ہے؟ حیاتیات کا موضوع یہ ہے کہ انسان او

دیگر مظاہر حیات کی اصل کیا ہے؟ اور تمام مظاہر حیات کی حرکت اور زندگی کی علت کیا ہے؟ تینوں علوم کا خلاصۂ بحث یہ ہوا کہ:۔

فلسفہ کائنات کی حقیقت، اصل نصب العین اور اس کے علم کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ طبعیات مظاہر طبعی اور ان کی حرکت کو جاننے میں مصروف ہے۔ جب کہ حیاتیات مظاہر حیات کے آغاز اور اور ان کے ارتقاء کو سمجھنے میں مشغول ہے۔ آج تک یہ علوم اقدام و خطا TRIAL AND ERROR کے انداز میں اپنی ارتقائی منازل طے کرتے چلے آرہے ہیں اور ان میں سے کسی ایک علم و فن نے بھی یہ حتمی دعویٰ نہیں کیا کہ اس نے مظاہر حیات کے نقطۂ آغاز کو یقینی طور پر جان لیا یا اس نے ان کی حرکت کی علت کو حتمی طور پر متعین کر لیا ہے۔ اسی طرح فلسفہ آج تک یہ دعوےٰ نہیں کر سکا کہ یہ حقیقت، کائنات کی حتمی و ابدی حقیقت ہے۔ ہندوستان کے ترکے فلسفے نفس ناطقہ کو بھی حقیقت مانتے ہیں اور مادہ کو بھی

فلسفہ اور قرآن ہزاروں سال کی انسانی جد و جہد کے باوجود آج تک یہ علوم و فنون اپنی صحت اور کمال کی حتمی منزل کو نہیں پہنچ سکے۔ لیکن آخری الہامی کتاب قرآن کا یہ عالم ہے کہ سورۂ علق کی صرف پہلی ہی پانچ آیتوں نے فلسفے کے تمام مسائل کو حل کر دیا ہے۔ آیات ملاحظہ ہوں:۔

۱۔ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ
۲۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ
۳۔ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ
۴۔ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ
۵۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ
(العلق: ۱-۵)

پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے (سب کچھ) پیدا فرمایا۔ انسان کو خون کے پھٹکے (یا وا عیۂ محبت) سے تخلیق کیا۔ پڑھیے اور آپ کا رب ہی سب سے زیادہ بزرگی والا ہے۔ جس نے قلم سے لکھنا سکھایا (جس نے) انسان کو وہ سکھا دیا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

اگر غور کریں تو ان آیات میں فلسفہ کے جملہ موضوعات اور ان کے حتمی جوابات بیان کر دیئے گئے ہیں۔ فاعتبروا یا اُولی الابصار

ان آیات کی تفسیر اور وضاحت اپنے موقع پر کی جائے گی۔ یہاں صرف اس قدر بیان کرنا مقصود ہے کہ اس کائنات کی حقیقتوں کو جاننے کے لیے آج تک تاریخ انسانی میں جتنی فلسفیانہ کوششیں ہوئی ہیں، وہ سب قطعیت و حتمیت سے محروم ہیں۔ لیکن قرآن کی جامعیت و قطعیت کا یہ عالم ہے کہ صرف پانچ مختصر فقرات میں فلسفے کے تمام موضوعات، مسائل تحقیق اور ان کے حتمی جوابات کی نشاندہی کر دی گئی ہے۔ اب یہ اہل تحقیق کا کام ہے کہ وہ اس رخ پر ریسرچ کریں اور ان حقائق کائنات کی کامل معرفت حاصل کریں۔

سائنس اور قرآن اسی طرح طبیعی اور حیاتیاتی سائنس جن مسائل پر تحقیق سے عبارت ہے، وہ اصطلاحات کی صورت میں درج ذیل ہیں:۔

① تخلیقِ کائنات اور اس کا تشکیلی نظام
(CREATION OF UNIVERSE AND ITS STRUCTURAL SYSTEM)

② زمانہ ہائے تخلیق اور ادوار ارتقاء
(PERIODS OF CREATION AND ERAS OF EUOLUTION)

③ وجودِ کائنات کی طبیعی اور کیمیائی اساس
(PHYSICAL AND CHEMICAL BASIS OF THE FORMATION OF UNIVERSE)

④ زمین اور ظہورِ زندگی (EARTH AND APPEARANCE OF LIFE)

⑤ ارتقائے حیات کے طبعی اور کیمیائی مراحل (PHYSICAL AND CHEMICAL PROCESS OF EVOLUTION OF LIFE

⑥ اجرامِ فلکی کی ماہیت اور نظامِ کار (NATURE AND PHENOMENA OF HEAVENLY BODIES)

⑦ انسانی زندگی کا آغاز اور نظامِ ارتقاء (ORIGIN OF HUMAN LIFE AND ITS DEVELOPMENT)

⑧ نباتات و حیوانات کی زندگی (THE VEGETABLE AND ANIMAL KINGDOMS)

⑨ افزائشِ نسلِ انسانی کا نظام (SYSTEM OF HUMAN PRODUCTION AND SELF PERPETUATION)

ان تمام سائنسی موضوعات پر قرآنِ حکیم نے بہت سا بنیادی مواد فراہم کیا ہے جو اس میں سیکڑوں مختلف مقامات پر مذکور ہے۔ ہم استشہاد کے طور پر یہاں صرف تین مقامات کی نشاندہی کرتے ہیں:

۱۔ أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ۖ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۖ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِهِمْ ۖ وَجَعَلْنَا فِيهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ۝ وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَحْفُوظًا ۖ وَهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُونَ ۝ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ۝ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۖ أَفَإِنْ مِتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُونَ ۝

(الانبیاء، ۳۰-۳۴)

کیا ان کافروں نے اس پر غور نہیں کیا کہ کائنات کے بالائی اور زیریں حصے، دونوں باہم پیوست تھے یعنی ایک تخلیقی وحدت (UNIT OF CREATION) کی صورت میں موجود تھے۔ ہم نے ان دونوں کو جدا جدا کرکے کھول دیا اور ہم نے ہر جاندار چیز کو پانی سے تخلیق کیا۔ کیا وہ اب بھی ایمان نہیں لائیں گے اور ہم نے زمین کی تیز رفتاری کے باعث اس میں پیدا ہونے والی جنبش کو ختم کرنے کے لیے اس میں پہاڑوں کے لنگر ڈال دیئے تاکہ وہ اپنے اوپر بسنے والی مخلوق کو لے کر کانپے بغیر حرکت دیتی رہے اور ہم نے اس میں (بحری، بری اور فضائی) کشادہ راستے بنائے تاکہ لوگ اپنی اپنی منازلِ سفر تک جا سکیں اور ہم نے آسمانی کائنات کو محفوظ چھت بنایا۔ اور (کیا) وہ اس کی نشانیوں سے اب بھی روگرداں ہیں؟ اور وہی ذات ہے جس نے رات اور دن بنائے اور سورج اور چاند جو اپنے اپنے مدار اور فلک میں گردش پذیر ہیں اور ہم نے آپ سے پہلے کسی بشر (ارضی مخلوق) کو ایسی ہمیشگی اور دوام نہیں بخشا (کہ وہ ہمیشہ اپنے حال پر بدلے یا ختم ہوئے بغیر قائم رہی ہو)۔ اگر آپ انتقال فرما گئے تو کیا یہ طعنہ زنی کرنے والے ہمیشہ رہیں گے؟

(باقی آئندہ)

سنکارا



بناتا ہے:

• ہر قسم کی سخت جفاکشی اور سرگرم جدوجہد میں، جیسے کھیل کود، پڑھائی، خانہ داری یا دفتری کام وغیرہ میں۔
• طالب علموں میں ذہنی ترقی کی کمی میں — سیکھنے کی صلاحیت میں کمی اور قوتِ حافظہ کی کمزوری میں۔
• دماغی اور جسمانی تھکاوٹ میں — اعصابی بے چینی اور دباؤ میں۔
• بیماری کے دنوں کی اور بیماری کے بعد کی کمزوری میں۔

سنکارا لیجیے!

• یہ بناتا ہے، آپ کے جسم میں توانائی و قوت کے اس مخفوظ سرچشمہ کو — جس سے آپ سخت سے سخت محنت میں بھی طاقت حاصل کرسکتے ہیں۔
• یہ بناتا ہے، دماغ کے اُن اہم ترین تغذیہ بخش اجزاء کو، جو طالب علموں کے لیے ذہنی ترقی کا وسیلہ بنتے ہیں۔
• یہ بناتا ہے بہترین صحت کے لیے چستی و مستعدی کو۔
• یہ بناتا ہے، تیزی سے حاصل ہونے والی اس قوت کو، جو بیماری کے دوران اور بیماری کے بعد برقراریِ صحت کے لیے لازم ہوتی ہے۔

سنکارا — متحرک و مستعد لوگوں کے لیے مزید قوت و توانائی کا سرچشمہ!

بچاتا ہے:

• الکحل کا استعمال جگر میں چربی کو جمع کرتا ہے، جس سے جگر میں سکڑن، ورم جگر اور رسولیاں جیسے امراض پیدا ہوجاتے ہیں اور جگر تباہ ہوجاتا ہے۔
• بیماری، آپریشن اور خواتین میں خاص کر بچے کی پیدائش کے بعد کی کمزوری۔
• جراثیم کے خلاف جسم میں قوتِ مزاحمت کی کمی۔

سنکارا سے مدد لیجیے!

• سنکارا بچاتا ہے جگر کو، کیوں کہ یہ الکحل کے استعمال سے جگر میں جمع ہونے والی چربی کو کم کرتا ہے اور مزید چربی جمع ہونے سے روکتا ہے۔
• سنکارا بچاتا ہے اس صلاحیت کو، جو بیماری، آپریشن اور بچے کی پیدائش کے بعد بحالیِ قوت کے لیے لازم ہے۔
• سنکارا بچاتا ہے اس قوتِ مزاحمت کو جو جسم میں جراثیمی امراض سے بچاؤ کے لیے ضروری ہے۔

سنکارا — صحت و قوت کے لیے عظیم محافظ!

روکتا ہے:

• زمانۂ حمل میں خون کی قلت اور آئرن کی کمی۔
• جسم میں ضروری وٹامنوں کی کمی اور اینٹی بایوٹکس ادویہ کے نقصان دہ اثرات۔
• ناقص غذا اور ناقص تغذیہ کے سبب قوت میں خسارہ، کمزوری، بے خوابی اور تھکاوٹ۔
• جراثیم کا اثر قبول کرنے کی صلاحیت۔

سنکارا لیجیے!

• سنکارا روکتا ہے، خون کی قلت اور آئرن کی کمی کو، یہ زمانۂ حمل میں خون میں ہیموگلوبین اور آئرن کی مقدار بڑھاتا ہے اور کمزوری، بے خوابی اور تھکاوٹ، چکر اور قبض کو دور کرتا ہے۔

سنکارا — جڑی بوٹیوں، وٹامنوں اور لازمی بنیادی عناصر کا نادر مرکب۔

روزانہ صبح و شام کچھ بھر سنکارا لیجیے — برسوں تک بھرپور تندرستی کے لیے!

سنکارا

لازمی بنیادی عناصر، وٹامنوں اور جڑی بوٹیوں کا نادر مرکب

ہمدرد

مشہور عالمی ٹانک — ہر موسم میں سب کے لیے

HTA 5434 U

طلوعِ صبحِ سعادت

قمر الزماں اعظمی مصباحی

ماہ ربیع الاول جلوہ گر ہو چکا ہے۔ پورا عالم اسلام سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد پاک کے مقدس تذکروں سے گونج رہا ہے۔

احسان شناس دل محسن انسانیت کی جلوہ گری کی عظیم نعمت کے احساس سے لبریز ہیں اور سجدہ گزار پیشانیاں خدائے قدیر کی بارگاہ میں سجدۂ شکر پیش کر رہی ہیں کہ انہیں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے صدقے میں ہی شعور بندگی ملا ہے۔

اہلِ زبان اس محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت میں رطب اللسان ہیں جنہوں نے وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ کے فیضان سے پوری انسانیت کو سرفراز فرمایا اور نطق انسانی کو وہ بلندی عطا فرمائی کہ ساکنان عالم ملکوت مہر بہ لب نظر آتے ہیں۔

ارباب فکر و نظر ان کی بارگاہ عظمت میں فکر و شعور کا خراج پیش کرنے کے لئے حاضر ہیں اس لئے کہ ان بعثتِ کبریٰ نے انسان کی فکری توانائیوں کو جلا بخشی اور ان سے تعمیر انسانیت کا کام لیا۔ اگر ان کی تشریف آوری نہ ہوتی تو فکر انسانی اوہام باطلہ کی ظلمتوں سے نکل کر آفاق و انفس کے مطالعہ اور مشاہدہ کے قابل نہ ہو سکتی۔ یہ انہیں کی دعوت تھی جس نے عقل و تدبر اور فکر و شعور کو اپنا مخاطب اولیں قرار دیا اور شعور انسانی کو اس قدر وسعتیں بخشیں کہ وہ کائنات کے سربستہ رازوں کا انکشاف کر سکے اور مہ و کہکشاں پر کمندیں ڈال سکے۔

ارباب علم ان کے مقدس قدموں میں اپنا سرمایۂ علم و فضل نچھاور کرنے کے لئے بے قرار ہیں اس لئے کہ ان کا ظہور اقدس دراصل جہل و غباوت کے خلاف ایک انقلاب عظیم تھا۔ وہ غار حرا کی تنہائیوں سے افق عالم پر جلوہ گر ہوئے تو ان کے مقدس ہاتھوں میں وہ ام الکتاب تھی جو کائنات کے جملہ علوم و معارف کی کلید ہے جن کی دعوت نے ان تمام علوم و فنون کی طرف رہنمائی کی جو انسانی زندگی کو روحانی اور مادی ہر اعتبار سے عظمت و وقار کے نقطۂ انتہا تک پہونچا سکیں۔ اگر وہ تشریف نہ لاتے تو دنیا آج بھی پتھروں کے عہد ہی میں سانس لے رہی ہوتی۔

اخلاق انسانی کی قدر و قیمت کا احساس رکھنے والے اس صاحب خلق عظیم کے حضور میں سر و قد کھڑے ہیں اس لئے کہ ان کی ولادت طیبہ دراصل خلق انسانی کو معراج کمال پر پہونچانے کا سبب بنی ورنہ ان سے پہلے اہل دنیا اخلاق حسنہ کی ان عظیم قدروں سے نا آشنا تھے جنہوں نے زندگی کے تمام گوشوں کا احاطہ کر رکھا ہے۔

مقننین عالم اس عظیم قانون داں اور قانون ساز پیغمبر کے حضور میں نذر غلامی پیش کرنے کے لئے حاضر ہیں جس نے دنیا کو سب سے پہلے قانون اور اس کی برتری کا حقیقی شعور بخشا اور صرف طاقت کے سامنے سجدہ ریز ہونے والے انسانوں کو ایسا قانونی معاشرہ عطا فرمایا جہاں قانون ہی کی حکمرانی ہو۔ وہ قانون جس کی نگاہ میں ہر فرد برابر ہو۔ جس کا محکمۂ احتساب آقا اور غلام کا امتیاز نہ کرتا ہو جس کی نگاہ میں حکمراں اور محکوم دونوں برابر ہوں اور جس کا دائرہ عمل پوری کائنات انسانی ہو اور جو ہر دور، ہر عصر اور ہر طبقۂ انسانیت کے لئے یکساں ممکن العمل ہو۔

آزادی جیسی عظیم نعمت کا تحفظ کرنے والے مجاہدین حریت اس پیغمبر اعظم کے حضور میں نیاز مندانہ حاضر ہیں جس نے دنیا کو سب سے پہلے شعور آزادی بخشا جس نے انسانوں کو اپنے ہی جیسے انسانوں کی بندگی سے آزاد فرمایا۔ جس نے اوہام و خرافات کی زنجیریں توڑیں جس نے انسان کی پیشانی کو عرش کی رفعتیں بخشیں جس نے انہیں لقد کرمنا بنی آدم کا مژدہ سنایا اور لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم کا زریں تاج پہنایا جس نے غلاموں کو آقائی کا منصب عطا فرمایا، جس نے

شرفِ انسانی کا تحفظ کیا اور صبحِ قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں کو اس کے تحفظ کا ناقابلِ شکست جذبہ عطا فرمایا۔ آج دنیا میں جہاں جہاں انسانی شرف و کرامت اور وقارِ آدمیت کا چرچا ہو رہا ہے وہ اسی پیغمبر انسانیت کے پیغامِ مقدس کی آواز بازگشت ہے۔

انسانی تہذیب و تمدن کے ارتقاء کی تاریخ مرتب کرنے والے تہذیب و تمدن کے اس معمارِ اعظم کی بارگاہ عرش وقار میں اپنے قلم و قرطاس کی متاعِ عزیز نچھاور کرنے کے لئے بے تاب ہیں جس نے انسانی زندگی کو وحشت کی تاریکیوں سے نکال کر مدنیت کے اجالوں سے روشناس کیا جس کے کفِ پا کی طلعت زیبا سے تمدن انسانی کی سحر جلوہ گر ہوئی جس نے صحرا نشینوں کو قافلہ ہائے تہذیب کی قیادت کا شرف بخشا۔

پرستارانِ عدل، عادلِ مطلق کے اس نائبِ اعظم کے دربار گہربار میں اپنی عقیدتوں کے پھول نچھاور کرنے کے لئے بے قرار ہیں جس نے ظلم و جور، شقاوت و بربریت سے بھری ہوئی دنیا کو معمورۂ عدل و انصاف بنا دیا تھا جس نے دنیا کو ایک ایسا نظامِ عدل عطا فرمایا کہ اگر آج بھی اس کو اپنا لیا جائے تو ظلم ہمیشہ کے لئے فنا ہو جائے، آج کی بے قرار انسانیت کو ہمیشہ کے لئے قرار مل جائے اور دنیا امن و سکون کا گہوارہ بن جائے۔

جغرافیائی، طبقاتی، نسلی قومی اور لسانی، اعتبارات باطلہ میں منقسم متحارب اور سسکتی ہوئی انسانیت وحدتِ انسانی کے اس داعیِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں زندگی کی بھیک لینے کے لئے حاضر ہے، جس نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے ان تمام امتیازات کا خاتمہ کر دیا تھا، جس کی نگاہ کرم میں تمام انسان برابر ہیں کلکم من آدم و آدم من تراب

مساوات انسانی کے علمبردار آج اس عظیم معلم مساوات انسانی کے فضل و کمال کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں جس نے آقا اور غلام، مالک و مملوک راعی و رعیت، حکمراں و محکوم، مالک و مزدور، سرمایہ دار و مفلس، کالے اور گورے، عربی و عجمی سب کو برابر قرار دیا تھا اور صرف زبان ہی سے نہیں بلکہ اپنے عہد پاک میں سب کو ایک مقام پر کھڑا کر کے واضح کر دیا تھا کہ مذکورہ بالا تقسیمیں غیر فطری ہیں، فطرت کا تقاضہ ہے کہ انسان کو صرف انسان کی حیثیت سے دیکھا جائے۔

پوری دنیا میں حقوقِ انسانی کے حصول کے لئے جدوجہد کرنے والے مبلغِ انسانیت کے اس نیرِ اعظم کو کس طرح فراموش کر سکتے ہیں جس نے اس دنیا میں سب سے پہلے حقوقِ انسانی کا تعین فرمایا جس نے معاشرے میں بسنے والے ہر فرد کے حقوق کے لئے واضح خطوطِ عمل مقرر فرمائے۔ فرد کا خاندان سے تعلق، پڑوس سے تعلق، معاشرے سے تعلق، حکومت سے تعلق اور پھر پوری انسانیت سے تعلق ان کے علاوہ بھی حقوقِ انسانی کا وہ کون سا گوشہ ہے جسے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تشنۂ قانون چھوڑا ہو۔ آج دنیا نے انسانی حقوق کی جو وضاحتیں پیش کی ہیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے ۱۴ سو سال پہلے اس سے زیادہ حقوق انسانوں کو عطا فرمائے ہیں۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آج دنیا کے وہ ستم رسیدہ اور مظلوم بھی حاضر ہیں جنہیں دنیا کے اربابِ اقتدار نے اپنے مفادات کی قربان گاہ پر چڑھانے کا فیصلہ کر لیا ہے اور ان مظلوموں کے پاس سرکار اقدس میں پیش کرنے کے لئے آہوں، سسکیوں اور آنسوؤں کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے مگر انہیں یقین ہے کہ اگر حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نگاہ کرم ہو گئی تو مظلومیت کی تاریک رات امن و عافیت کی روشن صبح میں تبدیل ہو جائے گی۔

وہ گنہ گار بھی حاضر ہیں جن کو خدائے غفار نے خود شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کا حکم دیا ہے ولو انہم اذ ظلموا انفسہم الخ وہ اپنے گناہوں کا بوجھ اپنے کاندھوں پر اٹھائے ہوئے شکستہ دل، پریشان حال، منفعل پلکوں کو ندامت کے آنسوؤں سے سجائے ہوئے امیدِ مغفرت لئے ہوئے اس یقین کے ساتھ حاضر ہیں کہ ان کے در سے کسی سائل کو محروم نہیں لوٹایا جاتا۔

اور وہ دیوانے بھی اپنا سوزِ دروں اور دردِ دل اس شہنشاہ خوباں کی بارگاہ عالم پناہ میں پیش کرنے کے لئے حاضر ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار سے ان کا درد مانگ کر خود کو کائنات کی تمام خواہشات اور تمناؤں سے آزاد کر لیا ہے۔

سب کچھ خدا سے مانگ لیا تم کو مانگ کر
اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ مرے اس دعا کے بعد

عالمی مسائل اور پیغمبرِ عالم

علامہ عبدالستار خان نیازی

آج روئے زمین کی انسانی آبادیوں پر نگاہ دوڑائی جائے تو تین بنیادی مسائل نے ہر جگہ انسان کو لاچار، مضمحل، پریشان اور دکھی بنا رکھا ہے۔

پہلا مسئلہ اخوتِ انسانی کا ہے۔ آج انسان کی ترقی کا راستہ بتوں، چڑیلوں، بدروحوں، درندوں اور سانپوں نے نہیں روک رکھا بلکہ آج انسان کی ترقی اور حریت کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ وہ پلید انسان ہیں جنہوں نے ان تمام بدارواح اور خبیث قوتوں کی خصلتیں اپنا لینے کی قسم کھا رکھی ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ انسان کا سہارا انسان بنتا، انسان کی رہنمائی انسان کرتا، انسان کا ہاتھ انسان بٹاتا اور انسان کی مشکلات کو انسان حل کرتا، لیکن آج انسان کو سب سے بڑی فکر ہے تو انسان پر ایٹم بم، ہائیڈروجن بم، زہریلی گیس اور زہریلے جراثیم برسانے کی۔ اگر انسان قمر و مریخ کا عزم کرتا ہے تو افلاک سے رحمتیں حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ بنی نوعِ انسان پر جنگ کے مُردہ دیوتا کے ساتھ سازش کر کے ہلاکت و مصیبت اور آگ برسانے کی خاطر۔ یہ صورتِ حال ان منافقین کی مساعی سے کبھی اصلاح پذیر نہیں ہوگی جو جمعیت اقوام بناتے ہیں تو کمزور کا گھر لوٹ لیتے ہیں۔ طاقتور کی خونخواری کی تسکین کی غرض سے اور یو این او بناتے ہیں تو کشمیر اور فلسطین کی قسمت سے کھیلنے کے واسطے، جو جنیوا میں اکٹھے ہوتے ہیں تو مشرقِ وسطیٰ کی بندر بانٹ کی غرض سے اور جو دولِ کبیر کی مجلس کا اہتمام کرتے ہیں تو مللِ صغیر کو اپنا نخچیر بنائے رکھنے کی خاطر ؎

در جنیوا چیست غیر از مکر و فن
صیدِ تو ایں میش و آں نخچیرِ من!

؎ خالی ہے صداقت سے سیاست تو اسی سے
کمزور کا گھر ہوتا ہے غارت تو اسی سے
اقوام میں مخلوقِ خدا بٹتی ہے اسی سے
اور قومیتِ اسلام کی جڑ کٹتی ہے اسی سے

انسانی اخوت اس وقت تک ممکن نہیں جب تک تمام انسانوں کے مابین کوئی بنیادی قدرِ مشترک دریافت نہ کر لی جائے۔ انسانی معاشروں کے مابین کوئی بنیادی قدرِ مشترک اس وقت تک دریافت نہیں ہو سکتی جب تک انسان ایک پیدا کرنے والے، ایک پالنے والے اور ایک جان قبض کرنے والے کی توحید پر متفق نہیں ہو جاتے۔ نظریاتی توحید اس وقت تک قانون اور شریعت کی توحید پر منتج نہیں ہو سکتی جب تک کہ توحید کا سبق آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے حاصل نہ کر لیا جائے۔

دل بہ محبوبِ حجازی بستہ ایم
زیں جہت با یکدگر پیوستہ ایم

اخوتِ انسانی کے بعد آج انسانیت کو جو دوسری حاجت لاحق ہے، وہ جابرانہ اور مستبدانہ حکومت کی اصلاح ہے۔ انسانوں نے اپنی اپنی کمائی حسبِ توفیق ٹیکس ادا کر کے حکومت کا خزانہ اکٹھا بنایا تھا کہ محتاجوں کی حاجت روائی ہو سکے اور اجتماعی ضروریات کی کفالت مشترکہ جدوجہد سے ہو جائے۔ انسان نے اپنی حریت سے چند جگر کی بوٹیاں نوچ کر حکومت کو اس لئے اقتدار سونپا تھا کہ فرد کے ناموس اور وقار کا قرار واقعی تحفظ ہو سکے، لیکن آج امریکہ ہو یا روس، جاپان ہو یا چین حکومتیں انسان کے سر پر سند باد جہازی کے پیرِ تسمہ پا کی مانند اس طرح مسلط ہوئی ہیں کہ غریب کو دوڑا دوڑا کر ہلکان کر دیا ہے۔ خود کردہ اقتدار سے پی پی کر مست ہو جاتے ہیں، غریب سند باد کو لقمۂ حلال بھی حلق سے اتارنے کی مہلت نہیں ملتی۔ اس مرض کا تدارک بھی کسی پیرِ اقتدار کی گدی پر کسی دوسرے پیرِ اقتدار کو بٹھا کر ممکن نہیں بلکہ اس کا ایک ہی اصولی حل ہے کہ اقتدار کے بتوں کو ان کے سنگھاسن سے اتار کر چکنا چور کر دیا جائے۔ انسان پر کسی انسان کو اپنی رائے سے حکم چلانے کا حق نہیں۔ حکومت صرف اللہ ہی کی ہے ——

اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ ؎

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی، باقی بتانِ آزری

اللہ کے اختیارات کی تفویض آخری رسول کو سونپی گئی تھی اب انسان کے لئے سوائے رسول کا نائب بن کر کچہری یا دربار میں احکام جاری کرنے کی کوئی وجہ جواز نہیں ہے۔

خلافت بر مقام ما گواہی است
حرام است آنکہ برما بادشاہی است
ملوکیت ہمہ مکر است و نیرنگ
خلافت حفظِ ناموسِ الٰہی است

انسانیت کا تیسرا اہم مسئلہ آج کل یہ ہے کہ حریتِ فکر کی تحریک اس لئے چلائی گئی تھی تاکہ انسانوں کو جھوٹے آقاؤں اور ظالم فرمانرواؤں کی اطاعت سے نجات ملے۔ ہر انسان کو حق حاصل ہے کہ جو چاہے اور جس طرح چاہے سوچے، یقین کرے اور عمل کرے لیکن مصیبت یہ لاحق ہو گئی ہے کہ پابندیٔ افکار سے نجات دلانے کے لئے حریتِ افکار کا جو داعی اٹھتا ہے، نمرود، شداد، ہامان و فرعون بن کر بنی نوع انسان پر اپنے ذاتی، طبقاتی، نسلی اور خیالی اوہام و تعصبات مسلط کرنے کے درپے ہو جاتا ہے۔

ابھی تک آدمی صیدِ زبونِ شہریاری ہے
قیامت ہے کہ انساں نوعِ انساں کا شکاری ہے

جب لینن اور اسٹالن کروڑوں انسانوں کو فنا کے گھاٹ اتار چکے، جب انقلاب کے نامور ترین علمبردار عمر بھر تعذیب و تعزیر اور زندان و سلاسل میں گزار چکے تو اب کمیونسٹ لیڈروں پر یہ راز کھلا کہ مارکس کی تعلیمات کا نفاذ متشددانہ انقلاب اور قتل و غارت کے بغیر جمہوری طریقوں سے بھی ہو سکتا ہے۔ امریکی سفاک جب ریڈ انڈین کی نسلوں کا صفایا کر چکے اور حبشی غلاموں کی کثیر آبادی کو زیردست بنا چکے تو انہیں غلاموں کو آزاد کرانے، نوآبادیات کو ڈومینین سٹیٹس دلانے اور حریت و جمہوریت کے متعلق وعظ کرنے میں بڑی راحت محسوس ہوتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ یہ حریت فلسطین میں امریکہ کے متبنیٰ (اسرائیل) کو ضرر نہ پہنچائے اور الجزائر میں غلاموں کو جب آزادی عطا کی جائے تو وہ رضامندانہ طور پر اپنے آقاؤں کا طوق اپنے گلے میں ڈالنے پر آمادہ رہیں ورنہ جمہوریت کا غلط استعمال کرنے والوں کے علاج کے لئے کنٹرولڈ اور گائیڈڈ ڈیماکریسی کا پورا عطار خانہ موجود ہے۔

تہذیب کا کمال شرافت کا ہے زوال
غارت گری جہاں میں ہے اقوام کی معاش
ہر گرگ کو ہے برّۂ معصوم کی تلاش

تحریکِ حریتِ فکر کی اس بے راہ روی کا علاج فقط یہ ہے کہ انسان پر کسی دوسرے انسان کے افکار کی پیروی کی پابندی نہیں، البتہ تمام امتی انسانِ کامل صلی اللہ علیہ وسلم کے افکار کے مطیع رہنے کے پابند ہیں کیوں کہ اس کے بغیر دوسرے انسانوں کی حریتِ فکر قائم نہیں رہ سکتی۔

دل بحق بربند و راہِ مصطفیٰ رَو!

(ترجمہ) اے پیروانِ دعوتِ ایمانی! اللہ اور اس کے رسول کی پکار کا جواب دو جب وہ پکارتا ہے تاکہ تمہیں موت کی حالت سے نکال کر زندہ کر دے۔

محمد کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامنِ توحید میں آباد ہونے کی

انسانیت کی نجات رحمۃ للعلمین کی پیروی میں ہے۔

مجمل طور پر ہم دیکھ چکے ہیں کہ انسان کے علم کا آغاز ایسے حالات و کوائف کے ماتحت ہوتا ہے جن کی تحقیق و تفتیش وہ ایک حد سے آگے نہیں کر سکتا ہم نے یہ بھی دیکھا کہ انسان کا علم ایک ایسی حد پر ختم ہو جاتا ہے جس سے آگے کے مسائل فقط انسانی جستجو سے حل نہیں ہو سکتے۔ ہم نے یہ بھی دیکھا کہ آغاز و انتہا کی ان دو لاعلمیوں کے مابین انسانی علم کی جو مختصر سی زندگی ہے اس کے دوران میں بھی علم کی بقا انسانی معاشرے کی بقا کی محتاج ہے۔ جب علم سے علم ٹکراتا ہے جب پیچیدہ معاشرتی مسائل کا حل معلومات سے فراہم نہیں ہوتا تو اس وقت انسان کو کائنات کی اس فطری ہدایت کی جانب سے راہنمائی کی حاجت ہوتی ہے جس کا پیغام صرف نبی بتا سکتے ہیں۔ جہاں علم کی حد ختم ہوتی ہے وہاں سے نبوت کی سرحد شروع ہوتی ہے لیکن ابتدائے آفرینش سے علم کی سرحد آگے ہی آگے بڑھتی چلی گئی حتیٰ کہ خالق کائنات کو ایک حد تک پہنچ کر نبوت کی سرحد ختم کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی کیونکہ محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ذاتِ اقدس میں کائنات کے لئے ایک ایسا اسوۂ کاملہ وجود میں آ گیا جس کی کامل رہنمائی سے زندگی کے تمام مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر لحاظ سے رضائے الٰہی کے حصول کا مکمل نمونہ پیش کیا۔ بحیثیت ایک جج، بحیثیت ایک کمانڈر انچیف، بحیثیت ایک معلم اخلاق، بحیثیت ایک مصلح معاشرہ، بحیثیت ایک قانون ساز، بحیثیت ایک ماہر معاشیات و اقتصادیات غرضیکہ انسانی زندگی کے ہر پہلو سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قائدانہ صلاحیتیں اس مقام پر ہیں کہ انسانیت اپنی تکمیل کے لئے ہر وقت انہیں ذروۂ کمال پر دیکھے گی۔ بلکہ مقام نبوت کی وسعتیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے انسانی ترقی کے لئے دامن کھلا

رکھیں گی ۔

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بو
آنکہ از خاکش بروید آرزو
یا ز نورِ مصطفےٰ او را بہا ست
یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفےٰ است
خلق و تقدیر و ہدایت ابتدا است
رحمۃ للعلمینی انتہا است

آج امکانی لحاظ سے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر علم کے تمام دروازے اس طرح سے کھلے ہیں کہ انبیائے بنی اسرائیل جن مسائل کو وحی سے حل کرنے کے محتاج تھے، وہ آج علمائے امتِ محمدی اتباعِ محمدی کے ذریعے حل کر سکتے ہیں، لیکن حصولِ کمالات و ترقی مقامات کے ان لامحدود امکانات میں اپنی ہستی گم کر بیٹھنے اور ہدایت کے بجائے گمراہی سے بچنے کے لئے یہ لازمی ہے کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو زندگی کے ہر شعبے میں ہر پہلو سے آخری حجت تسلیم کیا جائے۔ ایسا نہ کیا گیا تو خود علم سے ٹکرا جائے گا۔ ایک معاشرتی طبقے سے دوسرے معاشرتی طبقے کا فساد ہو جائے گا۔ مِلّی عالم اخوت و مساواتِ محمدی سے بہرہ ور ہونے کے بجائے اس قسم کی ہلاکت آفریں جنگوں، اقتصادی رقابتوں اور معاشرتی تسفل میں گرفتار ہو جائیں گی جن کا مشاہدہ ہم دو عالمگیر جنگوں کے زمانے میں خود اپنی آنکھوں سے کر چکے ہیں اور تیسری عالمگیر جنگ کی تیاریاں ہر لحظہ ہمیں یاد دلاتی ہیں کہ رحمۃ للعالمین کی غلامی سے انکار کرنے والی قومیں اسی طرح ایک دوسرے کو چیر پھاڑ کر کھا جائیں گی جس طرح بچھو کے بچے خود ماں کے پیٹ کو نوچ کر پیدا ہوتے ہیں اور ان کی اولاد خود ان کے لئے فرشتہ اجل کا حکم رکھتی ہے۔

یہی احساس تھا جس نے حضرت سید جمال الدین افغانی علیہ الرحمۃ کو اتحادِ عالم اسلامی کی مساعی میں عمر صرف کر دینے پر مجبور کیا۔ یہی وہ احساس تھا جس کے ماتحت برصغیر کے مسلمانوں نے تحریکِ خلافت، تحریکِ ہجرت، تحریکِ شہید گنج اور بالآخر تحریکِ پاکستان میں ہر قسم کی قربانیاں دیں، یہی وہ احساس تھا جس نے بالآخر مجسّم ہو کر آج سے چالیس سال قبل دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت کی بنیاد ڈالی۔

سرورِ کونین رحمۃ للعالمین اور عالمِ غیب و شہود کے لئے یکساں پیغمبری کا پیغام لانے والے نبی کے اس مختصر تذکرے میں نامناسب نہ ہوگا، اگر میں اختتام علمی مسائل کے تذکرے کے بعد ان کے عملی پہلوؤں کی مقتضیات پر کروں۔ قیام پاکستان کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہ تھی کہ مسلمان بجز خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے اپنی ذاتی اور اجتماعی زندگی، اپنی قومیت اور اپنی سیاست، اپنے وطن اور ترقی کے لئے کسی اور معیار کو قبول کرنے پر آمادہ نہ تھے۔ آج تک پاکستان میں جو خلل پیدا ہوا اس کی کوئی بنیادی وجہ سوائے اس کے نہ تھی کہ ہم نے اپنے ہر مسئلے میں ہر پہلو سے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں کچھ کوتاہی کی۔ پاکستان میں موجودہ خلل اس وقت تک دور نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہم اس کو دور کرنے کے لئے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی جانب رجوع نہ کرتے۔ آئندہ بھی پاکستان کو سوائے اس کے کسی خلل کا اندیشہ نہیں ہو سکتا کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں خدانخواستہ کسی کوتاہی کے مرتکب ہوں۔

ایک وقت تھا جب دنیا میں اسلامی مبلغین کے لئے سب سے اہم مسئلہ توحید کی تبلیغ تھی۔ ایک وقت تھا جب نظریۂ توحید اقطاعِ عالم میں تسلیم کر لیا گیا تب مسلمانوں نے توحید کی تبلیغ کے لئے مشکلیں پیدا کرنے کے بجائے ان اولیاء اللہ اور عارفین کی تربیت کی حاجت زیادہ محسوس کی جو تالیفِ قلوب کے ذریعے مجوس و ہنود کے موحدین کو اسلامی تربیت کے زیور سے آراستہ کرتے رہے۔ پھر ایک ایسا دور بھی تھا جب توحید کی تبلیغ یا شریعت کے نفاذ کے مقابلے میں مسلمانوں کو جہاد بالسیف، کشورکشائی اور جدال و قتال کی جانب زیادہ توجہ دینی پڑی۔ ایک اور دور بھی تھا جب مسلمانوں کی تعداد بہت بڑھ گئی لیکن شعائر و عبادات اسلامی کی پابندی میں کوتاہی کی جاتی تھی۔ لہٰذا معلّمین اسلام کو عقائد و اعمال کی نسبت عبادات پر زور دینے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ آج انسانیت اس مرحلے پر پہنچ چکی ہے کہ اسلامی تعلیمات کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس کا کوئی معاشرہ اصولی انکار کر سکے۔



نخلستانِ حجاز

تو جو اللہ کا محبوب ہوا، خوب ہوا
یا نبی خوب ہوا، خوب ہوا، خوب ہوا
اے شہنشاہِ رسل فخرِ رسل، ختمِ رسل
خوب سے خوب، خوش اسلوب ہوا خوب ہوا
حسنِ یوسف میں ترا نور تھا اے نورِ خدا
چارۂ دیدۂ یعقوب ہوا، خوب ہوا
فخر آدم کو نہ ہوتا جو فرشتہ ہوتا
بنی آدم سے جو منسوب ہوا، خوب ہوا
حشر میں امتِ عاصی کا ٹھکانہ ہی نہ تھا
بخشوانا تجھے مرغوب ہوا، خوب ہوا
داغ ہے روزِ قیامت مری شرم اس کے ہاتھ
میں گناہوں سے جو محجوب ہوا، خوب ہوا

—— داغ دھلوی

ان کے انگشتِ مقدس سے سمندر نکلے
مسکرائے تو چمکتے ہوئے گوہر نکلے
عزم و ہمت کا علم دہر کے سینے پہ گڑا
ان کے دستے سے سکندر ہی سکندر نکلے
اشکِ ظلمت کو ملی نور و ضیا کی خوشبو
درد و غم ان کے درِ پاک سے ہنس کر نکلے
گل کی تابندہ قبا سے ہوا ملبوس چمن
لمسِ نازک سے دلِ خار معطر نکلے
کفر کے غار میں بے ہوش ہے کذب و دروغ
کوثرِ صدق میں ڈوبے ہوئے منظر نکلے
فہمِ انسان کی پرواز رہی گم قدسی
ایک امی سے حسیں کتنے سخنور نکلے

سید اولاد رسول قدسی

اک نام ہے ضرور مگر کس کا نام ہے
میرے لبوں پہ شام و سحر کس کا نام ہے
ہے کون وجہ شق قمر جس کی ذات ہے
ظلمات میں پیامِ سحر کس کا نام ہے
والا صفات ذات ہے کس کی بنائے دہر
نخلِ دلِ جہاں کا ثمر کس کا نام ہے
کس کا ہے در کہ طورِ محبت کہیں جسے
سب کے لیے قرارِ نظر کس کا نام ہے
یادِ خدا میں ذکرِ پیمبر شعار ہے
معلوم اب ہوا ہے ہنر کس کا نام ہے
نورِ خدا نہ طیبہ میں جس کو دکھائی دے
معلوم کیا اسے کہ نظر کس کا نام ہے
بوسے ملائکہ نے لیے ہیں جو بار بار
میری زباں پہ آٹھ پہر کس کا نام ہے
ذکرِ نبی شعار کیا تو پتا چلا
خوشحالی چیز کیا ہے، ظفر کس کا نام ہے
برزخ میانِ بندہ و خلاق کون ہے
نورِ خدا و خیرِ بشر کس کا نام ہے
لب پر دعا ہے اور توسل نبی کا ہے
مجھ کو یہ علم ہے کہ اثر کس کا نام ہے
آئے حضور تو شبِ دیجور میں کھلا
کیا شے ضیا ہے، نورِ سحر کس کا نام ہے
مداحِ مصطفٰے کو خبر ہی نہیں کوئی
دردِ حیات و دردِ جگر کس کا نام ہے
محمود گردِ راہِ مدینہ کی ہے طلب
میں جانتا ہوں، کحلِ بصر کس کا نام ہے

—— راجہ رشید محمود

چاندنی شرماتی ہے آقا کا دامن دیکھ کر
خلد للچا جائے گی طیبہ کا گلشن دیکھ کر
مرضیِ محبوب کا طالب ہے ربِّ کائنات
رخ بدلتا ہے فلک آقا کے چتون دیکھ کر
چرخ کا دامن تو سیاروں سے تاباں ہے مگر
وہ بھی گردش میں ہے ان کا نوری آنگن دیکھ کر
وہ مطہر وہ مزکی ان کا گھر مینارِ نور
لپٹی جاتی ہے طہارت ان کا دامن دیکھ کر
کتنے طوفانوں کو آقا نے کیا موجِ نسیم
رہبرِ عالم بنے ہیں کتنے رہزن دیکھ کر
نور اور ظلمت کی رستاخیز یاد آنے لگی
سر بکف یارانِ پیغمبر کے مدفن دیکھ کر
مسکرائے چاند ان کی ایڑیوں کو چوم کر
آ گھرے کالی گھٹا زلفوں کا ساون دیکھ کر
اہلِ ایماں کھول جاتے ہیں کسی گستاخ سے
مصطفٰے کی شانِ بے مثلی پہ قدغن دیکھ کر
ان کی جو دو بوند پائے دو جہاں میں ہو نہال
کیا بچے آنکھوں کو ان کا روئے روشن دیکھ کر
کر و فر و شان و شوکت عشق میں سب ہیں فضول
مے یہاں ملتی ہے لیکن دل کا برتن دیکھ کر
بدر عالم کاش خود کو تو کسی قابل بنا
وہ تو اپناتے ہیں لیکن تن نہیں من دیکھ کر

—— بدر القادری مصباحی

مسئلہ شفاعت پر ایک تحقیقی نظر

علامہ فضل حق خیرآبادی
ترجمہ: محمد عبدالحکیم شرف قادری

شفاعت کے اقسام

شفاعت، سفارش کو کہتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) گناہوں کی بخشش کے لئے۔ (۲) مراتب کی بلندی کے لئے۔

ایک شخص دوسرے کے سامنے کسی کی سفارش کرتا ہے تو وہ اس لئے مقبول و منظور ہوتی ہے کہ پہلے شخص کو دوسرے کے سامنے عزت و شرافت حاصل ہوتی ہے، عزت و شرافت کی چند وجہیں ہوتی ہیں:

شفاعتِ وجاہت

(۱) جس کے پاس سفارش کی گئی ہے اس نے سفارش کرنے والے کو اپنی بارگاہ میں قرب عطا کیا ہے اور اپنے متعلقین میں اسے عزت و امتیاز بخشا ہے۔ ان عزتوں میں سے ایک یہ ہے کہ دیگر ماتحت افراد کے مراتب کی بلندی اور گناہگاروں کی معافی کے لئے اسے بات کرنے کی اجازت ہے، اس کی عرض قبول کی جاتی ہے اور اس کی سفارش مانی جاتی ہے، اگر اس معزز شخصیت کی عرض اور سفارش کو رد ما نا جائے تو اس کے رنجیدہ ہونے سے اس شخص کو (جس کی بارگاہ میں سفارش کی گئی ہے) کوئی رنج یا نقصان نہیں پہنچے گا لیکن اس کی عرض کو نہ ماننا اور اس کی بات کو اہمیت نہ دینا اس عزت افزائی اور بندہ نوازی کے خلاف ہے جو اس شخص کو دی گئی ہے، یہ شفاعتِ وجاہت ہے۔ اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ جس کے پاس سفارش کی گئی ہے اسے شفاعت کرنے والے کی ناخوشی سے خطرہ ہو اور سفارش قبول نہ کرنے کی صورت میں نقصان کا خوف ہو کیونکہ شفاعت کا معنی سفارش اور وجاہت کا معنی لحاظ اور عزت ہے، کسی لفظ سے ڈر اور فکر نہیں سمجھا جاتا۔

اہل ہر شخص جانتا ہے کہ شفاعت اور سینہ زوری الگ الگ ہیں سفارش میں سینہ زوری نہیں ہوتی، اگر کوئی شخص کسی کی بات نقصان یا ضرر کے ڈر سے مانتا ہے تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے سفارش مان لی، یہ سفارش کا ماننا نہیں بلکہ اپنے نقصان اور ضرر کو دور کرنا ہے، اسے اطاعت کہا جا سکتا ہے کیونکہ نافرمانی کی صورت میں نقصان کا خوف ہوتا ہے، سفارش قبول کرنے میں کوئی خوف شامل نہیں ہوتا مثلاً ایک صاحبِ اقتدار بادشاہ اپنے ہمنشینوں میں سے کسی کو اتنا مقام و مرتبہ عطا کرتا ہے کہ اسے حاجت مندوں کی حاجتیں پیش کرنے اور مجرموں کے لئے معافی چاہنے کی اجازت ہے، اسے دوسروں کی نسبت یہ خصوصیت حاصل ہے، وہ شخص بادشاہ سے کسی ایسے گناہ کے بخشنے کی درخواست کرتا ہے جسے بخش دینا بادشاہ سے بعید نہیں ہے، بادشاہ اس کے جاہ و منزلت کا لحاظ کرتے ہوئے وہ گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس مقرب کی سفارش قبول کر کے اس کی عزت افزائی کرتا ہے تو نہیں کہا جا سکتا کہ بادشاہ نے اپنے کارخانۂ سلطنت میں خلل کے خوف سے سفارش قبول کی ہے بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ بادشاہ نے اپنے مقرب ترین خادم کے مقام کی رعایت اور اس کی دلداری کے لئے اس کی سفارش قبول کی ہے اور مجرموں کے گناہ معاف کر دئے ہیں اور اگر کوئی شخص برائے نام بادشاہ ہو اور امور مملکت کے بست و کشاد اور قوانین سلطنت کے نفاذ کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، دوسرے لوگ حکومت کے تمام شعبوں پر مسلط ہوں، ملک کے بست و کشاد اور نظم و ضبط پر مکمل اختیار رکھتے ہوں، ان اربابِ اقتدار میں سے کوئی شخص برائے نام بادشاہ سے کسی مجرم کی معافی کا مطالبہ کرتا ہے اور بادشاہ اس خوف سے کہ اگر اس کے کہنے پر عمل نہ کیا تو اس سے ضرر پہنچے گا یعنی ظاہری حکومت بھی جاتی رہے گی، اس کے کہنے پر عمل کرتا ہے اور مجرم کا گناہ معاف کر دیتا ہے تو نہیں کہا جا سکتا کہ بادشاہ نے اس کی شفاعت قبول کر لی ہے بلکہ بادشاہ فی الواقع ان لوگوں کا تابع اور پابند ہے اور ان کی بات ماننے پر مجبور ہے، اسے فرمانبرداری اور اطاعت تو کہا جا سکتا ہے، قبولِ شفاعت نہیں کہا جا سکتا۔

اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ وجاہت و عزت، خوف اور اندیشہ کے بغیر قبولِ شفاعت کا سبب بن سکتی ہے۔

یہ تو ہوئی عقلی دلیل، اب سنئے نقلی دلیل۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں فرمایا ہے اور دنیا و آخرت کی وجاہت سے ان کی تعریف فرمائی ہے:

وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ

"دنیا اور آخرت میں وجاہت (عزت) والے اور مقربین میں سے ہیں"

مفسرین اُخروی وجاہت کو شفاعت پر محمول فرماتے ہیں۔ علامہ بیضاوی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اَلْوَجَاهَةُ فِي الدُّنْيَا النُّبُوَّةُ وَفِي الْاٰخِرَةِ الشَّفَاعَةُ

"یعنی وجاہت دنیا میں نبوت ہے اور آخرت میں شفاعت"

(۲) شفاعت محبت

جس کے پاس سفارش کی گئی ہے اسے سفارشی سے محبت ہو، محبت کا تقاضا یہ ہے کہ محبوب کی رضا جوئی اور

ہر طرح اس کے دل کو خوش کرنا منظور ہوتا ہے۔ دل شکنی اور رنج کے اسباب اس سے دور کئے جاتے ہیں کیونکہ محب، محبوب کی دل شکنی بلکہ دوست دوستوں کا دل دکھانے کے روادار نہیں ہوتے۔ اہل محبت محبوبوں کی دل آزاری گوارا نہیں کرتے۔ ان کی فرمائش قبول کرتے ہیں، دعائیں قبول کرتے ہیں، ان کی سفارش قبول کرتے ہیں اور اگر ان کی سفارش قبول کرنے میں

یہ خطرہ نہیں ہوتا کہ اگر ان کی سفارش قبول نہ کی گئی تو غیظ و غضب میں آ کر ان کو رنجیدہ کر سکتے ہیں بلکہ اس میں اگر ان کے دلوں کو صدمہ پہنچ سکتے ہیں کیونکہ دلداری محبت کا تقاضا ہے اور محبوب کی بات مان لینا اس صفت کو لازم ہے۔ یہ حال اس شخص سے پوچھا جا سکتا ہے جو محبت رکھتا ہو، یہ حقیقت عقلاً اور نقلاً ثابت ہے۔

عقلی ثبوت تو بیان ہو چکا، نقلی ثبوت ملاحظہ ہو۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کَمْ اَشْعَثَ اَغْبَرَ ذِیْ طِمْرَیْنِ لَا یُؤْبَہُ لَہٗ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ۔

"بہت سے گرد آلود بالوں والے خاکسار جن کے پاس دو پرانی چادروں کے علاوہ کچھ نہ ہو اور جنہیں کوئی اہمیت نہ دی جاتی ہو ایسے ہوتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کے حق میں قسم کھائیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری کر دے گا۔"

یعنی اللہ تعالیٰ ان کی دلداری کرے گا اور جس بات کی انہوں نے قسم کھائی ہے اسے پورا کر دے گا اور ان کی خواہش رد نہیں فرمائے گا۔

غور کیجئے! یہ تمام تقاضائے محبت ہے ورنہ یہ خاکسار اللہ تعالیٰ کو کونسا رنج یا نقصان پہنچا سکتے ہیں؟

بارگاہ ایزدی کے محبوبوں کی شان وہ ہے جو حدیث قدسی میں وارد ہوئی ہے:

فَاِذَآ اَحْبَبْتُہٗ فَکُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِہَا وَرِجْلَہُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِہَا (وفی روایۃ) وَلِسَانَہُ الَّذِیْ یَنْطِقُ بِہٖ۔

"جب میں اس بندے کو محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کا کان ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ ہوتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے (اور ایک روایت میں ہے) اس کی زبان ہوتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے (یعنی ان کے اعضاء میری قدرت کے مظہر اور میری رضا کے پابند ہوتے ہیں)"

اس حدیث قدسی کی بنا پر محبوبان الٰہی کے قرب، عزت اور ان کی محبوبیت کے تذکرہ پر ایمان لانا چاہئے۔ شفاعت کی مقبولیت کی دیگر وجوہ بھی ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ سفارش کرنے والے کو شفیع الیہ (جس کے سامنے سفارش کی گئی ہے) کے نزدیک عزت اور امتیازی مقام حاصل ہوتا ہے چونکہ ان وجوہ کا تعلق اس مقام سے نہیں تھا اس لئے اسی بیان پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

اس تمہید کے بعد سنئے!

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمام مخلوق انسان ہوں یا فرشتے، نبی ہوں یا امتی، بادشاہ ہوں یا خدام، جہاں تک بندگی کا تعلق ہے یکساں نسبت رکھتی ہے۔ کسی کو کسی لحاظ سے اس کے ملک و اقتدار میں شرکت یا اس کے ارادہ و اختیار میں مزاحمت یا اس کے حکم و فعل میں تاب مقابلہ نہیں ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، جو چاہتا ہے اس کے مطابق فیصلہ فرماتا ہے اور جس طرح اس کا ارادہ ہوتا ہے، کائنات میں تصرف فرماتا ہے۔ اس کا کوئی شریک ہے نہ مشیر، نہ مددگار ہے نہ کارساز۔ اسے کسی وزیر کی امداد اور کسی مددگار کے تعاون کی حاجت نہیں ہے۔ کسی کی رضا اور خوشنودی سے اس کی مملکت میں رونق کا اضافہ نہیں ہوتا، نہ ہی کسی کی ناراضگی سے اس کے کارخانۂ حکمت میں خلل پیدا ہوتا ہے۔

ہاں اس نے اپنی مخلوق کو مختلف مراتب اور مقامات دے کر پیدا کیا ہے، ان کے مراتب و درجات میں بہت فرق رکھا ہے، بعض کو برگزیدہ اور بارگاہ قدس کا مقرب بنایا اور بعض کو مردود، ذلیل اور گمراہ کیا۔ دونوں قسموں میں مختلف مراتب اور متفرق درجات رکھے اور اپنی بارگاہ کے مقربین کو ان کے درجات کے مطابق مقام و مرتبہ عطا فرمایا۔ ان میں سے ہر ایک کو اس کے مرتبہ کے مطابق عزت و کرامت عطا فرمائی۔ ان میں سے ہر ایک کو بارگاہ الٰہی میں جتنی عزت اور خداوندی محبت ہے، اسی کے مطابق ان کے وابستگان اور متوسلین کی دینی اور دنیاوی حاجتوں کے بارے میں ان کی سفارش قبول فرماتا ہے اور اپنی بارگاہ کے مقربین کو ان کے مراتب کے مطابق اجازت عطا فرماتا ہے کہ اپنے متعلقین اور متوسلین کے لئے دنیا و آخرت میں مصیبت اور عذاب کے دفع کرنے اور منافع کے حصول کے لئے سفارش کریں۔ اس عزت افزائی کے ذریعے انہیں مخلوق میں ممتاز فرماتا ہے۔

اسی لئے اکثر لوگ ہر دو جہان کی حاجتوں میں ان سے شفاعت اور سفارش کے طلبگار ہوتے ہیں اور ان مقربین کی شفاعت کے فیض سے اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئے اور ہوتے ہیں اور ہوں گے۔ ان کی شفاعت اکثر مقبول ہوتی ہے اور قول و فعل سے ان کی ایذا رسانی اور بے ادبی کے درپے ہونے والے اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کے غضب میں گرفتار ہو کر دین و دنیا کو برباد کر چکے اور کرتے ہیں اور کریں گے۔ چونکہ بارگاہ الٰہی میں مقربین کی عزت و وجاہت ان کی شفاعت اور ان کے سوال کی قبولیت کا سبب ہے اسی لئے دوسروں کی نسبت صالحین کی دعائیں زیادہ مقبول ہوتی ہیں۔ اگر کوئی شخص ضد و عناد سے یہ بات نہ مانے یا بدعقیدگی کی بنا پر اسے شک لاحق ہو تو اسے کتب صحاح میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کرنا چاہئے تاکہ اسے معلوم ہو کہ جن حضرات نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دعا کی گزارش کی یا شفاعت کی درخواست کی وہ دنیا و آخرت

میں خیرات و برکات سے مالامال ہوئے اور جو لوگ درپئے ایذا اور بے ادبی ہوئے وہ ہلاکتوں میں گرفتار ہوئے اور جہنم کے نچلے طبقوں میں داخل ہوئے۔

جب شفاعت کا معنی سفارش ہے اور بارگاہِ الٰہی میں شفاعت کے منظور ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی کو اس کے کارخانۂ تقدیر پر تسلط حاصل ہو، یا سفارش کرنے والے کی دل شکنی کے سبب اس کی مملکت میں خلل کا احتمال ہو یا اسے ضرر کے لاحق ہونے، منافع کے فوت ہونے یا رنج و ملال عارض ہونے کا اندیشہ ہو (معاذ اللہ و کلا یہ کسی کا عقیدہ نہیں ہے) بلکہ شفاعت کے مقبول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے اہلِ محبت و اطاعت کو بیش از بیش انعام و اکرام سے نوازا ہے اور ان کے درجات دوسری مخلوق سے بلند فرما کر انہیں اپنی بارگاہ کا مقرب بنایا ہے۔

شفاعت اور دعا

اب شفاعت کے ثبوت اور بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہونے کی دلیل سنیے:

بارگاہِ الٰہی میں ایک شخص کے دوسرے شخص کے لئے شفاعت کرنے اور دعا کرنے میں کوئی فرق نہیں، یہ دو لفظ ہیں جن کا معنی ایک ہے اور دعا دو حال سے خالی نہیں، یا تو کہا جائے کہ دعا لغو اور بے فائدہ فعل ہے، کارخانۂ قضا و قدر کسی انسان کی دعا کسی نفع کے حصول یا کسی نقصان کے دور کرنے میں اثر نہیں رکھتی، دعا کرنا اور نہ کرنا برابر ہے۔ یا کہا جائے کہ دعا کرنے سے اللہ تعالٰی مقصد پورا کر دیتا ہے، مطالب عطا کر دئے جاتے ہیں اور مصیبتیں دور کر دی جاتی ہیں، پہلی صورت باطل اور کتاب و سنت کی نصوص کے خلاف ہے،

اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ

"اے حبیب! ان کے لئے دعا کیجئے، بے شک تمہاری دعا ان کے اطمینان و سکون کا سبب ہے"۔

اس کے علاوہ بے شمار آیات ہیں۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

لَا يَرُدُّ الْقَضَاءَ إِلَّا الدُّعَاءُ

"قضا کو صرف دعا لوٹا سکتی ہے"

اس کے علاوہ بہت سی حدیثیں وارد ہیں، علماء دین کی تصانیف حصن حصین وغیرہ جو ہر جگہ اہلِ علم کے پاس موجود ہیں، انہی دعاؤں کے جمع کرنے کے لئے لکھی گئی ہیں، دعا کی فضیلت، اللہ تعالٰی کی عبادت ہونے اور بارگاہِ الٰہی میں اس کی مقبولیت کا انکار صریح کفر ہے جس سے نصوص قرآن و حدیث کا انکار لازم آتا ہے، ثابت ہوا کہ دعا حصولِ مقصد کا ذریعہ ہے اور یہ بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوتی ہے۔

انبیاء و اولیاء کی دعاؤں کی قبولیت

اب غور فرمایئے کہ کیا انبیاء اور عوام الناس اور اشقیاء، نیکوں اور بدکاروں، مقربانِ حضرتِ باری تعالٰی اور مردودانِ بارگاہ، مومنین صالحین اور بدبخت کافروں کی دعائیں مقبولیت کی کمی اور زیادتی میں برابر ہیں یا انبیاء و اولیاء، ابرار اور مومنین صالحین کی دعائیں عوام، اشقیاء، اشرار و کفار کی دعاؤں سے زیادہ مقبول ہوتی ہیں اور اکثر طور پر حصولِ مقاصد کا ذریعہ ہوتی ہیں، پہلی شق باطل ہے، چند دلیلیں ملاحظہ ہوں:

(۱) عقلی کہ دعا اللہ تعالٰی کی رحمت سے مقبول ہوتی ہے اور اس کی رحمت نیکوں کے قریب اور بدکاروں سے بعید ہوتی ہے، انبیاء و اولیاء، ابرار و صالحین کو رحمتِ الٰہیہ کے قرب و بعد میں عوام الناس، اشقیاء، اشرار اور سفیدہ پردازوں کے برابر جاننا کفر اور الحاد ہے۔

(۲) دلیل سمعی: احادیثِ کثیرہ سے ثابت ہے کہ انبیاء و صالحین کی دعائیں عامۃ الناس اور خطاکاروں کی نسبت زیادہ قبول ہوتی ہیں اور حصولِ مدعا کا اکثر سبب بنتی ہیں اس امر کی حقیقت کا انکار بھی کفر اور زندقہ کی طرف لے جائیگا اور در حقیقت نبوت و ولایت کے انکار تک پہنچا دے گا۔

لہٰذا دوسری شق متعین ہو گئی اور واضح ہو گیا کہ دعا کی قبولیت، قرب اور نیکی کی علامت ہے، ہر شخص کو اجازت ہے کہ اللہ تعالٰی کی بارگاہ سے اپنی ذات کے لئے اپنوں اور بیگانوں کے لئے دعا کر سکتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور مومنوں کو اس کے لئے دعا سے منع نہ فرمایا ہو جیسے کہ مشرکین کے لئے دعا کرنے سے ممانعت فرمائی ہے،

ارشادِ ربانی ہے:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ

"نبی اور مسلمانوں کو جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لئے مغفرت کی دعا کریں اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہوں جبکہ ظاہر ہو چکا کہ وہ جہنمی ہیں"۔

اسی لئے حضرت ابراہیم علٰی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ممانعت سے پہلے مشرکین اور آزر کے لئے مغفرت اور توفیقِ ایمان کی دعا کی:

فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ

"جب حضرت ابراہیم پر ظاہر ہو گیا کہ وہ دشمنِ خدا ہے تو اس سے بیزاری کا اظہار کیا، بے شک ابراہیم علیہ السلام نرم دل اور حلیم ہیں"۔

اسی رقتِ قلبی کی بنا پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نہیں چاہتے تھے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب آئے۔

ارشادِ باری تعالٰی ہے:

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ

"جب ابراہیم علیہ السلام سے اضطراب دور ہوا اور انہیں بشارت مل چکی تو قوم لوط کے بارے میں ہم سے تکرار کرنے لگے، بے شک ابراہیم علیہ السلام حلیم، نرم دل اور اللہ تعالٰی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں"۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مجادلہ کو ناپسند نہیں فرمایا بلکہ حلم اور رقتِ قلبی سے تعریف فرمائی جو مجادلہ کا باعث بنی تھی۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا:

يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ

"اے ابراہیم! اس سے اعراض کرو، تحقیق تیرے رب کا حکم آگیا اور بے شک ان پر [illegible] نہ ٹلنے والا عذاب آنیوالا ہے۔"

اس بیان سے ظاہر ہو گیا کہ قبولِ شفاعت کی دو شرطیں ہیں:

(۱) ایسے شخص کی سفارش کی گئی ہو جس کے لئے سفارش کرنے سے اللہ تعالیٰ نے ممانعت نہ فرمائی ہو۔

(۲) سفارش کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا قرب حاصل ہو لہٰذا اگر مقرب دربارِ الٰہی کسی ایسے شخص کی شفاعت کرے جس کی شفاعت سے ممانعت وارد نہ ہو تو اس کی شفاعت مقبول ہوگی جیسا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا۔

"قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس صرف اس شخص کی شفاعت فائدہ دے گی جسے اس نے اجازت دی ہوگی اور جس کا قول پسند ہوگا۔"
(یعنی بلند مقام اور پسندیدہ گفتگو والے کی شفاعت ہی فائدہ دیگی)

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا۔

حدیث صحیح میں آیا ہے کہ قیامت کے دن رسولوں کے علاوہ کسی کو کلام کی اجازت نہیں دی جائے گی اور جو شخص بارگاہِ الٰہی میں کوئی مرتبہ نہیں رکھتا اور اس کی گفتگو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پسندیدہ نہیں ہے اسے اس کے دربار میں بات کرنے اور شفاعت کرنے کی طاقت نہیں ہوگی۔

یہ آیۂ کریمہ کا معنی یہ ہے کہ قیامت کے دن شفاعت صرف ان گنہگاروں کو فائدہ دے گی جن کی شفاعت کی اجازت اللہ تعالیٰ نے دی ہوگی اور ان کی گفتگو یعنی شہادت کے دو کلمے (اشهد ان لا اله الا الله، اشهد ان محمدا عبده ورسوله) اس نے پسند فرمائے ہیں۔

امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

"یہ آیت اس امر پر بہت ہی مضبوط دلیل ہے کہ شفاعت فاسقوں کے لئے مفید ہے۔"

(۳) شفاعت بالاذن

شفاعت بالاذن کا معنی اس طرح سمجھنا چاہیے کہ مثلاً اگر بادشاہ کے دربار میں ایسے مجرم کو پکڑ کر پیش کیا جائے کہ اس جیسے کئی جرائم بادشاہ نے معاف کر دئے ہیں، کچھ مقرب جو بادشاہ کے سامنے بات کر سکتے ہیں اور اپنے ہم مرتبہ افراد میں عزت و مرتبہ کی زیادتی کے اعتبار سے ممتاز ہیں اس مجرم کی شفاعت کرنا چاہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس کے دربار میں شفاعت کے لئے لب کشائی کریں کیونکہ نہیں بادشاہ کے سامنے ایسے جرائم کی معافی طلب کرنے کی اجازت ہوتی ہے اور جرم ایسا نہیں ہے کہ بادشاہ نے عہد کیا ہو کہ اس جرم کے مرتکب کو ضرور سزا دے گا، ہو سکتا ہے کہ بادشاہ ان مقربین کے مقام اور مرتبہ کے پیش نظر جو اسی کا عطا کردہ ہے، سفارش قبول کرے اور اس مجرم کو سزا نہ دے۔

ہاں برعکس وہ شخص جو بادشاہ کے سامنے بات کرنا تو کجا اونچا سانس تک نہیں لے سکتا، اس کی یہ مجال نہیں کہ مجرم کی طرف دیکھے، وہ خود کسی حیثیت کا مالک نہیں، اس کی بات کی کیا وقعت ہوگی شفاعت تو دور کی بات ہے۔

اگر جرم ایسا ہے کہ بادشاہ کی عادت ہے کہ اس کے بدلے ضرور سزا دیتا ہے تو کسی کی ہمت نہیں پڑے گی کہ اس کی معافی کی درخواست کرے اور اس کی بخشش چاہے کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ بادشاہ نے عہد کر رکھا ہے کہ اس جرم پر ضرور سزا دی جائے گی لہٰذا کسی کی طاقت نہیں کہ سر اٹھا کر بادشاہ کو دیکھے اور اس مجرم کو چھڑائے۔

شفاعت بالاذن کی صورت میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ بادشاہ خود بخود از راہِ مہربانی اس مجرم کو گناہ بخشنا چاہتا تھا، مقربین کی سفارش لغو اور بے فائدہ ہے کیونکہ بادشاہ نے خود رحم نہیں کیا بلکہ سفارشی کی سفارش بخشش کا سبب بنی ہے لہٰذا اگر مجرم کہے کہ بادشاہ نے از خود رحم فرما کر مجھے بخش دیا ہے اور شفاعت کا کوئی دخل نہیں ہے تو نعمتِ شفاعت کا ناشکرا ہوگا۔

ایک شبہ کا ازالہ

اس جگہ بعض کے دل میں ایک شک گزرتا ہے کہ اگر شفاعت بارگاہِ خداوندی میں مقبول ہو تو دو ہی صورتیں ہوں گی تقدیر میں مجرم کی بخشش ثابت تھی یا نہیں اگر ثابت تھی تو شفاعت نے کیا کیا، تقدیر میں جو کچھ تھا وہ ہو کر رہے گا، کوئی شفاعت کرے یا نہ کرے اور اگر مجرم کی تقدیر میں نہیں تھی تو شفاعت کس طرح عقدہ کشائی کرے گی کیونکہ شفاعت، قضا کو تبدیل نہیں کر سکتی۔

یہ شبہ وہم سے زیادہ کچھ حقیقت نہیں رکھتا، اگر یہ شبہ درست ہو تو احکامِ شرعیہ کی تکلیف بلکہ تمام دینی و دنیاوی کوششیں باطل اور بے فائدہ ٹھہریں گی کیونکہ ایسی دو شقیں ہر جگہ جاری کی جا سکتی ہیں۔ اس شبہ کا حل یہ ہے کہ ہم پہلی شق اختیار کرتے ہیں کہ مجرم کی بخشش تقدیر میں اس شرط کے ساتھ ثابت ہے کہ اگر فلاں مقرب مجرم کی معافی چاہے گا تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا جیسے کہ کامیابی اور ناکامی جیسا تقدیر میں اس شرط کے ساتھ ثابت ہے کہ اگر فلاں شخص ایمان لائے گا اور نیک عمل کریگا، کامیاب ہوگا اور اگر برے کام کرے گا، ناکامی کا شکار ہوگا۔

اس گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اسباب کے ساتھ پیدا کیا ہے اس چیز کا وجود ان اسباب سے وابستہ فرمایا ہے اگرچہ وہ قادر ہے کہ اگر چاہے تو اس چیز کو بغیر اسباب کے پیدا فرما دے۔ مثلاً اگر ایک آدمی دوسرے کو قتل کر دے تو اللہ تعالیٰ نے مقتول کی موت قاتل کے فعل (قتل) کے سبب

پیدا فرمائی ہے حالانکہ وہ قادر ہے کہ اگر چاہتا تو اس کی موت قتل کے سبب سے نہ ہوتی (بلکہ کسی اور طرح سے واقع ہو جاتی)

اب اگر کوئی شخص کہے کہ مقتول کی موت تقدیر میں ثابت تھی، قاتل کا اس میں کچھ دخل نہیں تھا، قاتل سے قصاص کیوں طلب کیا جا رہا ہے؟ اس کی یہ بات سماعت کے لائق نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں گناہ کی بخشش تقدیر میں تھی اور شفاعت کرنے والے کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے تو اس کی بات بھی قابلِ توجہ نہیں ہوگی۔

یہ گفتگو عام شفاعت کی حقیقت میں تھی۔

محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت

گوشِ دل سے سننا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اولین وآخرین کے سردار، انبیاء ومرسلین سے افضل، بارگاہِ ایزدی میں سب سے زیادہ معزز اور بعد از خدائے قدوس، تمام موجودات سے محبوب ترین ہستی ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ مقام ومرتبہ اور عزت وفضیلت حاصل ہے کہ کسی مخلوق کو اس میں شرکت یا ہمسری حاصل نہیں ہے۔ آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ نبویہ، آثارِ صحابہ وتابعین، ائمہ مجتہدین اور تمام علماء دین کے اقوال اس پر دال اور اس دعوے کی صداقت پر حجتِ قطعیہ اور برہانِ یقینی کا درجہ رکھتے ہیں، کسی مدعیٔ اسلام کو اس کے خلاف مجالِ دم زدن نہیں ہے[1]

مقامِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

پہلی آیت ملاحظہ ہو، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

"اے حبیب! ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر۔"

عالمین میں تمام اگلے اور پچھلے فرشتے، انسان اور ان کے ماسوا داخل ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل امین سے پوچھا کہ تمہیں بھی اس رحمت سے کچھ حصہ ملا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں میں اپنے انجام سے خائف رہتا تھا، اللہ تعالیٰ کے تعریف فرمانے پر:

ذِي قُوَّةٍ عِندَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ

(مالکِ عرش کے حضور عزت والا، وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے)

میں مطمئن ہو گیا ہوں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وجودِ مسعود بھی تمام جہانوں کے لیے رحمت اور حضور کا وصال بھی رحمت تھا، چنانچہ فرماتے ہیں:

حَيَاتِي خَيْرٌ لَّكُمْ وَمَمَاتِي خَيْرٌ لَّكُمْ (الحدیث)

"میری ظاہری زندگی بھی تمہارے لیے بہتر ہے اور میری وفات بھی تمہارے لیے بہتر ہے۔"

دوسری حدیث میں ہے:

إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ رَحْمَةً بِأُمَّةٍ قَبَضَ نَبِيَّهَا قَبْلَهَا فَجَعَلَهُ لَهَا فَرَطًا وَسَلَفًا۔

"جب اللہ تعالیٰ کسی امت پر رحمت کا ارادہ فرماتا ہے ان کے نبی کو ان سے پہلے قبض فرما لیتا ہے اور اس نبی کو جنت میں جانے کے لیے امت کا پیشرو اور کارساز بنا دیتا ہے۔"

فرط اس شخص کو کہتے ہیں جو قافلے سے پہلے منزل پر جا کر کھانے، پانی اور چارپائیوں کے چارے کا انتظام کرتا ہے تاکہ جب قافلہ پہنچے تو تمام ضروریات انہیں مہیا کر دے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مومنوں کے لیے بھی رحمت ہیں اور کافروں کے لیے بھی، کیونکہ اس زمانے کے کافر ان عذابوں سے محفوظ ہیں جو پہلے کافروں پر نازل ہوتے رہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنتَ فِيهِمْ

"اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ انہیں عذاب دے جبکہ اے حبیب! تم ان میں موجود ہو۔"

دوسری آیت:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

"اے حبیب! ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔"

جب میرا ذکر ہوگا تمہارا ذکر بھی ہوگا، جیسے کہ کلمہ اور اذان میں ہے۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر دنیا اور آخرت میں بلند فرمایا کیونکہ جو بھی خطبہ، تشہد اور نماز پڑھے گا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ پڑھے گا۔

حضرت ابو سعید خدری روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میرے پاس جبرئیل امین آئے اور کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے حبیب! تم جانتے ہو اللہ تعالیٰ نے جہان میں تمہارا ذکر کس طرح بلند کیا؟ حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے، حضرت جبرئیل نے کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب میرا ذکر ہوگا، تمہارا ذکر بھی ہوگا۔"

حضرت عطا فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے ایمان کی تکمیل اپنے اور تمہارے ذکر سے فرمائی ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے حبیب! میں نے تمہیں اپنا ذکر بنا دیا ہے کیونکہ جو تمہارا ذکر کرے گا وہ میرا ذکر کرے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قَدْ أَنزَلَ اللّٰهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُولًا

"تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف ذکر بھیجا جو رسول ہے۔"

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

---

[1] تفصیل کے لیے تجلی الیقین، از امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ ملاحظہ ہو۔

جو رسالت کے ساتھ تمہارا ذکر کرے گا وہ ربوبیت کے ساتھ میرا ذکر کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر کی ایک مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طاعت کے ساتھ حضور کی طاعت اور اپنے نام کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام کو متصل فرمایا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

اور آمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهٖ

اللہ تعالیٰ نے اپنا اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام واؤ عاطفہ (جو جمع اشتراک کیلئے آتی ہے) سے یکجا فرمایا ہے اور یہ بات کسی دوسرے کے حق میں درست نہیں ہے۔

شرح شفا میں ہے:

رَبُّنَا تَعَالٰى اِنَّ اِسْمَهٗ سُبْحَانَهٗ مَعَ اسْمِ
رَسُوْلِهٖ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مَرْسُوْمٌ عَلٰى كُلِّ
شَيْءٍ مِّنَ الْاَشْيَاءِ بِحُكْمِ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَرَفَعْنَا لَكَ
ذِكْرَكَ اَيْ جَعَلْنَا ذِكْرَكَ مَعَكَ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ مِّنْ
مَلَكٍ وَفَلَكٍ وَبِنَاءٍ وَسَمَاءٍ وَفَرْشٍ وَعَرْشٍ وَحَجَرٍ
وَمَدَرٍ وَشَجَرٍ وَثَمَرٍ وَنَحْوِ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ
الْخَلْقِ لَا يُبْصِرُوْنَ تَصْوِيْرَهُمْ وَنَظِيْرُهٗ قَوْلُهٗ سُبْحَانَهٗ
وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ
لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ۔

"بہت سے علماء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نام حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ ورفعنا لک ذکرک کے مطابق ہر شے پر نقش ہے یعنی اے حبیب! فرشتہ ہو یا آسمان، عمارت ہو یا عرش و فرش، پتھر ہو یا کچی اینٹ، درخت ہو یا پھل وغیرہ، ہم نے ہر چیز پر اپنے ذکر کے ساتھ تمہارا ذکر نقش کر دیا ہے اگرچہ اکثر مخلوق اس کی تصویر نہیں دیکھ پاتی اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہر شے اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔"

تیسری آیت کریمہ:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ
مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ
لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ
وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ
فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ۔

"اے حبیب! اس وقت کو یاد کیجئے جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے وعدہ لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت دے دوں پھر تمہارے پاس تمہاری کتابوں کی تصدیق کرنے والا رسول معظم تشریف لے آئے تو تم ضرور ان پر ایمان لے آنا اور ان کی امداد کرنا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا عہد لے لیا؟ انبیاء نے کہا ہاں ہم نے اقرار کیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔"

اس سے ظاہر ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وہ فضیلت و کرامت عطا فرمائی ہے جس میں کسی دوسرے کو شریک نہیں کیا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس فضیلت و شرافت میں تمام انبیاء و مرسلین سے ممتاز فرمایا ہے۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے نبی بھی دنیا میں بھیجے، انہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام اور آپ کے اوصاف بتا دئے اور ان سے عہد لیا کہ اگر وہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پائیں تو آپ پر ایمان لائیں۔

امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور ان کے بعد جتنے نبی بھیجے ان سے وعدہ لیا کہ اگر ان کی حیات ظاہرہ میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مبعوث ہو جائیں تو ان پر ایمان لانا، ان کی امداد کرنا اور اپنی قوم کو بھی یہ حکم دینا۔

چوتھی آیت مبارکہ:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ
وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ

"اے حبیب! یاد کیجئے جب ہم نے انبیاء سے عہد لیا اور تم سے اور نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم (علیہم السلام) سے۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد) روتے ہوئے کہہ رہے تھے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے والدین آپ پر قربان، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کا پایہ اتنا بلند تھا کہ آپ کو تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد مبعوث فرمایا اور سب سے پہلے آپ کا ذکر کیا اور فرمایا:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ
وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ۔

یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر نثار، جناب الٰہی میں آپ کی یہ فضیلت ہے کہ اہل دوزخ آرزو کریں گے کہ کاش آپ کی اطاعت کرتے اور حالت عذاب میں کہیں گے اے کاش! ہم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہوتی اور رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کی ہوتی۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں تخلیق میں تمام انبیاء سے پہلے تھا اور بعثت میں سب سے آخر ہوں۔

پانچویں آیت طیبہ:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِّنْهُمْ

مِّنْهُم مَّن كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ۔

" وہ رسولانِ گرامی ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ ان میں سے بعض وہ ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے (بلا واسطہ) کلام کیا اور ان میں سے بعض کے (بے شمار) درجے بلند کئے "

مفسرین فرماتے ہیں کہ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ سے آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم مراد ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سرخ اور سفید یعنی تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہیں، کفار کا مالِ غنیمت آپ کے لئے حلال کیا گیا۔ آپ کے دستِ مبارک پر بے شمار معجزے ظاہر ہوئے، انبیاء کرام کو جو بھی فضیلت و کرامت عطا کی گئی ویسی ہی عزت و شرافت حضور کو دی گئی۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے دیگر انبیاء کو ناموں سے خطاب فرمایا اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو نبوت و رسالت کے وصف سے یاد کیا اور فرمایا يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ۔

چھٹی آیت :

طٰهٰ مَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَىٰ

" اے ظاہر! یا اے راہنما! ہم نے تم پر قرآن اس لئے نہیں اتارا کہ تم مشقت اٹھاؤ "

اس آیت سے اللہ تعالےٰ کی بے پایاں مہربانی اور تکریم حبیب پاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے لئے ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ نے بندگی میں آپ کی مشقت اور تکلیف روا نہیں رکھی۔

ساتویں آیت :

وَالضُّحَىٰ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَىٰ، مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ، وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ۔

" قسم ہے چاشت کے وقت کی اور قسم ہے رات کی جب پُرسکون ہو جائے، تمہارے رب نے نہ تمہیں چھوڑا اور نہ دشمن رکھا، بے شک تمہارے لئے آخرت دنیا سے بہتر ہے، عنقریب تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے "

ایک وقت بعض وجوہ کی بنا پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے وحی کے پہنچنے میں دیر ہو گئی تو چند دن مشرکوں نے مشہور کر دیا کہ (معاذ اللہ) اللہ تعالےٰ نے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا ہے اور دشمن رکھا ہے، حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم وحی کی تاخیر سے پریشان تھے، حضرت جبرئیل امین بشارت کی یہ وحی لائے جس میں اللہ تعالےٰ نے قسم یاد فرما کر چھوڑ دینے اور دشمن رکھنے کی نفی فرمائی جس کی تشہیر ملعون مشرکین کر رہے تھے اور حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ اللہ تعالےٰ نے نہ آپ کو چھوڑا ہے اور نہ دشمن رکھا بلکہ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں آپ کے مراتب و مناصب میں دن بدن ترقی ہے اور دنیا کی نسبت آخرت میں آپ کی عزت افزائی اور زیادہ ہو گی کیونکہ آپ دنیا میں وہ سب کچھ کرتے ہیں جو اللہ تعالےٰ آپ سے چاہتا ہے، قیامت کے روز اس کی جزا یہ ہو گی کہ آپ اللہ تعالےٰ سے جو درخواست کریں گے، آپ کو عطا فرمائے گا حتیٰ کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس وقت تک ہرگز راضی نہیں ہونگا جب تک میرا ایک امتی بھی دوزخ میں رہے گا گویا اللہ تعالےٰ اس پُر بشارت آیت میں قسم یاد فرما کر فرماتا ہے کہ اے حبیب! تمہارے رب نے تمہیں نہیں چھوڑا بلکہ تمہارے عزت و شرافت کے مراتب میں دن بدن اضافہ فرمائے گا، تمہاری رضامندی اور تمہیں خوش رکھنے کے لئے تمہارے کسی پیروکار اور متبع پر غضب نہیں فرمائے گا کیونکہ ان میں سے کسی پر غضب کرنا تمہیں پسند نہیں ہو گا یعنی اللہ تعالےٰ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے متبعین اور محبین پر بھی (حضور کی نسبت کے سبب) غضب نہیں فرمائے گا چہ جائیکہ حبیب پاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر غضب فرمائے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا اور خوشنودی چاہتا ہے، ہاں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور بلاشبہ محب، محبوب کی خوشی اور رضا کا طالب ہوتا ہے، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

بگفتا وصل بہ یا ہجر از دوست
بگفتا ہر چہ میلِ خاطرِ اوست

" کسی نے پوچھا محبوب کی ملاقات اچھی ہے یا جدائی؟ تو محب نے کہا جو محبوب کو پسند ہو "

آٹھویں آیت :

لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ

" اے حبیب! تمہاری زندگی کی قسم تحقیق قریش یا قوم لوط اپنی گمراہی میں سرگرداں رہتے ہیں "

مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کلام میں اللہ تعالےٰ نے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی مدتِ حیات کی قسم یاد فرمائی اور اس کا معنی یہ ہے کہ اے حبیب تمہاری بقا کی قسم ہے۔ بعض نے فرمایا تمہاری زندگی کی قسم، بعض نے فرمایا تمہاری حیات کی قسم۔ اس میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی صد درجہ تعظیم و تکریم ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے ایسا کوئی انسان پیدا نہیں فرمایا جو اس کی بارگاہ میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے زیادہ معزز ہو اور میں نے نہیں سنا کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے سوا اللہ تعالےٰ نے کسی کی زندگی کی قسم یاد فرمائی ہو۔

[illegible]

حضرت ابوالجوزاء فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کسی کی زندگی کی قسم یاد نہیں فرمائی کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بارگاہِ الٰہی میں تمام مخلوق سے زیادہ عزت والے ہیں۔

نویں آیت :

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ۔

" اے حبیب! مجھے قسم ہے اس شہر کی جس میں تم جلوہ افروز ہو اور قسم ہے جننے والے اور جنے ہوئے کی۔"

وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ (اے حبیب! تم اس شہر میں جلوہ افروز ہو) میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کس قدر بزرگی اور عظمت کا اظہار ہے۔ ہر ذوقِ سلیم والا اس کا اندازہ کر سکتا ہے۔ بعض تفاسیر میں ہے کہ مَا وَلَدَ سے مراد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

دسویں آیت :

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ۔

" اے حبیب! بے شک جو لوگ تمہاری بیعت کرتے ہیں سوائے اس کے نہیں کہ وہ اللہ کی بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔"

انہی آیات میں سے سورہ بنی اسرائیل اور سورہ نجم کی وہ آیات ہیں جن میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معراج کا ذکر ہے۔ مسجد حرام مکۂ معظمہ سے مسجد اقصیٰ تک وہاں سے آسمانوں تک اور وہاں سے قرب خاص تک آیات مبارکہ، احادیث طیبہ، صحابۂ کرام اور ائمۂ دین کے اقوال ذکر کئے جائیں تو گفتگو طویل ہو جائے گی۔ محققین صحابہ اور ائمۂ محققین اس کے قائل ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیداری کی حالت میں عرش مجید بلکہ اس سے بھی آگے تک جسمانی معراج ہوئی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلاواسطہ اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ ذاتِ مقدسہ کی تجلی کا دیدار سر کی آنکھوں سے ہوا یا دل کی آنکھوں سے، اور وَمَا تَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى کے مطابق کمال قرب تک پہنچے۔

مختصر یہ کہ قرآن پاک اول سے آخر تک حضور خاتم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خلافت و نیابتِ الٰہیہ کو بیان کرتا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کمال و بلندیٔ مرتبہ پر دلیل صادق ہے۔ اس کے احاطہ کے لئے بڑی تفسیر درکار ہے۔ اس جگہ جو کچھ بیان ہوا اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ یہ آیات مذکورہ اس مقصد کے لئے کافی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انبیاء و مرسلین کے سردار، اللہ تعالیٰ کے دربار میں اولین و آخرین سے زیادہ معزز اور اللہ تعالیٰ کو تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہیں اور اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام انبیاء و مرسلین کا امام و سردار بنایا[1] اور تمام انبیاء و مرسلین سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فرمانبرداری اور امداد کا وعدہ لیا اور اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا کا طالب ہے۔

احادیث طیبہ

اب چند احادیث نبویہ ملاحظہ ہوں۔

پہلی حدیث :

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ قَسَمَ الْخَلْقَ قِسْمَيْنِ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ قِسْمًا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ فَاَنَا مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ وَاَنَا خَيْرُ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ثُمَّ جَعَلَ الْقِسْمَيْنِ اَثْلَاثًا فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهَا ثُلُثًا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ فَاَنَا مِنَ السّٰبِقِيْنَ وَاَنَا خَيْرُ السّٰبِقِيْنَ ثُمَّ جَعَلَ الْاَثْلَاثَ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهَا قَبِيْلَةً وَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ وَاَنَا اَتْقٰى وُلْدِ اٰدَمَ وَاَكْرَمُهُمْ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَا فَخْرَ ثُمَّ جَعَلَ الْقَبَائِلَ بُيُوْتًا فَجَعَلَنِيْ مِنْ خَيْرِهَا بَيْتًا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ نے مخلوق یعنی جن اور انسان کی دو قسمیں فرمائیں، مجھے ان میں سے بہترین قسم میں سے بنایا، یہ ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ایک قسم اصحاب یمین ہے اور دوسری قسم اصحاب شمال، میں اصحاب یمین میں سے ہوں اور اصحاب یمین میں سے بہتر ہوں، پھر ان دو قسموں کی تین قسمیں بنائیں اور مجھے ان تین میں سے بہتر قسم میں بنایا، یہ ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ایک قسم خوش بخت ہے، دوسری بدبخت، تیسری نیکی میں سبقت کرنے والے، میں سابقین میں سے ہوں اور سابقین میں سے بہتر۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان تین قسموں کو قبیلے بنایا اور مجھے ان میں سے بہترین قبیلے میں بنایا، یہ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ہم نے تمہیں اصول اور گروہ بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، تحقیق تم میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ متقی ہے، بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والا خبر والا ہے۔ میں اولادِ آدم میں سب سے زیادہ پرہیزگار

---

[1] [illegible]

اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ عزت والا ہوں اور میں فخر نہیں کرتا، پھر اللہ تعالیٰ نے قبائل کو گھروں میں تقسیم فرمایا اور مجھے بہترین گھر میں پیدا فرمایا، یہ ہے اللہ تعالیٰ کا قول کہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا مگر یہ کہ پلیدی دور کرے تم سے اے اہلِ بیت اور تمہیں پاک کرے پاک کرنا۔"

دوسری حدیث :

حضرتِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

اَنَا اَکْرَمُ وُلْدِ اٰدَمَ عِنْدَ رَبِّیْ وَلَا فَخْرَ

"میں اپنے رب کے نزدیک اولادِ آدم میں سب سے زیادہ عزت والا ہوں اور میں فخر نہیں کرتا۔"

تیسری حدیث :

حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

اَنَا اَکْرَمُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَلَا فَخْرَ

"میں پہلی اور پچھلی تمام مخلوق سے زیادہ عزت والا ہوں، میں اس پر فخر نہیں کرتا۔"

چوتھی حدیث :

حضرتِ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

اَتَانِیْ جِبْرَئِیْلُ علیہ السلام فَقَالَ اِنِّیْ قَلَّبْتُ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَلَمْ اَرَ رَجُلًا اَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ وَلَمْ اَرَ بَنِیْ اَبٍ اَفْضَلَ مِنْ بَنِیْ هَاشِمٍ۔

"میرے پاس جبرئیلِ امین علیہ السلام آئے، انہوں نے مجھے کہا کہ میں نے زمین کے مشرق و مغرب چھان ڈالے لیکن میں نے حضور سے زیادہ فضیلت والا کوئی شخص نہیں دیکھا اور کسی باپ کے بیٹے بنو ہاشم سے زیادہ فضیلت والے نہیں دیکھے۔"

پانچویں حدیث :

ابو وہب راوی ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے حبیب! مجھ سے مانگ! میں نے عرض کیا اے پروردگار! میں تجھ سے کیا مانگوں؟ تو نے حضرتِ ابراہیم کو خلیل بنایا، حضرتِ موسیٰ سے بلاواسطہ کلام کیا، حضرتِ نوح کو برگزیدہ فرمایا، حضرتِ سلیمان کو وہ سلطنت دی کہ ان کے بعد کسی کے لائق نہیں (علیہم السلام)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے حبیب! میں نے جو کچھ تمہیں دیا وہ ان سب سے بہتر ہے۔ میں نے تمہیں حوضِ کوثر دیا، تمہارا نام اپنے نام کے ساتھ رکھا کہ آسمانوں میں پکارا جاتا ہے، تمہارے لئے اور تمہاری امت کے لئے زمین کو پاک کرنے والی بنایا (اس سے تیمم کیا جا سکتا ہے) تمہارے طفیل تمہارے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف کر دیئے، تم لوگوں میں اس حال میں چلتے ہو کہ تمہارے طفیل گناہ بخش دیئے گئے ہیں، یہ اعزاز و اکرام تم سے پہلے کسی کو نہیں دیا، تمہاری امت کے دل مصحف بنا دیئے کہ وہ قرآن پاک یاد کرتے ہیں، تمہارے لئے میں نے شفاعت محفوظ رکھی تمہارے سوا کسی پیغمبر کے لئے شفاعت محفوظ نہیں رکھی۔"

چھٹی حدیث :

طویل حدیث میں ہے کہ فرشتوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کہا :

مَا اَکْرَمَکَ عَلَی اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَکَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ

"اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کی کتنی عزت ہے، تحقیق اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہے اور اس کے فرشتے۔"

ساتویں حدیث :

شفا شریف میں ابو محمد مکی اور ابو اللیث سمرقندی وغیرہما سے منقول ہے :

"حضرتِ آدم علیہ السلام نے اپنی لغزش کے بعد کہا اے اللہ! محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل میری لغزش معاف فرما، اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا تم نے محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کہاں سے پہچانا؟ آدم علیہ السلام نے کہا میں نے جنت میں ہر جگہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا دیکھا، ایک روایت میں ہے — مُحَمَّدٌ عَبْدِیْ وَرَسُوْلِیْ (محمد میرے بندے اور رسول ہیں) اس سے میں نے جانا کہ وہ تیرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ عزت والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کی اور ان کی لغزش معاف فرما دی۔ اس کلام کے قائل کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے ارشاد فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ (آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند کلمات حاصل کئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی) کا یہی مطلب ہے۔"

ایک روایت میں ہے کہ حضرتِ آدم علیہ السلام نے کہا اے پروردگار! جب تو نے مجھے پیدا کیا تو میں نے سر اٹھایا، دیکھا کہ عرش مجید پر لکھا ہوا تھا "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پس میں نے جان لیا کہ تیرے نزدیک کسی کا مقام اس ذاتِ کریم سے بلند نہیں ہے جن کا

؎ امام اہل سنت شاہ احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں ؎

یہی بولے سدرہ والے چمنِ جہاں کے تھالے

سبھی میں نے چھان ڈالے ترے پایہ کا نہ پایا

تجھے یک نے یک بنایا

نام تو نے اپنے نام کے ساتھ جمع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی کہ مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم، محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہاری اولاد میں سے آخری پیغمبر ہیں، اگر وہ نہ ہوتے تو تمہیں بھی پیدا نہ فرماتا۔

بعض روایات میں ہے کہ آدم علیہ السلام کی کنیت ابو محمد تھی۔ ایک روایت میں ہے ان کی کنیت ابوالبشر تھی یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی کنیت میں باپ ہونے کی نسبت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے، سوا کسی کی طرف نہ تھی۔[1]

شریح ابن یونس فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو زمین پر گشت لگاتے ہیں اور اس گھر والوں کی کثرت سے زیارت کرتے ہیں جس میں احمد یا محمد نام والا کوئی شخص ہو، یہ فرشتوں کی طرف سے تعظیم ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی۔

قاضی ابن قانع، ابو حمراء سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب فرشتے مجھے آسمان پر لے گئے تو میں نے دیکھا عرش پر لکھا ہوا تھا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

آٹھویں حدیث :

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جنت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے :

اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا، مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لَا اُعَذِّبُ مَنْ قَالَہَا۔

"بے شک میں خدا ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، محمد اللہ کے رسول ہیں، اس کلمہ کے کہنے والے کو میں عذاب نہیں دونگا۔"

امام جعفر صادق اپنے والد ماجد محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ قیامت کے دن ایک منادی کرنے والا پکارے گا کہ :

"جس کا نام محمد ہے اٹھے اور جنت میں داخل ہو جائے، یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پاک کی تعظیم ہوگی۔"

نویں حدیث :

مشکوٰۃ شریف میں ہے، حضرت امام جعفر صادق اپنے والد ماجد سے راوی ہیں :

اِنَّ رَجُلًا مِّنْ قُرَیْشٍ دَخَلَ عَلٰی اَبِیْہِ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ فَقَالَ اَلَا اُحَدِّثُکَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَلٰی حَدِّثْنَا عَنْ اَبِی الْقَاسِمِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

"ایک قریشی حضرت محمد باقر کے والد علی ابن حسین (امام زین العابدین)

---

[1] …

اِنِّیْ وَاِنْ کُنْتُ ابْنَ اٰدَمَ صُوْرَۃً   فَلِیْ فِیْہِ مَعْنًی شَاہِدٌ بِاُبُوَّتِیْ

رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت علی بن حسین نے فرمایا کیا میں تمہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث بیان نہ کروں؟ اس شخص نے کہا ہاں مجھے حضرت ابوالقاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث بیان کیجئے۔"

قَالَ لَمَّا مَرِضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتَاہُ جِبْرَئِیْلُ۔

"علی ابن حسین نے فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طبیعت مبارکہ ناساز ہوئی تو آپ کی خدمت میں جبرئیل امین علیہ السلام حاضر ہوئے۔"

فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰہَ اَرْسَلَنِیْ اِلَیْکَ تَکْرِیْمًا لَّکَ وَتَشْرِیْفًا لَّکَ خَاصَّۃً لَّکَ یَسْاَلُکَ عَمَّا ہُوَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنْکَ یَقُوْلُ کَیْفَ تَجِدُکَ قَالَ اَجِدُنِیْ یَا جِبْرَئِیْلُ مَغْمُوْمًا وَّاَجِدُنِیْ یَا جِبْرَئِیْلُ مَکْرُوْبًا۔

"جبرئیل امین نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی تکریم و تشریف کے لئے آپ کے پاس بھیجا ہے اور یہ آپ کی خصوصیت ہے اس چیز کے بارے میں پوچھتا ہے جسے وہ آپ سے زیادہ جانتا ہے فرماتا ہے اے حبیب! تم اپنا مزاج کیسا پاتے ہو، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبرئیل! میں اپنے آپ کو غمگین اور تکلیف میں پاتا ہوں۔"

ثُمَّ جَآءَہُ الْیَوْمَ الثَّانِیْ فَقَالَ لَہٗ ذٰلِکَ فَرَدَّ عَلَیْہِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَمَا رَدَّ اَوَّلَ یَوْمٍ ثُمَّ جَآءَہُ الْیَوْمَ الثَّالِثَ فَقَالَ لَہٗ کَمَا قَالَ اَوَّلَ یَوْمٍ وَرَدَّ عَلَیْہِ کَمَا رَدَّ عَلَیْہِ۔

"پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام دوسرے روز حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہی بات عرض کی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہی پہلے دن والا جواب دیا، پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام تیسرے روز حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہی کچھ کہا جو پہلے روز کہا تھا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں وہی جواب دیا۔"

وَجَآءَ مَعَہٗ مَلَکٌ یُّقَالُ لَہٗ اِسْمٰعِیْلُ عَلٰی مِائَۃِ اَلْفِ مَلَکٍ کُلُّ مَلَکٍ عَلٰی مِائَۃِ اَلْفِ مَلَکٍ فَاسْتَاْذَنَ عَلَیْہِ فَسَاَلَہٗ عَنْہُ ثُمَّ قَالَ جِبْرَئِیْلُ ہٰذَا مَلَکُ الْمَوْتِ یَسْتَاْذِنُ عَلَیْکَ مَا اسْتَاْذَنَ عَلٰی اٰدَمِیٍّ قَبْلَکَ وَلَا یَسْتَاْذِنُ عَلٰی اٰدَمِیٍّ بَعْدَکَ فَقَالَ ائْذَنْ لَہٗ فَاَذِنَ لَہٗ فَسَلَّمَ عَلَیْہِ۔

"اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ ایک فرشتہ آیا جسے اسمٰعیل کہتے ہیں وہ ایک لاکھ فرشتوں پر حاکم ہے ان میں سے ہر ایک لاکھ فرشتوں پر حاکم مقرر ہے انہوں نے بارگاہِ رسالت میں حاضری کی اجازت طلب کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اس

فرشتے کے بارے میں پوچھا جسے اسمٰعیل کہتے ہیں (اسنے میں ملک الموت حاضر ہوئے) حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا یہ ملک الموت ہیں آپ سے اجازت چاہتے ہیں، انہوں نے آپ سے پہلے کسی انسان سے اجازت نہیں لی اور نہ آپ کے بعد کسی سے اجازت لیں گے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں اجازت دے دو، حضرت جبریل نے انہیں اجازت دی تو انہوں نے (حاضر ہوکر) سلام عرض کیا ۔"

ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللّٰهَ أَرْسَلَنِيْ إِلَيْكَ فَإِنْ أَمَرْتَنِيْ أَنْ أَقْبِضَ رُوْحَكَ قَبَضْتُ وَإِنْ أَمَرْتَنِيْ أَنْ أَتْرُكَهُ تَرَكْتُهُ، فَقَالَ وَتَفْعَلُ يَا مَلَكَ الْمَوْتِ قَالَ نَعَمْ بِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأُمِرْتُ أَنْ أُطِيْعَكَ۔

" پھر ملک الموت نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے، اگر آپ فرمائیں تو آپ کی روح قبض کرلوں اور اگر آپ فرمائیں تو قبض نہ کروں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو میرے کہنے پر عمل کرے گا! انہوں نے کہا ہاں، مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آپ کی اطاعت کروں ۔"

قَالَ فَنَظَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى جِبْرَئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ جِبْرَئِيْلُ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللّٰهَ قَدِ اشْتَاقَ إِلٰى لِقَائِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَلَكَ الْمَوْتِ إِمْضِ لِمَا أُمِرْتَ بِهٖ فَقَبَضَ رُوْحَهٗ۔

" راوی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف دیکھا، انہوں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ملک الموت! تجھے جو حکم دیا گیا ہے اس کی تعمیل کر، چنانچہ انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح قبض کرلی ۔"

اس حدیث سے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت، جلالت اور محبوبیت معلوم کی جاسکتی ہے۔ حضرت جبریل امین کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے تین دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عیادت اور مزاج پرسی کے لئے حاضر ہونا، حضرت ملک الموت کا زیارت اور روح قبض کرنے کے لئے حاضری کی اجازت طلب کرنا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کا پابند ہونا اور حضرت جبریل امین کا یہ عرض کرنا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے، ایسے امور ہیں جن سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بارگاہ الٰہی میں مقام و منصب معلوم کیا جاسکتا ہے۔

دسویں حدیث :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث معراج میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقات کا ذکر کیا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گفتگو بیان کی ہے، فرماتے ہیں :

إِنَّ مُحَمَّدًا أَثْنٰى عَلٰى رَبِّهٖ

" نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کی تعریف کی "

فَقَالَ كُلُّكُمْ أَثْنٰى عَلٰى رَبِّهٖ وَأَنَا أُثْنِيْ عَلٰى رَبِّيْ

" حضور نے فرمایا تم میں ہر ایک نے اپنے رب کی تعریف کی، اب میں اپنے رب کی تعریف کرتا ہوں ۔"

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَرْسَلَنِيْ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ وَكَافَّةً لِّلنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا۔

" تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے مجھے تمام جہانوں کے لئے رحمت بناکر بھیجا اور تمام انسانوں کے لئے خوشخبری اور ڈر سنانے والا بناکر بھیجا ۔"

وَأَنْزَلَ عَلَيَّ الْفُرْقَانَ فِيْهِ تِبْيَانٌ لِّكُلِّ شَيْءٍ

" اور مجھ پر قرآن پاک اتارا جس میں ہر شے کا بیان ہے ۔"

وَجَعَلَ أُمَّتِيْ أُمَّةً وَّسَطًا

" اور میری امت کو بہترین امت بنایا ۔"

وَجَعَلَ أُمَّتِيْ هُمُ الْأَوَّلُوْنَ وَهُمُ الْآخِرُوْنَ

" اور میری امت کو (جنت میں داخل ہونے میں) پہلی امت اور وجود کے اعتبار سے آخری امت بنایا ۔"

وَشَرَحَ لِيْ صَدْرِيْ وَوَضَعَ عَنِّيْ وِزْرِيْ

" اور میرے دل کو علوم و حکم کیلئے کھول دیا اور میرے لئے تبلیغ رسالت کا بوجھ آسان فرمادیا ۔"

وَرَفَعَ ذِكْرِيْ وَجَعَلَنِيْ فَاتِحًا وَّخَاتِمًا

" اور میرا ذکر بلند فرمایا، مجھے تمام اولین و آخرین میں فاتح (اول) اور تمام انبیاء و مرسلین کا خاتم بنایا ۔"

فَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِهٰذَا فَضَلَكُمْ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

" حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے انبیاء! اسی لئے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم سے افضل ہوئے ہیں ۔"

گیارہویں حدیث :

یہ بھی احادیث میں وارد ہے :

فَقَالَ لَهٗ رَبُّهٗ تَعَالٰى قَدِ اتَّخَذْتُكَ حَبِيْبًا فَهُوَ مَكْتُوْبٌ فِي التَّوْرَاةِ مُحَمَّدٌ حَبِيْبُ الرَّحْمٰنِ۔

" اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے تمہیں محبوب بنالیا، تورات میں لکھا ہے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں ۔"

وَاَرْسَلْنٰكَ اِلَی النَّاسِ کَآفَّۃً وَّجَعَلْتُ اُمَّتَكَ ھُمُ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ۔

"ہم نے تمہیں تمام انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور تمہاری امت کو سعادت میں پہلی اور وجود میں آخری امت بنایا۔"

وَجَعَلْتُ اُمَّتَكَ لَا یَجُوْزُ لَھُمْ خُطْبَۃٌ حَتّٰی یَشْھَدُوْا اَنَّكَ عَبْدِیْ وَرَسُوْلِیْ۔

"اور آپ کی امت پر لازم کیا کہ ان کے لئے کوئی خطبہ جائز نہیں جب تک یہ گواہی نہ دیں کہ آپ میرے عبد خاص اور رسول ہیں۔"

وَجَعَلْتُكَ اَوَّلَ النَّبِیِّیْنَ خَلْقًا وَّاٰخِرَھُمْ بَعْثًا

"اور میں نے تمہیں خلقت میں سب سے پہلے اور بعثت میں سب سے آخر بنایا۔"

وَاَعْطَیْتُكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ۔

"اور میں نے تمہیں سبع مثانی (سورۂ فاتحہ جس کی سات آیتیں ہیں یا سات طوال سورتیں) دی اور قرآن عظیم۔"

وَاَعْطَیْتُكَ خَوَاتِیْمَ سُوْرَۃِ الْبَقَرَۃِ مِنْ کَنْزٍ تَحْتَ عَرْشِیْ لَمْ اُعْطِھَا نَبِیًّا قَبْلَكَ وَجَعَلْتُكَ فَاتِحًا وَّخَاتِمًا۔

"اور میں نے تمہیں اس خزانے سے جو عرش کے نیچے ہے سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں دیں، آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیں اور میں نے تمام انبیاء سے اول اور آخر بنایا۔"

دسویں حدیث:

اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَبِیَدِیْ لِوَآءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ نَّبِیٍّ یَّوْمَئِذٍ اٰدَمُ فَمَنْ دُوْنَہٗ اِلَّا تَحْتَ لِوَآئِیْ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْہُ الْاَرْضُ وَلَا فَخْرَ۔

"قیامت کے روز میں اولاد آدم علیہ السلام کا سردار ہوں گا اور میرے ہاتھ میں لواء الحمد (حمد کا جھنڈا) ہوگا، اس دن آدم علیہ السلام اور ان کے ماسوا تمام نبی میرے ہی جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور میں ہی وہ پہلا شخص ہوں گا جو زمین سے نکلوں گا اور میں فخر نہیں کرتا۔"

گیارھویں حدیث: اَمَا تَرْضَوْنَ اَنْ یَّکُوْنَ اِبْرَاھِیْمُ وَعِیْسٰی فِیْکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِنَّھُمَا فِیْ اُمَّتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔

"کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ قیامت کے دن حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ تم میں ہوں گے، اور یہ دونوں حضرات قیامت کے دن میری امت میں ہوں گے۔"

مختصر یہ کہ اس سلسلے میں آیات و احادیث اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کے احاطے کے لئے بھی دفتروں کی ضرورت ہے، اگر کوئی شخص ان کو جمع کرنے کا ارادہ کرے اور تمام زندگی اس مبارک مصروفیت میں صرف کر دے تو اللہ تعالیٰ کے عطیات اور بے شمار مناقب جو اللہ تعالیٰ نے سید کائنات، سرور کائنات اور خلاصۂ مخلوقات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمائے ہیں ان میں سے ہزارواں حصہ اور بے حد و حساب میں سے معمولی تعداد بھی جمع نہیں کر پائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو اعزاز و اکرام اور فضائل جمیلہ و مناصب جلیلہ عطا فرمائے ہیں ان میں سے بعض آپ نے ملاحظہ کر لئے، اب گوش دل اور کامل توجہ سے سنئے کہ جب معلوم ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بارگاہِ کبریا میں وہ وجاہت، عزت، مرتبۂ محبوبیت اور مقامِ مقبولیت حاصل ہے کہ اس میں اولین و آخرین اور انبیاء و مرسلین میں سے کسی کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت اور ہمسری حاصل نہیں ہے اور اس سے پہلے یہ بھی معلوم ہو چکا کہ وجاہت، عزت اور رتبۂ محبوبیت شفاعت اور سفارش کی مقبولیت کا سبب ہے تو اب جان لینا چاہئے کہ شفاعتِ کبریٰ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاص منصب ہے، حضور کی شفاعت بلاشبہ مقبول و مستجاب ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت کے دن شفاعت کرنے والوں کے سردار، سب سے اول اور سب سے افضل ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات تمام جہانوں کے لئے رحمت، جنوں انسانوں اور فرشتوں کے لئے ملجا و ماویٰ ہے، مشرکین مکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وجود فائض الجود کی برکت سے مکہ مکرمہ میں عذاب الٰہی سے محفوظ رہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ

"اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ کفار مکہ کو عذاب دے جبکہ اے حبیب! تم ان میں موجود ہو۔"

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ تشریف لے آئے تو اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو عذاب میں مبتلا فرما دیا، مومنوں کو ان پر غالب و مسلط فرما دیا، مسلمانوں کی تلواریں ان کے لئے حاکم بنا دیں اور ان کی زمینیں، علاقے اور مال مسلمانوں کو بطور غنیمت عطا فرما دئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا لَھُمْ اَلَّا یُعَذِّبَھُمُ اللّٰہُ

"ان کی کیا حیثیت ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہ دے (کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لے گئے ہیں جن کی ذات مبارکہ ان کے لئے باعث امن تھی)۔"

شفاعتِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

جرائم کی معافی اور درجات کی بلندی کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کا مقبول ہونا کتاب و سنت سے ثابت ہے۔

چند آیاتِ مبارکہ ملاحظہ ہوں:

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

ظاہر ہے کہ ایماندار مردوں اور عورتوں کے لئے مغفرت کا چاہنا ان کے لئے شفاعت ہے اور اللہ تعالےٰ نے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو حکم فرمایا ہے کہ ان کے لئے شفاعت کیجئے، اب دو ہی صورتیں ہیں یہ شفاعت مقبول ہو یا نامقبول، دوسری صورت باطل ہے کیونکہ اس وقت لازم آئے گا کہ اللہ تعالےٰ کا امر عبث اور بے فائدہ ہو بلکہ ناپسندیدہ حرج یا وعدہ کی خلاف ورزی ہو، اللہ کی پناہ ایسی بات سے، تو پہلی صورت متعین ہوگئی اور وہی مقصود ہے کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شفاعت مقبول ہے۔

۲: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔

"اگر وہ منافق جس وقت (نفاق سے) اپنی جانوں پر ظلم کریں تو (مغفرت کے لئے) تمہارے پاس آجائیں، پھر (نفاق سے توبہ کرتے ہوئے اور اخلاص اختیار کرتے ہوئے) اللہ تعالےٰ سے مغفرت کا سوال کریں اور رسول ان کے لئے (کبیرہ گناہوں کی) مغفرت طلب کریں تو یہ لوگ اللہ تعالےٰ کو توبہ قبول کرنے والا، رحم فرمانے والا پائیں گے۔"

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ کا منافقین کی توبہ قبول کرنا اور ان پر رحم فرمانا اس بات پر معلق ہے کہ یہ اپنے نفاق کی مغفرت چاہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے لئے ان کے کبیرہ گناہوں کی مغفرت طلب کریں، اور اگر معاذاللہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شفاعت کو کسی قسم کا دخل نہ ہو تو وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

"ایک اعرابی نے حاضر ہو کر اپنے آپ کو روضۂ مقدسہ پر گرا دیا اور روضۂ منورہ کی خاکِ مبارک کو اپنے سر پر ڈال کر عرض پرداز ہوا کہ اے رسولِ خدا! میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے، میں توبہ و استغفار لایا ہوں آپ میری مغفرت کی دعا کریں، روضۂ مبارک سے آواز آئی تیرا گناہ بخش دیا گیا۔"

ہاں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی حیاتِ ظاہری میں اور وفات کے بعد شفاعت کا معنی ہونا برابر ہے اور بہر صورت حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو بارگاہِ الٰہی میں وجاہت حاصل ہے اور اس کمال الجمال اور جمیل الکمال ہستی کی محبوبیت ظاہری حیات اور وصال کے بعد بارگاہِ ایزدی میں یکساں طور پر قبولیتِ شفاعت کا سبب ہے۔

۳۔ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔

"تحقیق آخرت تمہارے لئے دنیا سے بہتر ہے (یعنی آخرت میں آپ کا مقام اور بلند ہو جائے گا اور قیامت کے دن آپ تمام مخلوق کے ملجا و ماویٰ ہوں گے) اور تحقیق تمہارا پروردگار تمہیں اتنا دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔"

اس آیت سے دو طرح استدلال کیا جا سکتا ہے۔

(۱) اللہ تعالےٰ نے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو دنیا میں مومن مردوں اور عورتوں کی مغفرت طلب کرنے کا حکم دیا اور ظاہر ہے کہ جو کسی سے کوئی چیز طلب کرتا ہے اس پر راضی نہیں ہوگا کہ اس کی درخواست رد کر دی جائے وہ اسی صورت میں خوش ہوگا کہ اس کی درخواست قبول کر لی جائے۔ اللہ تعالےٰ نے پختہ وعدہ فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے لہٰذا یہ مومن مردوں اور عورتوں کے لئے کی جانے والی شفاعت کے قبول کرنے کا پختہ وعدہ ہے۔

(۲) احادیثِ کثیرہ وارد ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خوشی اسی میں تھی کہ امت کے گنہگار بخشے جائیں اور حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہمیشہ اپنی امت کے گنہگاروں کی چارہ سازی میں مصروف رہے تاکہ وہ آگ کے عذاب سے نجات پائیں، پس یہ مؤکد وعدہ جو حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے بارے میں وارد ہوا ہے، یہ اس امر کا وعدہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی وجاہت اور محبوبیت کے سبب امت کے مجرموں کو رہا کر دیا جائے گا۔ احادیث میں آیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذًا لَّآ اَرْضٰى وَوَاحِدٌ مِّنْ اُمَّتِيْ فِي النَّارِ

"تب تو میں اس وقت تک راضی نہیں ہونگا جب تک میرا ایک امتی بھی آگ میں رہے گا۔"

اس روایت سے ثابت ہو گیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اپنے ہر امتی کی شفاعت فرمائیں گے۔

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے:

اَهْلُ الْقُرْاٰنِ يَقُوْلُوْنَ اَرْجٰى اٰيَةٍ قَوْلُهٗ تَعَالٰى يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَاِنَّا اَهْلُ الْبَيْتِ نَقُوْلُ اَرْجٰى اٰيَةٍ قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى اِنَّهَا الشَّفَاعَةُ يُعْطِيْهَا فِيْ اَهْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حَتّٰى يَقُوْلَ رَضِيْتُ۔

"اہلِ قرآن (عام مسلمین) کہتے ہیں کہ وہ آیت جس سے بہت امید بندھتی ہے یہ ہے، يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ (اپنی جانوں پر زیادتی کرنے والو! اللہ تعالےٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو) لیکن اہلِ بیتِ کرام فرماتے ہیں کہ بہت زیادہ امید دلانے والی آیت یہ ہے، وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى، بے شک یہ عطیہ شفاعت ہے جو اللہ تعالےٰ کلمۂ طیبہ پڑھنے والوں کے بارے میں دے گا یہاں تک کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کہیں گے کہ میں راضی ہو گیا ہوں۔"

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں:

رَضِيَ جَدِّيْ اَنْ لَّا يَدْخُلَ النَّارَ اَحَدٌ

"میرے حبیب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشنودی یہ ہے کہ کوئی توحید کا پرستار آگ میں داخل نہ ہو۔"

مشکوٰۃ شریف میں صحیح مسلم شریف کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَا قَوْلَ اللهِ تَعَالَى رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَقَالَ عِيسَى إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ أُمَّتِي أُمَّتِي وَبَكَى فَقَالَ اللهُ تَعَالَى يَا جِبْرَئِيلُ اذْهَبْ إِلَى مُحَمَّدٍ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ فَاسْأَلْهُ مَا يُبْكِيهِ فَأَتَاهُ جِبْرَئِيلُ فَسَأَلَهُ فَأَخْبَرَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا قَالَ فَقَالَ اللهُ تَعَالَى يَا جِبْرَئِيلُ اذْهَبْ إِلَى مُحَمَّدٍ فَقُلْ إِنَّا سَنُرْضِيكَ فِي أُمَّتِكَ وَلَا نَسُوءُكَ۔

"تحقیق نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی" اے پروردگار! بے شک بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے پس جو میری پیروی کرے گا وہ مجھ سے ہے" (یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا، "اگر تو انھیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دست مبارک اٹھائے اور کہا اے اللہ! میری امت، میری امت (کو بخش دے) اور رو دئیے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل کو فرمایا اے جبریل! محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس جاؤ حالانکہ تیرا رب بہتر جانتا ہے اور پوچھو کہ انھیں کونسی چیز رلاتی ہے۔ حضرت جبریل بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور رونے کا سبب پوچھا، حضور نے وہ کلمات بتائے جو دعا میں کہے تھے، اللہ تعالیٰ نے جبریل امین کو فرمایا میرے حبیب کی خدمت میں جاؤ اور کہو ہم تمہیں تمہاری امت کے بارے میں خوش کر دیں گے اور تمہیں ناخوش نہیں کریں گے۔"

اس حدیث سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اپنی امت پر شفقت و رحمت اور اللہ تعالیٰ کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے رحمت و محبت اور رضا جوئی اور امت کے حق میں حضور کی شفاعت کو قبول کرنا یہاں تک کہ آپ راضی ہو جائیں معلوم کیا جا سکتا ہے۔

(۳) عَسَى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا

"قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں مقام محمود پر فائز فرمائے۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگ جماعتوں کی صورت میں پھریں گے ہر امتی اپنے پیغمبر کے پاس جائے گا اور کہے گا ہماری شفاعت کیجئے حتیٰ کہ آخر میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں شفاعت کی درخواست کریں گے یہی وہ دن ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔

[illegible]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں صحابہ کرام نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں پوچھا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ (مقام محمود) شفاعت (عامہ) ہے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قیامت کے دن لوگ جمع کئے جائیں گے، میں اور میری امت بلندی پر ہوں گے، مجھے میرا رب سبز حلہ پہنائے گا، پھر میں وہ کچھ عرض کروں گا جو اللہ تعالیٰ چاہے گا، یہی مقام محمود ہوگا۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مقام محمود عرش مجید کی دائیں جانب وہ مقام ہے جہاں میں کھڑا ہونگا وہاں اور کوئی کھڑا نہ ہوگا، اس مقام پر پہلے اور پچھلے رشک کریں گے۔"

ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مقام محمود وہ ہے جہاں میں اپنی امت کی شفاعت کرونگا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں:

يَجْمَعُ اللهُ النَّاسَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ حَيْثُ يُسْمِعُهُمُ الدَّاعِي وَيَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ حُفَاةً عُرَاةً كَمَا خُلِقُوا سُكُوتًا لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ۔

"اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو ایسی ہموار زمین میں جمع فرمائے گا کہ پکارنے والے کی آواز اور نظر ان سب تک پہنچے گی، تمام کے پاؤں اور جسم پیدائش کے دن کی طرح برہنہ ہوں گے، سب خاموش ہوں گے اور کوئی اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر بات نہیں کر سکے گا۔"

فَيُنَادِي مُحَمَّدًا فَيَقُولُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ وَالْمَهْدِيُّ مَنْ هَدَيْتَ وَعَبْدُكَ بَيْنَ يَدَيْكَ وَلَكَ الْحَمْدُ وَإِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ سُبْحَانَكَ رَبَّ الْبَيْتِ فَذٰلِكَ الْمَقَامُ الْمَحْمُودُ الَّذِي ذَكَرَهُ اللهُ تَعَالَى۔

"پس اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پکارے گا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرض کریں گے میں تیری اطاعت کے لئے حاضر ہوں اور نیک بختی تیری ہی طرف سے ہے، ہر بھلائی تجھ سے ہے اور برائی تیری طرف منسوب نہیں ہے (یا یہ معنی ہے کہ برائی تیری طرف چڑھ نہیں پاتی) ہدایت یافتہ وہ ہے جسے تو ہدایت دے اور تیرا بندہ تیری بارگاہ میں اطاعت کے لئے حاضر ہے، تجھ سے تیرے لئے ہے اور تیری طرف رجوع کرنے والا ہے، تیری بارگاہ کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں تو بابرکت

اور بلند ہے، اے رب کعبہ! تیرے لئے پاکیزگی ہے، تو یہ مقامِ محمود ہے جس کا ذکر اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے :

اِذَا دَخَلَ اَهْلُ النَّارِ النَّارَ وَاَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ فَتَبْقٰى اٰخِرُ زُمْرَةٍ مِّنَ الْجَنَّةِ وَاٰخِرُ زُمْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ زُمْرَةُ النَّارِ لِزُمْرَةِ الْجَنَّةِ مَا نَفَعَكُمْ اِيْمَانُكُمْ فَيَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ وَيَضِجُّوْنَ فَيَسْمَعُهُمْ اَهْلُ الْجَنَّةِ فَيَسْئَلُوْنَ اٰدَمَ وَغَيْرَهٗ بَعْدَهٗ فِي الشَّفَاعَةِ لَهُمْ فَكُلٌّ يَعْتَذِرُ حَتّٰى يَاْتُوْا مُحَمَّدًا فَيَشْفَعُ لَهُمْ فَذٰلِكَ الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ۔

"جب دوزخی دوزخ میں اور جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو ایک آخری گروہ جنت سے رہ جائے گا اور ایک جہنمی گروہ جہنم سے رہ جائے گا، جہنمی گروہ جنتی گروہ کو کہے گا کہ تمہیں تمہارے ایمان نے نفع نہ دیا، یہ جنتی گروہ اللہ تعالےٰ سے دعا کرے گا اور وہ آہ و زاری کرے گا جسے اہلِ جنت سُن لیں گے، یہ لوگ پہلے آدم علیہ السلام سے پھر دوسرے انبیاء علیہم السلام عرض کریں گے کہ ہماری شفاعت کیجئے، تمام انبیاء کرام عذر کر دیں گے پھر یہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی شفاعت کریں گے، تو یہ ہے مقامِ محمود۔"

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے یزید فقیر کو فرمایا تم نے نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے مقام کے بارے میں سنا جس پر اللہ تعالےٰ آپ کے حبیب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو فائز فرمائے گا، یزید نے کہا ہاں، حضرت جابر نے فرمایا وہ مقامِ محمد ہے جس کا نام مقامِ محمود رکھا گیا ہے۔ اس مقام کی بدولت اللہ تعالےٰ دوزخیوں کو دوزخ سے نجات عطا فرمائیگا، پھر حضرت جابر نے وہ حدیث بیان کی جس میں اس امت کے دوزخیوں کو دوزخ سے نکالنے کی شفاعت کا ذکر ہے، اسی طرح حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا یہی مقامِ محمود ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے کیا ہے۔ حضرت شیبان فرماتے ہیں مقامِ محمود، قیامت کے دن امت کی شفاعت ہے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں :

كَانَ اَهْلُ الْعِلْمِ يَرَوْنَ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ شَفَاعَةَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔

"اہلِ علم، مقامِ محمود، قیامت کے دن کی شفاعت کو قرار دیتے تھے"

اب احادیثِ مبارکہ ملاحظہ ہوں :

۱۔ حدیثِ صحیح ہے :

لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ يَّدْعُوْ بِهَا وَاخْتَبَأْتُ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِّاُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

"ہر نبی کے لئے ایک (یقینی) مقبول دعا ہے جو مانگ سکتے ہیں، میں نے اپنی دعا چھپا رکھی ہے تاکہ قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کروں"

اہلِ علم فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ہر نبی کے لئے ایک ایسی دعا ہوتی ہے جو ضرور قبول ہوتی ہے اور دعا کرتے ہی اس کا قبول ہونا یقینی ہوتا ہے ورنہ ہر پیغمبر کی بے شمار دعائیں مقبول ہوتی ہیں اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی مقبول دعائیں تو حد و حساب سے باہر ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شفاعت اور دعا اپنی امت کے لئے یقیناً مقبول ہوگی۔

۲۔ حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں :

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَاَشْفَعَنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لِاَكْثَرَ مِمَّا فِي الْاَرْضِ مِنْ حَجَرٍ وَّ شَجَرٍ۔

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے سنا کہ تحقیق میں قیامت کے دن، زمین کے پتھروں اور درختوں سے زیادہ انسانوں کی شفاعت کروں گا۔"

۳۔ حدیث کی صحیح کتابوں میں ہے :

قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ يَجْمَعُ اللّٰهُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَهْتَمُّوْنَ اَوْ قَالَ فَيُلْهَمُوْنَ فَيَقُوْلُوْنَ لَوِ اسْتَشْفَعْنَا اِلٰى رَبِّنَا۔

"آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ اولین و آخرین کو قیامت کے دن جمع فرمائے گا پس تمام غمگین ہو جائیں گے یا فرمایا (راوی کو شک ہے) انہیں الہام کیا جائیگا کہ شفاعت طلب کرنے کے لئے جائیں تو وہ کہیں گے کتنا اچھا ہو تا کہ ہم دربارِ الٰہی میں کسی کو شفیع بناتے۔"

بعض روایات میں آتا ہے :

مَاجَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ فِيْ بَعْضٍ

"بعض لوگ بعض سے ٹکرائیں گے۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے :

فَتَدْنُو الشَّمْسُ فَيَبْلُغُ النَّاسَ مِنَ الْغَمِّ مَا لَا يُطِيْقُوْنَ وَلَا يَحْتَمِلُوْنَ فَيَقُوْلُوْنَ اَلَا تَنْظُرُوْنَ مَنْ يَّشْفَعُ لَكُمْ۔

"آفتاب قریب ہو جائے گا اور لوگوں کو اتنا غم لاحق ہو گا جس کی طاقت

له شفا شریف، [illegible]

له حضرت حسن رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں :

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر کا
کہ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

نہیں دیکھیں گے، اسے برداشت نہیں کر پائیں گے تو آپس میں کہیں گے کیا تم ایسی ہستی کو نہیں ڈھونڈتے جو تمہاری شفاعت کرے؟

فَيَأْتُونَ آدَمَ فَيَقُولُونَ أَنْتَ آدَمُ أَبُو الْبَشَرِ خَلَقَكَ اللَّهُ بِيَدِهِ وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُوحِهِ وَأَسْكَنَكَ جَنَّتَهُ وَأَسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَتَهُ وَعَلَّمَكَ أَسْمَاءَ كُلِّ شَيْءٍ اشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ حَتَّى يُرِيحَنَا مِنْ مَكَانِنَا أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ۔

"پس حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں آئیں گے اور عرض کریں گے آپ ابوالبشر آدم ہیں، اللہ تعالے نے آپ کو اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور آپ کے جسد مبارک میں اپنی (مخلوق) روح پھونکی، آپ کو اپنی جنت میں جگہ دی، اپنے فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا اور آپ کو ہر شے کے نام سکھائے، اللہ تعالے کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے تاکہ ہمیں اس مشکل جگہ سے نجات عطا فرمائے، کیا آپ اس مشکل کو ملاحظہ نہیں فرماتے جس میں ہم مبتلا ہیں؟

فَيَقُولُ إِنَّ رَبِّي غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَا يَغْضَبُ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَنَهَانِي عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُ نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي اذْهَبُوا إِلَى نُوحٍ۔

"حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے بے شک آج اللہ تعالے کا ایسا غضب ظہور پذیر ہوا ہے کہ اس سے پہلے اس نے ایسا غضب نہیں فرمایا اور نہ ہی آئندہ فرمائے گا، مجھے اللہ تعالے نے پودے سے منع فرمایا تھا، مجھ سے لغزش ہوئی جاؤ کسی اور کے پاس نوح علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔"

فَيَأْتُونَ نُوحًا فَيَقُولُونَ أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ وَسَمَّاكَ اللَّهُ عَبْدًا شَكُورًا أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ أَلَا تَرَى مَا بَلَغَنَا أَلَا تَشْفَعُ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ؟

"پھر حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے آپ اہل زمین کی طرف بھیجے جانے والے پہلے رسول ہیں اللہ تعالے نے آپ کا نام "عبد شکور" (شکر گزار بندہ) رکھا، کیا آپ ہماری مصیبت ملاحظہ نہیں فرماتے، کیا آپ ہمیں پہنچنے والی اذیت نہیں دیکھتے کیا آپ اپنے رب سے ہماری شفاعت نہیں کریں گے؟"

فَيَقُولُ إِنَّ رَبِّي غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ وَلَا يَغْضَبُ بَعْدَهُ مِثْلَهُ نَفْسِي نَفْسِي۔

"حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے تحقیق میرے رب نے آج ایسا غضب کیا ہے کہ وہ اس سے پہلے ظاہر فرمایا اور نہ آئندہ ظاہر فرمائے گا اور فرمائیں گے نفسی نفسی (آج تو مجھے اپنا خیال ہے)۔"

حضرت انس کی روایت میں ہے:

وَيَذْكُرُ خَطِيئَتَهُ الَّتِي أَصَابَ سُؤَالَهُ رَبَّهُ بِغَيْرِ عِلْمٍ۔

"حضرت نوح علیہ السلام اپنی اس لغزش کا ذکر کریں گے کہ انہوں نے لاعلمی میں اپنے بیٹے کی نجات کا سوال کیا تھا۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ کی روایت میں ہے:

وَقَدْ كَانَتْ لِي دَعْوَةٌ دَعَوْتُهَا عَلَى قَوْمِي

"حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے، میرے لئے ایک دعا تھی جو میں نے اپنی قوم کے لئے کر دی تھی۔"

اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي اذْهَبُوا إِلَى إِبْرَاهِيمَ فَإِنَّهُ خَلِيلُ اللَّهِ۔

"کسی اور کے پاس جاؤ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ وہ اللہ کے خلیل ہیں۔"

فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُونَ أَنْتَ نَبِيُّ اللَّهِ وَخَلِيلُهُ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ اشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ أَلَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ۔

"پھر تمام لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ آپ اللہ تعالے کے نبی اور اہل زمین میں سے اس کے خلیل ہیں، اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیجئے، کیا آپ ہماری تکلیف ملاحظہ نہیں فرماتے۔"

فَيَقُولُ إِنَّ رَبِّي غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَكُنْ مِثْلَهُ وَيَذْكُرُ ثَلَاثَ كَلِمَاتٍ كَذَبَهُنَّ نَفْسِي نَفْسِي وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُوسَى فَإِنَّهُ كَلِيمُ اللَّهِ۔

"حضرت ابراہیم علیہ السلام وہی کچھ فرمائیں گے جو حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا، اپنی وہ تین باتیں ذکر کریں گے جو بظاہر جھوٹ تھیں (درحقیقت جھوٹ نہیں) نفسی نفسی، ہاں تم حضرت موسے علیہ السلام کے پاس جاؤ کہ وہ اللہ تعالے کے کلیم ہیں۔"

فَإِنَّهُ عَبْدٌ آتَاهُ اللَّهُ التَّوْرَاةَ وَكَلَّمَهُ وَقَرَّبَهُ نَجِيًّا۔

"بے شک وہ عبد کرم ہیں جنہیں اللہ تعالے نے توراۃ دی ان سے کلام کیا اور انہیں حالت مناجات میں قرب عطا کیا۔"

قَالَ فَيَأْتُونَ مُوسَى فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَيَذْكُرُ خَطِيئَتَهُ الَّتِي أَصَابَ وَقَتْلَهُ النَّفْسَ وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِعِيسَى فَإِنَّهُ رُوحُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ۔

"پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے، وہ فرمائیں گے میں شفاعت (کبریٰ) کے لئے نہیں ہوں اور اپنی لغزش اور قبطی کے قتل کرنے کا ذکر کریں گے۔ تم پر لازم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کہ وہ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں۔"

فَيَأْتُونَ عِيسَى فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدٌ غَفَرَ اللهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ۔

"پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے، وہ فرمائیں گے، میں شفاعت (کبریٰ) کے لئے نہیں ہوں، تم پر لازم ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس جاؤ وہ ایسے عبد مکرم ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اگلے اور پچھلے ذنوب معاف فرما دیے ہیں۔"

فَيَأْتُونِي فَأَقُولُ أَنَا لَهَا فَأَنْطَلِقُ فَأَسْتَأْذِنُ عَلَى رَبِّي فَيُؤْذَنُ لِي فَإِذَا رَأَيْتُهُ وَقَعْتُ سَاجِدًا۔

"پھر میرے پاس آئیں گے تو میں کہوں گا کہ میں خاص شفاعت (کبریٰ) کے لئے ہوں، میں دربار الٰہی میں جاؤں گا اور اجازت طلب کروں گا مجھے اجازت دے دی جائے گی، جب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھوں گا تو سجدے میں چلا جاؤں گا۔"

ایک روایت میں ہے:

فَآتِي تَحْتَ الْعَرْشِ فَأَخِرُّ سَاجِدًا

"میں عرش کے نیچے آؤں گا اور سجدہ ریز ہو جاؤں گا"

ایک روایت میں ہے:

فَأَقُومُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَأَحْمَدُهُ بِمَحَامِدَ لَا أَقْدِرُ عَلَيْهَا إِلَّا أَنْ يُلْهِمَنِيهَا اللهُ۔

"میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں کھڑا ہو جاؤں گا اور اس کی ایسی تعریفیں کروں گا جو اس کے الہام کے بغیر نہیں ہو سکتیں۔"

ایک روایت میں ہے:

فَيَفْتَحُ اللهُ عَلَيَّ بِمَحَامِدِهِ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ عَلَى أَحَدٍ قَبْلِي۔

"اللہ تعالیٰ مجھ پر ایسی تعریفیں اور اپنی بہترین ثنا منکشف فرمائے گا کہ مجھ سے پہلے کسی پر منکشف نہیں کی۔"

فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ سَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ۔

"کہو دیا جائے گا کہ اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سر اٹھاؤ، مانگو (جو مانگو گے) دیا جائے گا، شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔"

فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأَقُولُ يَا رَبِّ أُمَّتِي أُمَّتِي

"میں سر اٹھاؤں گا اور عرض کروں گا اے رب! میری امت میری امت! (بخش دے)"

فَيَقُولُ أَدْخِلْ مِنْ أُمَّتِكَ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِ مِنَ الْبَابِ الْأَيْمَنِ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيمَا سِوَى ذَلِكَ مِنَ الْأَبْوَابِ۔

"اللہ تعالیٰ فرمائے گا اپنے ان امتیوں کو جنت کے داہنے دروازے سے داخل کر دو جن پر حساب نہیں ہے اور وہ دوسرے دروازوں میں باقی لوگوں کے ساتھ شریک ہیں۔"

ایک اور روایت میں ہے:

فَيُقَالُ لِي يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ تُسْمَعْ لَكَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَ فَأَقُولُ يَا رَبِّ أُمَّتِي أُمَّتِي۔

"مجھے کہا جائے گا اے حبیب! اپنا سر اٹھائیے اور کہئے، تمہاری سنی جائے گی، شفاعت کیجئے قبول کی جائے گی اور مانگئے (جو مانگو گے) دیا جائے گا تو میں کہوں گا اے میرے رب، میری امت، میری امت۔"

فَيُقَالُ انْطَلِقْ فَمَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ بُرَّةٍ أَوْ شَعِيرَةٍ مِنْ إِيمَانٍ فَأَخْرِجْهُ فَأَنْطَلِقُ فَأَفْعَلُ۔

"پس فرمایا جائے گا جائیے اور جس شخص کے دل میں گندم یا جو کے دانے کے برابر ایمان ہو اسے نکال لائیے چنانچہ میں جا کر انہیں نکال لاؤں گا۔"

ثُمَّ أَرْجِعُ إِلَى رَبِّي فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ وَذَكَرَ مِثْلَ الْأَوَّلِ وَقَالَ فِيهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ فَأَفْعَلُ۔

"پھر میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جاؤں گا اور اس کی وہی تعریفیں کروں گا جن کا ذکر اس سے پہلے ہو چکا ہے، اور حدیث شریف میں فرمایا (اللہ تعالیٰ فرمائے گا) رائی کے دانہ کی مثل بھی جس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہو اسے آگ سے نکال لائیے تو میں انہیں نکال لاؤں گا۔"

ثُمَّ أَرْجِعُ وَذَكَرَ مِثْلَ مَا تَقَدَّمَ وَقَالَ فِيهِ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ أَدْنَى أَدْنَى مِنْ مِثْقَالِ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ فَأَفْعَلُ۔

"پھر واپس جاؤں گا اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہی کچھ ذکر فرمایا جو اس سے پہلے گزر چکا، اس دفعہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جس کے دل میں رائی کے دانے سے بہت ہی کم ایمان ہے اسے بھی آگ سے باہر لے آئیے، میں انہیں بھی نکال لاؤں گا۔"

ثُمَّ أَرْجِعُ وَذَكَرَ فِي الْمَرَّةِ الرَّابِعَةِ فَيُقَالُ

لِي ارْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَهْ فَأَقُولُ يَا رَبِّ ائْذَنْ لِي فِي مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ۔

"پھر میں واپس جاؤں گا اور حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے چوتھی مرتبہ کہا جائے گا اپنا سر اٹھایئے اور کہیے تمہاری سُنی جائے گی، شفاعت کیجیے قبول کی جائے گی اور مانگیے تمہیں دیا جائیگا تو میں کہوں گا اے میرے رب! مجھے کلمہ پڑھنے والوں کے حق میں اجازت عطا فرما! (کہ انہیں بھی دوزخ سے نکال لاؤں)"

قَالَ لَيْسَ ذٰلِكَ إِلَيْكَ وَلٰكِنْ وَعِزَّتِي وَكِبْرِيَائِي وَعَظَمَتِي وَجِبْرِيَائِي لَأُخْرِجَنَّ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ۔

"ارشاد ہوگا اے حبیب! یہ تمہارے سپرد نہیں لیکن مجھے اپنی عزت و کبریائی اور عظمت و جبروت (قہر) کی قسم! میں کلمہ طیبہ پڑھنے والوں کو آگ سے ضرور نکالوں گا۔"

حضرت قتادہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے راوی ہیں:

قَالَ فَلَا أَدْرِي فِي الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ فَيَقُولُ يَا رَبِّ مَا بَقِيَ فِي النَّارِ إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ أَيْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُودُ۔

"راوی کہتا ہے میں نہیں جانتا کہ تیسری دفعہ یا چوتھی دفعہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم عرض کریں گے اے میرے پروردگار! آگ میں صرف وہ لوگ رہ گئے ہیں جنہیں قرآن پاک نے قید کر دیا ہے یعنی اس پر لازم ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہے۔"

اس حدیث سے جو کتب صحاح میں مختلف طریقوں سے مروی ہے، چند مطالب ثابت ہوتے ہیں:

(۱) تمام اولین و آخرین میدانِ حشر میں حیران اور پریشان ہو کر سوائے اس کے کوئی راستہ نہیں پائیں گے کہ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں کوئی وسیلہ اور شفیع تلاش کریں اور ان میں سے کوئی بھی پناہ حاصل کرنے اور وسیلہ ڈھونڈنے سے سرتابی نہیں کر سکے گا اور تمام لوگ پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس پھر دیگر رسولانِ عظام کے پاس دوڑتے ہوئے جائیں گے لیکن رسولوں کے سرتاج، اولین و آخرین کے سردار اور اللہ تعالےٰ کے محبوب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے سوا کسی کو شفاعت کی اجازت نہیں ملے گی۔

پس گنہگار یا بیکار، حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے ناامیدوار (مولوی اسمٰعیل دہلوی) اجازت ما و ہمراہ ... اور یا وہ گوئی کرتا ہے اور عقیدہ رکھتا ہے کہ کسی سے التجا اور وسیلہ طلبی کے بغیر اور حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے ذریعے ہوئے رحمتِ الٰہیہ کا مستحق بن جائے گا، اس کا خیال خام اور سودائے ناتمام ہے۔

(۲) حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے اس فرمانِ فیض ترجمان:

فَأَقُولُ أَنَا لَهَا فَأَنْطَلِقُ فَأَسْتَأْذِنُ عَلٰى رَبِّي

(میں) کہوں گا کہ میں شفاعت کے لئے ہوں، میں جاؤں گا اور اپنے رب سے اجازت لوں گا،

سے ظاہر ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ کے ارشاد:

سَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ

سے پہلے ہی شفاعت کی اجازت تھی اور حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو شفاعت کی قبولیت کا یقین تھا کیونکہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے اجازت اور قبولیت شفاعت کے یقین کے بغیر یہ کہنا (أَنَا لَهَا) کوئی معنی نہیں رکھتا، پس شفاعت کی اجازت وہی ہے جو قرآن پاک میں ہے:

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

اور قبولیت شفاعت کا یقین اس بشارت سے حاصل ہے:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى

اور اس لحاظ سے کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شفاعت وہ دعائے مقبول ہے جو آپ نے اپنی امت کے لئے چھپا رکھی تھی (یہ کہا جا سکتا ہے کہ شفاعت آپکو) حاصل تھی۔

(۳) حضور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو بارگاہِ ایزدی میں انتہائی وجاہت اور کامل محبوبیت حاصل ہے کیونکہ اس وقت تمام اولوالعزم رسول اپنی جگہ (خشیتِ الٰہی سے) کانپ رہے ہوں گے اور اپنے معاملے میں حیران ہوں گے ایسے وقت میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اپنی عزت و وجاہت اور محبوبیت و مقبولیت کے سبب شفاعت طلب کرنے والوں کا سوال پورا کرنے کے لئے قدم اٹھائیں گے اور ان کی شفاعت کی ذمہ داری انجام دیں گے۔

(۴) ایسے لوگوں کے لئے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شفاعت نجات کا سبب نہیں بنے گی جو توحید کے اقراری اور رسالت کے منکر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ توحید و رسالت کے ماننے والوں کی بخشش حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے وسیلے کے بغیر نہیں فرمائے گا۔[1]

(۵) اللہ تعالےٰ کے دربار میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی انتہائی عزت اس حدیث سے مستنبط ہوتی ہے کہ بارگاہِ الٰہی میں قبولیت اور اجابت حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی دعا کا استقبال کرے گی کیونکہ دعا سے پہلے ارشاد ہوگا،

---

[1] اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں ۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے [illegible]

[2] [illegible]

سَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ

(مانگئے، تمہیں دیا جائے گا اور شفاعت کیجئے، قبول کی جائیگی)

(۶) اس حدیث سے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی امت کے حال پر کمال شفقت ورحمت کا پتہ چلتا ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو قیامت کے دن، فکرِ امت کے علاوہ کوئی امر پیشِ نظر نہیں ہوگا چنانچہ دوسرے رسولانِ گرامی کو اپنی فکر ہوگی، وہ نفسی نفسی کہیں گے اور حضور رحمتِ مجسم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو امت کی فکر ہوگی اور آپ امتی امتی کہیں گے۔

(۷) کبیرہ گناہوں کے مرتکب مومن حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے نجات پا جائیں گے کیونکہ وہ یقیناً ذرہ کی مقدار ایمان رکھتے ہیں لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت انہیں بھی شامل ہوگی۔ رہا معتزلہ کا یہ گمان کہ شفاعت کبیرہ گناہوں کے بخشوانے میں دخل نہیں رکھتی تو یہ اس سراپا رسوائی گروہ کی جہالت اور نادانی ہے۔

۴- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُوْضَعُ لِلْاَنْبِيَاءِ مَنَابِرُ يَجْلِسُوْنَ عَلَيْهَا وَيَبْقٰى مِنْبَرِيْ لَا اَجْلِسُ عَلَيْهِ قَائِمًا بَيْنَ يَدَيْ رَبِّيْ مُنْتَصِبًا۔

"حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ انبیاءِ کرام کے لئے منبر رکھے جائیں گے جن پر وہ بیٹھ جائیں گے، میرا منبر خالی رہے گا، میں اس پر نہیں بیٹھوں گا، میں اللہ تعالےٰ کے دربار میں کھڑا رہوں گا۔"

فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى مَا تُرِيْدُ اَنْ اَصْنَعَ بِاُمَّتِكَ فَاَقُوْلُ يَا رَبِّ عَجِّلْ حِسَابَهُمْ فَيُدْعٰى بِهِمْ فَيُحَاسَبُوْنَ فَمِنْهُمْ مَنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِهٖ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِيْ۔

"اللہ تعالےٰ فرمائے گا اے حبیب! تم کیا چاہتے ہو کہ تمہاری امت سے کیا معاملہ کروں؟ میں عرض کروں گا اے پروردگار! ان کا حساب جلدی فرما، پس انہیں بلایا جائے گا اور ان کا حساب لیا جائے گا، ان میں سے بعض وہ ہوں گے جو اللہ تعالےٰ کی رحمت سے جنت میں داخل ہوں گے اور بعض میری شفاعت سے۔"

وَلَا اَزَالُ اَشْفَعُ حَتّٰى اُعْطٰى صِكَاكًا بِرِجَالٍ قَدْ اُمِرَ بِهِمْ اِلَى النَّارِ حَتّٰى اَنَّ خَازِنَ النَّارِ يَقُوْلُ يَا مُحَمَّدُ مَا تَرَكْتَ لِغَضَبِ رَبِّكَ فِيْ اُمَّتِكَ مِنْ نِّقْمَةٍ۔

"اور میں شفاعت کرتا رہوں گا حتیٰ کہ ایسے لوگوں کے ناموں کے دفتر دیئے جائیں جن کے لئے جہنم کا حکم ہو چکا ہوگا اور مالک جہنم کا داروغہ کہے گا یا رسول اللہ! آپ نے تو اپنی امت میں اللہ کے غضب کی کچھ سزا بھی نہیں رہنے دی۔"

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالےٰ، حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی وجاہت ومحبت کے سبب آپ کی امت کے ساتھ آپ کی رضا کے موافق معاملہ فرمائے گا، آپ کی درخواست کے مطابق ان کے حساب وکتاب میں جلدی فرمائے گا، جو لوگ بے گناہ ہوں گے یا جن کی نیکیاں زیادہ ہوں گی وہ اللہ تعالےٰ کی رحمت کے سبب جنت میں چلے جائیں گے، حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شفاعت ان کے لئے عذاب سے نجات دینے میں نہ ہوگی بلکہ حساب کی جلدی میں ہوگی، اور جو گنہگار ہوں گے اور اپنے برے اعمال کے سبب گرفتار ہوں گے، حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے جنت میں داخل ہو جائیں گے اور آپ کی شفاعت ان کی نجات کا سبب ہوگی یہاں تک کہ جن کے جہنم میں جلنے کا حکم ہو چکا ہوگا، حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے فیض سے رہائی پا جائیں گے اور دوزخ کا داروغہ آپ سے عرض کرے گا کہ آپ نے اپنا کوئی امتی اللہ تعالےٰ کے غضب کے لئے نہیں چھوڑا۔

۵- مَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَفَاعَتِيْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِيْ۔

"میری شفاعت میرے ان امتیوں کے لئے ہوگی جو کبائر کے مرتکب ہوں گے۔"

۶- عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَانِيْ اٰتٍ مِّنْ عِنْدِ رَبِّيْ فَخَيَّرَنِيْ بَيْنَ اَنْ يَّدْخُلَ نِصْفُ اُمَّتِي الْجَنَّةَ وَبَيْنَ الشَّفَاعَةِ فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ وَهِيَ لِمَنْ مَّاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا۔

"میرے رب کی طرف سے آنے والا میرے پاس آیا اور اس نے بے اختیار دیا ہیں کہ میری نصف امت جنت میں چلی جائے، اور شفاعت میں، پس میں نے شفاعت اختیار کی اور وہ شفاعت اس شخص کے لئے ہوگی جو اس حال میں مرا کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا تھا"



اسلام کی صداقت وحقانیت

فرحت صدیقی اشرفی مدنی

مصطفٰے جانِ رحمت، آقائے نعمت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے دنیا میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے جتنے بھی انبیاء ورسل کو مبعوث کیا ان تمام کا دین سچا اور باعث نجات ہوتا تھا اسی لئے یہود ونصاریٰ کے دین اپنے اپنے وقت پر اسلام ہی کہلاتے تھے۔ کیوں کہ ہر آسمانی دین سچا ہوتا تھا اور سچے دین کو اسلام کہا جاتا ہے۔ مگر سرکارِ رحمت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد بابرکت اور اعلانِ نبوت کے بعد آپ سے پہلے کے تمام ادیان سماویہ وقوانین شرعیہ سب منسوخ ہو گئے۔ للہذا اب سے صبح قیامت تک "اسلام" سے مراد دینِ مصطفوی وشریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوگی اب نہ نصرانیت ویہودیت کا دین اسلام کہلا سکتا ہے اور نہ وہ مذہب قابل نجات ہو سکتا ہے۔

اسلام کی حقانیت وصداقت خدا کے اس فرمان سے معلوم ہوتی ہے کہ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ بے شک دین اللہ کے پاس اسلام ہے۔ اور خدا اسی دین سے راضی ہے اور اس کا پسندیدہ دین اسلام ہی ہے جیسا کہ کلام مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ اس کی تائید حضرت قتادہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کو ابن جریر نے نقل کیا ہے کہ اسلام اللہ کا دین ہے جس کے لئے انبیاء کرام بھیجے گئے اور اسی کی طرف اولیاء اللہ نے ہر زمانے میں رہنمائی کی۔

اسلام خدا کا دین ہے، جو اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ہے، اس کے سارے قوانین من جانب اللہ اور رسول ہیں۔ اس کے عقائد واصول میں خدا اور رسول کے علاوہ کسی کا نہ دخل ہے، اور نہ دخل اندازی کو اسلام پسند کرتا ہے۔ رہ گئی بات اسلامی فقہ کی، وہ تو قرآن واحادیث کی آیات وفرامین ہی کی تشریح ہے یعنی فقہ اسلامی قرآن وحدیث کی تفسیر وتشریح ہے اس سے ہٹ کر کوئی اور چیز ہرگز نہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ ہم نے اسلام اور آئین اسلام اور اس کے عقائد وغیرہ کو خدا اور اس کی مرضی اور حکم سے لیا ہے ــــ نہ کہ اپنی رائے اور مرضی سے، اور جہاں تک عقائد اسلام کا سوال ہے اس میں تقلید جائز نہیں جو لوگ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی ہیں وہ عقائد میں تقلید نہیں کرتے بلکہ ہم صرف فروعات میں ان کی پیروی کرتے ہیں کیوں کہ عقائد میں تقلید نہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس کے سارے عقائد حلال وحرام سب خدا اور رسول کی جانب سے نافذ کئے ہوئے احکام ہیں نہ کہ اپنی مرضی سے نہ ہی کسی امام کی مرضی سے چنانچہ حضرت علی ابن ابراہیم حضرت امیر المومنین علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنے خطبہ میں فرمایا کہ مومن نے اپنا دین ومذہب اپنے رب سے لیا نہ کہ اپنی رائے سے۔

اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن نے "اسلام" کو اپنانے اور اس پر عمل پیرا ہونے نیز اپنی وابستگی خدا اور رسول کو، محبوب کی اتباع پر موقوف رکھا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔ اے محبوب آپ فرما دیجئے اگر یہ خدا کے محبوب بننا چاہیں تو آپ کی اتباع کریں خدا انھیں محبوب بنا دے گا یعنی جو اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع ومطیع ہوگا وہ خدا کا محبوب ہوگا۔ جو اس کے حبیب کی اطاعت کرے گا وہ خدا کی اطاعت میں رہے گا اور یہی اطاعت رسول اس کو خدا کے حضور محبوب بنا دے گی۔ اس لحاظ سے اب کسی اور مذہب کی حقانیت باقی رہ جاتی ہے نہ ان ادیان باطل پر عمل کر کے نجات کا سامان مہیا کیا جا سکتا ہے۔ کیوں کہ آپ کی اتباع وپیروی اصل الاصول ہے، آپ جہاں نجات اخروی کے لئے ایک سچا دین اسلام پیش فرماتے ہیں، وہیں دیگر تمام ادیان سماوی کو منسوخ فرمانے والے بھی ہیں کیوں کہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں، خاتم النبیین ہیں اور ختمی مرتبت بھی۔ اس کو مزید حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ سے سمجھا جا سکتا ہے۔ کہ ایک بار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ توریت کے کچھ اوراق لئے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور اس کو پڑھنے لگے۔ آپ کے اس عمل سے ختمی مرتبت امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مقدسہ متغیر ہو گیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کے چہرے کے آثار دیکھ کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خاموش کروایا جس پر حضرت فاروق نے معافی چاہی۔ رسول کون ومکان، رحمتِ عالم وعالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے رب کی اگر آج موسیٰ علیہ السلام ظاہر ہوں تو ان کو بھی میری اتباع کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ یعنی آپ ہی کی اتباع کرنی پڑے گی۔ (دارمی ومشکوٰۃ باب الاعتقام)

اسی مشکوٰۃ میں بحوالہ احمد وبیہقی ہے کہ ایک بار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہی بارگاہ مصطفوی میں عرض

(باقی صفحہ ۴۲ پر)

اسلام کے معاشرتی اصول و آداب

محمد رضوان الرحمٰن فاروقی
مفتی مالوہ

دوسری اور آخری قسط

(۸) دینی تعلیم پر اجر و ثواب

حدیث :۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باپ کا اپنی اولاد کو ادب کی کوئی بات سکھانا ایک صاع خیرات سے بہتر ہے۔ (ترمذی)

تمام محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے، کہ حدیث میں آداب سے شرعی آداب ہی مراد ہیں، والدین اپنی اولاد کو دنیاوی تعلیم دیں مگر پہلے بقدر ضرورت علم دین سکھا دیں تاکہ اسلامی عقائد و فرائض اور دین کے ضروری احکام سے واقف ہو جائیں۔ اور دورِ حاضر میں کفر و الحاد کے خاموش حملوں سے پسپا نہ ہونے پائیں۔

(۹) اولاد کی شادی

اولاد کے حقوق میں سے ایک حق ماں باپ پر یہ بھی ہے کہ جب بچے اور بچیاں بالغ ہو جائیں تو جلد از جلد ان کی شادی کر دیں، تاکہ اپنی عفت و عصمت کو محفوظ رکھ سکیں،

حدیث :۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ فَلْيُحْسِنِ اسْمَهُ وَ أَدَبَهُ فَإِذَا بَلَغَ فَلْيُزَوِّجْهُ فَإِنْ بَلَغَ وَلَمْ يُزَوِّجْهُ فَأَصَابَ إِثْمًا فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى أَبِيهِ (بیہقی)

جس کے یہاں کوئی بچہ ہو اس کو چاہئے کہ بچے کا اچھا نام رکھے اور آداب شرعی سکھائے پھر جب بالغ ہو جائے تو اس کی شادی کر دے، اگر بالغ ہونے پر شادی نہیں کی اور وہ کسی گناہ کا مرتکب ہوا تو اس کا وبال باپ پر ہوگا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچوں اور بچیوں کے بالغ ہونے کے بعد شادی میں تاخیر کرنا مناسب نہیں۔ اللہ تعالیٰ والدین کو اپنی اولاد کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے

جس طرح بیوی کو لازم ہے کہ شوہر کے حقوق ادا کرے اسی طرح شوہر پر فرض ہے کہ بیوی کے حقوق ادا کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی نہ برتے،

(۱) بیوی کا نفقہ

شوہر کا فرض ہے کہ بیوی کا نفقہ ادا کرے یعنی کھانا، کپڑا اور رہنے کے لئے مکان دے اور اس کو ان تمام ضروریات سے بے نیاز کر دے جو اس کے لئے ضروری ہیں۔

اللہ کا فرمان ہے۔

لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِنْ سَعَتِهِ (سورہ طلاق)

وسعت والے کو چاہئے کہ اپنی وسعت کے مطابق نفقہ دے،

اگر شوہر کی آمدنی تنگی ہو، اور زیادہ گنجائش نہ ہو تو اس کے بارے میں ارشاد ہے۔

وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ (سورۃ طلاق)

اور جس کی آمدنی تنگی ہو تو اس کو چاہئے کہ اللہ نے اس کو جو کچھ دیا ہے، اسی میں سے نفقہ دے،

ان آیاتِ پاک سے اللہ تعالےٰ نے شوہروں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی گنجائش کے مطابق اپنی بیویوں کو نفقہ ادا کریں۔

(۲) نفقہ بند کرنا گناہ

حدیث :۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے گنہگار ہونے کے لئے یہ بات کیا کم ہے، کہ بیوی بچوں کا کھانا بند کر دے (مسلم شریف)

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ بیوی کا نفقہ بند کرنا سخت ترین گناہ ہے، شوہر کو چاہئے کہ اپنی ذمّے داری کو محسوس کرے، اور بیوی کا نفقہ دینے میں کوتاہی نہ کرے۔

(۳) بیوی کا دین مہر

شوہر پر بیوی کے حقوق ادا کرنے کی جو ذمّہ داریاں عائد ہیں، ان میں سے ایک بڑی ذمّہ داری یہ بھی ہے، کہ وہ اپنی بیوی کا دین مہر ادا کرے اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی تاکید فرمائی ہے،

حدیث :۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ نکاح کی شرط یعنی مہر ادا کرنے کا سب سے زیادہ خیال رکھو (بخاری و مسلم)

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ بیوی کا دین مہر شوہر کے ذریعہ واجب ہے اور اس کا ادا کرنا فرض ہے، اگر اس کے ادا کرنے میں کوتاہی کی تو قیامت کے دن حقوق العباد کے سلسلہ میں سخت گرفت ہوگی، اور سزا بھگتنی پڑے گی۔

شوہر کا فرض ہے کہ اپنی بیوی کا مہر ادا کرے اور آخرت کے مواخذہ سے ڈرے۔

(۴) بیوی کے جذبات کا پاس

شوہر کے فرائض میں یہ بات بھی ہے کہ اپنی بیوی کے جذبات اور داعیات کو فراموش نہ کرے۔

ایک دفعہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے عہد خلافت میں رات کے وقت گشت لگا رہے تھے۔ اتفاقاً ایک مکان سے آپ نے ایک عورت کی آواز سنی جو نہایت دردناک اشعار پڑھ رہی تھی، آپ اسی جگہ کھڑے ہو گئے، اور غور سے سننے لگے۔ پھر تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ اس عورت کا شوہر جہاد کے سلسلہ میں عرصہ دراز سے باہر گیا ہوا ہے، حضرت فاروق اعظم کے دل پر اس کے جذبہ محبت کا گہرا اثر پڑا، اور تمام سپہ سالاروں کے نام یہ حکم جاری کر دیا کہ جو شخص شادی شدہ ہو، وہ اپنی بیوی سے چار مہینہ سے زیادہ جدا نہ رہے۔

شوہر کو چاہئے کہ بیوی کے جذبات کا پاس کرے، اور زیادہ دنوں تک اپنی بیوی سے جدا نہ رہے، اگر پردیس میں زیادہ دنوں تک رہنا ہو تو بیوی کو اپنے ساتھ رکھے۔

(۵) ظلم اور زیادتی کی ممانعت

شوہر کا اپنی بیوی کو ستانا، گالیاں دینا، اور اس پر ظلم و زیادتی کرنا بدترین گناہ ہے، اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر ظلم و زیادتی کرنے سے منع فرمایا ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

تم اپنی بیویوں کو تکلیف اور ضرر پہنچانے کی نیت سے نہ روک رکھو تاکہ ان پر زیادتی کرو، اور جو شخص ایسا کرے گا وہ خود اپنے اوپر ظلم کرے گا۔ (سورہ طلاق)

اس آیت پاک سے معلوم ہوا کہ جو شوہر اپنی بیوی پر ظلم و تعدی کرے گا وہ خود بھی اپنی زندگی کے سکون و اطمینان کو برباد کر کے پریشانیوں میں مبتلا ہو جائے گا۔

حدیث:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب سے برا آدمی وہ ہے جو اپنی بیوی کو ستائے۔ (طبرانی شریف)

(۶) خوش خُلقی

شوہر کا اخلاقی فریضہ ہے، کہ اپنی بیوی کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آئے۔ محبت کا برتاؤ کرے، اور جہاں تک ہو سکے اپنی ذات سے خوش رکھنے کی کوشش کرے۔

حدیث:۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرے (سنن ابن ماجہ)

حدیث:۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم میں بہترین انسان وہ ہے جو اپنے بیوی بچوں کے حق میں بہتر ہو اور میں خود بھی اپنے اہل و عیال کے حق میں بہتر ہوں۔ (ترمذی شریف)

ترمذی شریف کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں مومن کامل وہ شخص ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں اور اپنی بیوی کے ساتھ نرمی اور مہربانی کا برتاؤ کرے۔

شوہر کو چاہئے کہ اپنی بیوی کے ساتھ خوش خلقی، نرمی اور مہربانی سے پیش آئے اور اپنے پیارے نبی کے حکم پر عمل کرے۔

(۷) بیوی کی دل جوئی

شوہر کو چاہئے کہ باہمی تعلقات کو خوش گوار بنانے کے لئے محبت کے طریقے اختیار کرے اور اس کی دل جوئی اور دل بستگی کے لئے کسی وقت بے تکلف ہو کر ہنسی مذاق کی باتوں سے اسے خوش کرنے کی بھی کوشش کرے تاکہ دونوں ایک دوسرے سے اس طرح گھل مل جائیں کہ ایک روح دو قالب ہو جائیں۔ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کی دل جوئی کا بہت خیال رکھتے تھے۔

حدیث:۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آ جانے کے بعد بھی اپنی کم عمری کی وجہ سے گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی اور میری چند سہیلیاں تھیں وہ بھی میرے ساتھ کھیلا کرتی تھیں۔ جب حضور گھر میں تشریف لاتے تو میری سہیلیاں شرم کی وجہ سے ادھر ادھر چھپ جاتی تھیں لیکن حضور میری دل بستگی کی خاطر انہیں میرے پاس بھجوا دیتے اور وہ میرے ساتھ کھیلتی رہتی تھیں۔ (بخاری شریف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے اس طریقۂ عمل سے یہ سبق ملتا ہے، کہ شوہر کو اپنی بیوی کی دل جوئی اور دل بستگی کا خیال رکھنا چاہئے۔

(۸) بیوی سے محبت

شوہر کو چاہئے کہ اپنی بیوی کو شریک زندگی سمجھ کر اس سے محبت کرے حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بے حد محبت تھی۔ ان کے انتقال کے بعد بھی آپ ان کو یاد فرمایا کرتے تھے، اور ان کی سہیلیوں کے ساتھ حسن سلوک کیا کرتے تھے۔

اسی طرح ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ ان کی تکلیف کو آپ اپنی تکلیف خیال کرتے تھے،

ایک دفعہ حضرت ام سلمہ نے آپ سے شکایت کی کہ جس دن آپ عائشہ صدیقہ کے یہاں ہوتے ہیں، اسی دن لوگ تحفے بھیجتے ہیں تو حضور نے فرمایا

لَا تُؤْذِيْنِيْ فِيْ عَائِشَةَ

عائشہ کے بارے میں مجھے ایذا نہ دو

مسلمانوں کو چاہئے کہ حضور کی سیرت سے سبق حاصل کریں اور اپنی بیویوں سے محبت کریں۔

شوہر کے حقوق

جس طرح شوہر کو لازم ہے کہ بیوی کے حقوق ادا کرے اسی طرح بیوی پر فرض ہے کہ شوہر کے حقوق ادا کرنے میں کسی قسم کی کمی نہ کرے۔

(۱) شوہر کا ادب واحترام

بیوی کا فرض ہے کہ اپنے شوہر کی خداداد عظمت کو ملحوظ رکھے اور اس کے ادب واحترام میں کسی قسم کی کوتاہی نہ برتے اور زبان سے کوئی ایسا کلمہ نہ نکالے جو شوہر کی شان کے خلاف ہو۔ صحیح حدیث سے ثابت ہے، اگر کسی کو کسی کے لئے سجدہ کرنے کی اجازت دی جاتی تو عورتوں کو حکم دیا جاتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں۔

حدیث: ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین اور انصار کی مجلس میں تشریف فرما تھے۔ اتنے میں ایک اونٹ آیا اور اس نے آپ کو سجدہ کیا یہ کیفیت دیکھ کر صحابۂ کرام نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! جب آپ کو جانور اور درخت سجدہ کرتے ہیں، تو ہم زیادہ حق دار ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں۔ یہ بات سن کر آپ نے فرمایا۔

لَوْ کُنْتُ آمُرُ اَحَدًا اَنْ یَسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَۃَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِھَا (مسند احمد)

اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

اس حدیث سے ایک بات پر معلوم ہوئی کہ خدا کے سوا کسی کے لئے سجدہ کرنا جائز نہیں، اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ شوہر کا درجہ اتنا بلند ہے کہ مخلوق میں کسی کے لئے سجدہ کرنا جائز ہوتا تو عورت کو حکم دیا جاتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

بیوی کا فریضہ ہے کہ اپنے شوہر کی عظمت کا لحاظ رکھے، اور اس کی تعظیم وتکریم میں کمی نہ کرے۔

(۲) شوہر کی محبت

بیوی کو لازم ہے کہ اپنے شوہر سے سچی محبت کرے۔ سچی محبت یہ ہے کہ شوہر کی ذات سے محبت ہو، مفلسی ہو یا دولت مندی، تنگ دستی ہو یا خوش حالی ہر حال میں شوہر کی محبت کا دم بھرے، اور ہر امر میں اس کی محبت کو مقدم سمجھے۔

۱۔ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی بیوی تھیں، ان کی محبت کا یہ حال تھا کہ اگر کسی وقت حضور کو کسی قسم کی کوئی پریشانی لاحق ہوتی تو وہ حضور کو پریشان دیکھ کر تڑپ اٹھتی تھیں اور بڑی محبت سے تسلی دیتی تھیں۔

۲۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی محبت کا یہ عالم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر وقت اپنی جان نثار کرتی تھیں۔

۳۔ حضرت عاتکہ کی شادی حضرت ابوبکر صدیق کے صاحبزادے حضرت عبداللہ سے ہوئی تھی، ان کو اپنے شوہر سے ایسی محبت تھی کہ جس وقت ان کے شوہر حضرت عبداللہ غزوۂ طائف میں شہید ہوئے، تو وہ اپنے شوہر کی جدائی کے صدمہ سے بے ہوش ہو گئیں۔

۴۔ حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا کے شوہر ایک جنگ میں شہید ہو گئے جب حمنہ کو اپنے شوہر کی شہادت کی خبر ملی تو محبوب شوہر کی جدائی کے غم میں چیخ اٹھیں۔

ہر عورت کو چاہئے کہ ان مقدس عورتوں کی محبت کے واقعات کو غور سے پڑھے، اور ان کے نقش قدم پر چل کر اپنے شوہر سے محبت کرے۔

(۳) شوہر کی اطاعت

بیوی کے فرائض میں یہ بات بھی ہے کہ اللہ ورسول کے حکم کے مطابق اپنے شوہر کی اطاعت کرے اور اس کی فرمانبرداری کو اپنا فرض سمجھے۔

حدیث: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شوہر کا بیوی پر اتنا بڑا حق ہے کہ اگر حکم دے کہ پیلے پہاڑ سے پتھر کالے پہاڑ پر لے جا، اور کالے پہاڑ سے سفید پہاڑ پر لے جا تو عورت پر فرض ہوگا کہ شوہر کی فرمانبرداری کرلے۔ (مسند امام احمد)

مطلب یہ ہے کہ شوہر اپنی عورت کو کسی ایسے کام کا حکم دے جو عبث اور بے کار ہو تب بھی عورت کا فرض ہے کہ شوہر کے حکم کی تعمیل کرے۔

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو عورت پانچ وقت کی نماز پڑھے گی رمضان شریف کے روزے رکھے گی اپنے نفس کو برے کام سے بچائے گی، اور اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرے گی، اس کو قیامت کے دن اختیار دیا جائے گا کہ وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔ (مشکوٰۃ شریف)

ایک شخص نے حضور سے دریافت کیا کہ بہتر عورت کی پہچان کیا ہے؟ تو حضور نے ارشاد فرمایا۔

اَلَّتِیْ تُطِیْعُہٗ اِذَا اَمَرَ (نسائی شریف)

جو عورت اپنے شوہر کی اطاعت اور فرمانبرداری کرے۔

بیوی کا مذہبی اور اخلاقی فرض ہے کہ اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرے، اور خوب یاد رکھے کہ اگر وہ اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرے گی تو ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ شوہر خود ہی اس کا گرویدہ ہو جائے گا۔

(۴) شوہر کی خدمت

عورت کا فرض ہے کہ اپنے شوہر کی خدمت سے دریغ نہ کرے، اور زندگی کے ہر قدم پر نہایت خندہ پیشانی سے شوہر کی خدمت کرکے اپنی وفاداری کا عملی ثبوت دے۔

حضرت اسماء کی شادی حضرت زبیر سے ہوئی تھی، یہ بزرگ بڑے سخت مزاج تھے، لیکن حضرت اسماء نے اپنی پرخلوص خدمتوں سے اپنے سخت مزاج شوہر کو

اپنا ایسا گرویدہ بنا لیا کہ ہر معاملہ میں حضرت زبیر اپنی بیوی کی دل جوئی کرنے لگے وہ خود اپنی بیوی کی خدمت گذاری کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

میری تند مزاجی کو میری خدمت گزار بیوی نے بدل دیا، وہ ہر وقت میری خوشنودی کا خیال رکھتی تھی، جب میں باہر جاتا تو وہ میرے جوتے صاف کر دیتی اور جب میں گھر میں آتا تو وہ سب کام چھوڑ کر میری طرف متوجہ ہو جاتی، رات کو جس وقت بستر پر لیٹتا تو میرے پاؤں دباتی، سر پر تیل ڈالتی اور میرے سرہانے پانی بھر کر رکھ دیتی، اگر میں ناراض ہو جاتا نیچی نظریں کر کے خاموش کھڑی ہو جاتی۔

عورت اگر یہ چاہتی ہے کہ اپنے شوہر کو اپنا گرویدہ بنائے تو اس کی خدمت میں کوتاہی نہ کرے۔ اس کی پرخلوص خدمتوں کو دیکھ کر شوہر خود ہی اس کا گرویدہ ہو جائے۔

(۵) شوہر کی خواہش کی تکمیل

بیوی کا فرض ہے کہ جب شوہر اس کو اپنی جنسی خواہش کی تکمیل کے لئے بلائے تو عذر شرعی نہ ہونے کی حالت میں اس کی فرمانبرداری کرے۔

حدیث:۔ حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب شوہر اپنی حاجت پوری کرنے کے لئے بیوی کو بلائے تو بیوی اگرچہ تنور پر روٹی پکا رہی ہو، اس کو لازم ہے کہ سب کام چھوڑ کر شوہر کے پاس حاضر ہو جائے۔ (ترمذی شریف)

حدیث:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شوہر اپنی بیوی کو جس وقت بستر پر بلائے اور وہ آنے سے اپنے کو منع کر دے تو اس عورت پر خدا کے فرشتے صبح تک لعنت کرتے رہتے ہیں۔ (بخاری، مسلم)

رشتہ داروں سے حسن سلوک

ہر مسلمان پر اپنے ماں باپ اور اہل و عیال کے علاوہ دیگر رشتہ داروں کے حقوق بھی ہیں، اور ان کا ادا کرنا بھی ضروری ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں مسلمانوں کو بڑی تاکید فرمائی ہے۔

حدیث:۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ،

من احب ان یبسط لہ فی رزقہ وینسا لہ فی اثرہ فلیصل رحمہ (بخاری ومسلم)

جو شخص یہ پسند کرے کہ اس کے رزق میں زیادتی اور عمر میں برکت ہو تو اس کو اپنے رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرنا چاہئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رشتہ داروں سے نیک سلوک کرنے سے انسان کی عمر میں برکت اور دولت میں زیادتی ہے۔

حدیث:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اپنا اپنا نسب نامہ یاد کرو اور رشتہ داروں کو پہچانو تا کہ ان کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اس لئے کہ رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرنا آپس کی محبت، مال و دولت کی زیادتی اور عمر میں برکت کا ذریعہ ہے۔ (بخاری ومسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رشتہ داروں سے نیک سلوک کرنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے، کہ آپس میں محبت پیدا ہوتی ہے۔

حدیث:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو رشتہ دار تمہارے ساتھ نیک سلوک کرے تم اسی کے ساتھ نیک سلوک کرو بلکہ حسن سلوک یہ ہے کہ جو رشتہ دار تم سے رشتہ توڑے اور نیک سلوک نہ کرے تم اس سے رشتہ جوڑو اور اس کے ساتھ بھی نیک سلوک کرتے رہو۔ (بخاری)

ایک دفعہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے رشتہ داروں کی شکایت کی کہ میں ان کے ساتھ نیک سلوک کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ برائی کرتے ہیں، میں ان کے معاملہ میں بردباری اور انکساری سے کام لیتا ہوں اور مجھ پر زیادتی کرتے ہیں یہ سن کر حضور نے فرمایا، اگر ایسا ہی ہے جیسا کہ تم نے بیان کیا ہے تو گویا تم ان کے منھ پر خاک ڈال رہے ہو جب تک تم اسی طرح رہوگے، اس وقت تک ان کے مقابلہ میں اللہ تعالے کی طرف سے تمہارے ساتھ مددر ہے گی، یعنی تم باعزت رہوگے، اور وہ ذلیل ہوں گے تو تم حسن سلوک کا ثواب پاؤگے، اور وہ قطع رحمی کے جرم میں پکڑے جائیں گے۔

(مسلم شریف)

حدیث:۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رشتہ داروں کے حقوق کو پامال کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔ (بخاری ومسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رشتہ داروں سے صلہ رحمی نہ کرنے والا رسول پاک کی نظر میں ایسا مجرم ہے کہ اپنے جرم کی سزا بھگتنے سے پہلے جنت اور جنت کی نعمتوں سے محروم رہے گا۔

حدیث:۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ "یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جس کے کرنے سے دوزخ سے بچ جاؤں اور جنت کا حقدار بن جاؤں" یہ سنکر حضور نے فرمایا کہ "تم چار باتوں کی پابندی کرو (۱) اللہ تعالے کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ (۲) نماز پابندی سے پڑھا کرو (۳) زکوٰۃ دیا کرو (۴) رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کیا کرو

(معالم التنزیل)

حدیث:۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں مدینہ میں پہلی بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو میں نے حضور کی زبان سے سب سے پہلے جو حدیث سنی وہ یہ ہے، کہ "اے لوگو!

تم آپس میں ایک دوسرے کو سلام کیا کرو، بھوکوں کو کھانا کھلایا کرو اور رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کیا کرو۔ (ترمذی شریف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اپنے رشتہ داروں سے محبت کرتے تھے، اور ان کے حقوق کا لحاظ رکھتے تھے۔

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کسی کو اپنے رشتہ داروں سے اتنی محبت کرتے نہیں دیکھا جتنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے رشتہ داروں سے تھی۔ (مسلم شریف)

مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے پیارے نبی کی سیرت سے سبق حاصل کریں اپنے رشتہ داروں سے محبت کریں اور ان کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کریں۔

بہنوں کے حقوق

پرورش

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہنوں کی خدمت اور پرورش جنت حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

حدیث: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے دو بہنوں کو پرورش کیا یہاں تک کہ وہ بالغ ہوگئیں تو میں اس کو اپنے ساتھ جنت میں لے جاؤں گا۔ (ابن حبان)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بہنوں کو پرورش کرنا اور ان کے اخراجات کا کفیل ہونا بڑے ثواب کا کام اور جنت میں جانے کا ذریعہ ہے۔

بہنوں کے ساتھ حسنِ سلوک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہنوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی بار بار ہدایت فرمائی ہے۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا۔ "یا رسول اللہ! میں کس کس سے حسن سلوک کروں؟" یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اپنی والدہ سے اپنے والد سے، اپنی بہنوں سے اور اپنے بھائیوں سے نیک سلوک کیا کرو، اس لئے کہ یہ سب تمہارے حسنِ سلوک کے حقدار ہیں۔ (ابوداؤد)

اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بھائی کی بہ نسبت بہن حسنِ سلوک کی زیادہ مستحق ہے، اسی لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مستحقین میں بہن کو بھائی پر مقدم رکھا ہے۔

حدیث: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس مومن کی تین لڑکیاں یا تین بہنیں ہوں اور وہ ان سے نیک سلوک کرے تو وہ شخص ضرور جنت میں جائے گا۔ (الادب المفرد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بہنوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا مسلمان کو جنت کا مستحق بناتا ہے۔

بہنوں سے محبت

بہنوں سے محبت کرنا رسولِ پاک کی سنت ہے۔ آپ کو اپنی بہنوں سے کس قدر محبت تھی، اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ معرکہ حنین میں جنگی قیدیوں میں آپ کی دودھ شریک بہن شیما بھی گرفتار ہوئیں تو انھوں نے کہا کہ مجھے گرفتار نہ کرو میں رسول اللہ کی بہن ہوں، جس وقت انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لایا گیا تو آپ اپنی بہن کو دیکھ کر رو پڑے، اور ان کے بیٹھنے کے لئے اپنی چادر مبارک بچھادی اور بہت دیر تک ان سے باتیں کرتے رہے پھر حضور نے ان کو بہت کچھ دے کر عزت و احترام کے ساتھ رخصت کیا۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق دے کہ اپنے پیارے نبی کی پاکیزہ سیرت سے سبق حاصل کرکے اپنی بہنوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں، اور ان کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی نہ برتیں۔

بھائیوں کے حقوق

چھوٹے بھائی کو چاہئے کہ بڑے بھائی کا ادب و احترام ملحوظ رکھے اور اس کو باپ کی طرح سمجھے اور بڑے بھائی کو چاہئے کہ چھوٹے بھائی سے شفقت و محبت کا برتاؤ کرے، اور اس کو اپنی اولاد کی طرح سمجھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص چھوٹوں سے محبت و مہربانی کا برتاؤ نہ کرے، اور بڑوں کی تعظیم و توقیر نہ کرے وہ میری امت سے نہیں (ترمذی شریف)

حدیث: حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

حق کبیر الاخوۃ علیٰ صغیرھم حق والد علیٰ ولدہ۔ (بیہقی)

بڑے بھائی کا حق چھوٹے بھائی پر ایسا ہی ہے جیسے باپ کا حق اپنے بیٹے پر ہے۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح باپ کی تعظیم و تکریم ضروری ہے، اسی طرح بڑے بھائی کا ادب و احترام ضروری ہے۔

بھائی سے حسنِ سلوک

بھائیوں کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنا چاہئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔

حدیث: حضرت بکر بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ "یا رسول اللہ! میں کس کس سے حسنِ سلوک کروں؟" فرمایا کہ "اپنی والدہ سے اپنے والد سے، اپنی بہنوں سے، اپنے بھائیوں سے ہمیشہ نیک سلوک کرتے رہو، کیونکہ یہ سب تمہارے نیک سلوک کے مستحق ہیں (ابوداؤد)

خالہ کے حقوق

اسلام نے خالہ کو ماں کی منزلت میں بتایا ہے۔ اس لئے مسلمان کو چاہئے کہ اپنی خالہ کو ماں کی طرح سمجھے، اور اس کی تعظیم و تکریم کرے۔

حدیث: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا ہے کہ

اَلْخَالَۃُ بِمَنْزِلَۃِ الْاُمِّ

خالہ ماں کے ہم پلہ ہے۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے اپنی جامع میں روایت کیا ہے۔

حُسنِ سلوک

حدیث :۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ "یارسول اللہ! میں ایک بڑے گناہ کا مرتکب ہوگیا ہوں، کیا توبہ کی صورت ہے؟" یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "تیری والدہ ہیں یا نہیں؟" اس نے عرض کیا "یارسول اللہ! میری والدہ کا انتقال ہوگیا۔" حضور نے فرمایا "تمھاری کوئی خالہ ہے یا نہیں؟" اس نے عرض کیا۔ "حضور! خالہ موجود ہیں۔" حضور نے فرمایا "جاؤ ان کے ساتھ نیک سلوک کیا کرو۔" (ترمذی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خالہ اپنے بھانجوں کے حسنِ سلوک کی مستحق ہے۔

چچا کا حق

مسلمانوں کو چاہیے کہ چچا کو باپ کی طرح سمجھیں اور ان کا ادب و احترام ملحوظ رکھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ چچا باپ کی مانند ہے۔

حدیث :۔ حضرت ابن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور نے ان کے چہرے پر غصہ کے آثار دیکھ کر دریافت کیا۔ چچا جان! آج آپ کو غصہ کیوں ہے؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "یارسول اللہ! یہ قریش جب آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو نہایت خندہ پیشانی سے ملتے ہیں اور جب ہم سے ملتے ہیں، تو ان کی وہ خوش دلی باقی نہیں رہتی۔" یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک سرخ ہوگیا اور فرمایا "خدا کی قسم کسی کے دل میں ایمان اس وقت تک داخل نہیں ہوسکتا جب تک وہ آپ سے اللہ و رسول کے لیے محبت نہ کرے" پھر فرمایا "اے لوگو!

من اٰذیٰ عمی فقد اٰذانی فانما عم الرجل صنو ابیہ"

جس نے میرے چچا کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی۔ ہر شخص کا چچا باپ کی مانند ہے۔

اس حدیث کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع میں روایت کیا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چچا باپ کی مانند ہے۔ اس کا ادب و احترام ملحوظ رکھنا لازم اور حسنِ سلوک سے پیش آنا ضروری ہے۔

پڑوسیوں کے حقوق

انسان کا اپنے ماں باپ اہل و عیال اور دیگر رشتہ داروں کے علاوہ پڑوسیوں سے بھی تعلق ہوتا ہے، اس لیے اسلام نے ان کے حقوق بھی مقرر کیے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑوسی کے حقوق ادا کرنے کی بار بار تاکید فرمائی ہے۔

حدیث :۔ (۱) ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل امین مجھے پڑوسی کے حق کے بارے میں برابر تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے یہ اندیشہ پیدا ہوگیا کہ کہیں پڑوسی کو پڑوسی کے ترکہ میں وارث نہ بنادیں۔ (بخاری و مسلم)

حدیث :۔ (۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "خدا کی قسم وہ مومن نہ ہوگا" صحابہ کرام نے دریافت کیا "یارسول اللہ! کس کے متعلق فرمارہے ہیں؟" تو حضور نے فرمایا۔ وہ شخص جس کی شرارتوں سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔ (بخاری و مسلم)

حدیث :۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص اللہ اور رسول پر ایمان لایا ہے۔ اس کو چاہیے کہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے۔ (بخاری و مسلم)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کمال ایمان اور مومن کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے پڑوسی کو ایذا نہ پہنچائے۔

حدیث :۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایثار و قربانی کی فضیلت بیان فرمائی تو میں نے دریافت کیا۔ "یارسول اللہ! اگر کوئی شخص مفلس و غریب ہو تو وہ کیا ایثار کرے؟" حضور نے فرمایا۔ "اے ابوذر! جب شوربہ پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ ڈال دیا کرو اور اس میں سے کچھ اپنے پڑوسیوں کو بھیج دیا کرو۔" (بخاری شریف)

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ ہر شخص کو اپنی اپنی حیثیت کے مطابق ایثار کرنا چاہیے۔

حدیث :۔ (۵) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کے نزدیک بہترین پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے حق میں اچھا ہو (ترمذی شریف)

حدیث :۔ (۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "وہ مومن نہیں جو خود تو سیر ہو کر کھائے اور برابر میں اسی کا پڑوسی بھوکا ہے۔" (بیہقی)

حدیث :۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ "یارسول! میرے دو پڑوسی ہوں تو ان میں میرے سلوک کا کون زیادہ مستحق ہے؟" تو آپ نے فرمایا۔ "جس کا دروازہ تمہارے دروازے سے زیادہ قریب ہو وہی زیادہ مستحق ہے۔" (ابوداؤد)

مطلب یہ ہے کہ جو پڑوسی جتنا زیادہ قریب ہوگا اتنا ہی زیادہ مستحق ہوگا۔

حدیث :۔ (۸) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا "یا رسول اللہ! مجھے کیسے معلوم ہو کہ میں بھلا ہوں یا بُرا؟" تو آپ نے فرمایا "اگر تیرے پڑوسی تیری تعریف کرتے ہوں تو بھلا ہے اور اگر بُرا بتاتے ہوں تو بُرا ہے۔" (سنن ابن ماجہ)

حدیث :۔ (۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا "یا رسول اللہ! فلاں عورت کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ نماز روزہ کی بڑی پابند ہے، اور بہت زیادہ خیرات کرتی ہے، مگر وہ اپنے پڑوسیوں کو زبان سے تکلیف پہنچاتی ہے۔" آپ نے فرمایا "وہ جہنم میں جائے گی۔" پھر اس شخص نے کہا "فلاں عورت نفلی نمازیں اور نفلی روزے کم ادا کرتی ہے، مگر اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے ستاتی نہیں۔" آپ نے ارشاد فرمایا "وہ جنت میں جائے گی۔"

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ پڑوسیوں سے ہمدردی کرنا، اچھے سلوک کرنا اور ان کے دکھ درد میں کام آنا جنت میں جانے کا ذریعہ ہے، اور ان کو تکلیف پہنچانا، ایذا دینا اور ستانا دوزخی ہونے کی علامت ہے۔

صحابہ کا پڑوسیوں سے سلوک

(۱) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ جس دن ان کے یہاں کوئی اچھا کھانا پکتا یا کہیں سے کوئی تحفہ آتا تو وہ اس میں سے کچھ اپنے پڑوسیوں کو ضرور بھیجتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے کہ ہم پر ہمارے پڑوسیوں کا حق ہے۔

(۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا دستور تھا کہ جب گھر میں آتے اور کھانے کے لیے بیٹھتے تو پہلے پڑوسیوں کا حال دریافت کر لیتے تھے۔ اگر معلوم ہوتا کہ پڑوس میں کوئی بھوکا ہے، تو اسے بلاتے اور دسترخوان پر بٹھا کر اپنے ساتھ کھانا کھلاتے تھے۔

(۳) حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ مشہور ہے کہ ان کے پڑوس میں ایک یمنی تاجر رہتا تھا۔ ایک مرتبہ اس کا کاروبار بالکل تباہ ہو گیا، اور خسارہ کی وجہ سے بہت زیادہ مقروض ہو گیا۔ ایک روز قرض خواہوں نے ایسا سخت تقاضہ کیا کہ یمنی تاجر پریشان ہو گیا۔ جب حضرت ابوایوب انصاری کو اپنے پڑوسی کا حال معلوم ہوا تو انھوں نے اس کا کل قرض اپنے پاس سے ادا کر دیا اور فرمایا کہ "یہ ہمارا پڑوسی ہے۔ ہم پر اس کا حق ہے کہ اس کی مصیبت میں مدد کریں۔"

(۴) حضرت مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے یہاں ایک دن بکری ذبح کی گئی۔ جب حضرت عبداللہ گھر میں تشریف لائے تو بار بار دریافت کیا کہ تم نے ہمارے یہودی پڑوسی کو گوشت بھیجا یا نہیں؟ مطلب یہ تھا کہ پڑوسی کا حق فراموش نہ کرنا چاہئے۔

مہمان کے حقوق

مہمان کی خاطر تواضع اور مدارات کرنا سنت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں جب کوئی مہمان آتا تو آپ اس کی خاطر تواضع فرماتے تھے، اور مسلمانوں کو تاکید فرماتے تھے کہ جب تمہارے یہاں کوئی مہمان آئے تو اس کی مہمانی کا حق ادا کرو۔

حدیث :۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ

جو شخص خدا پر اور روز آخرت پر ایمان لایا ہے اس کو مہمان کی عزت کرنا چاہئے۔

اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

حدیث :۔ حضرت ابوشریح کعبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص خدا اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے، اس کو چاہئے کہ مہمان کا جائزہ عزت کے ساتھ دے، صحابہ کرام نے دریافت کیا۔ "یا رسول اللہ! جائزہ کیا ہے؟" تو حضور نے فرمایا کہ "مہمان کے ساتھ بہترین سلوک ایک دن اور ایک رات اور مہمانی تین دن کی ہے۔ اس کے بعد جو ہے وہ مہمان پر صدقہ ہے۔" (بخاری و مسلم)

حدیث :۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسنون طریقہ یہ ہے کہ میزبان اپنے مہمان کو رخصت کرنے کے وقت خود دروازہ تک پہنچائے۔ (سنن ابن ماجہ)

مہمان کو ہدایت

مہمان کو کسی کے یہاں اتنا زیادہ قیام نہ کرنا چاہئے کہ اس کا میزبان پریشان ہو جائے۔

حدیث :۔ حضرت ابوشریح عدوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "کسی مہمان کو یہ جائز نہیں کہ میزبان کے یہاں اتنے دن قیام کرے کہ اس کو مہمان کی وجہ سے تکلیف ہونے لگے۔" (بخاری و مسلم)

مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے پیارے نبی کے ارشادات پر عمل کریں اور مہمانوں کی خاطر تواضع کر کے ان کا حق ادا کریں۔

یتیموں کے حقوق

یتیموں سے محبت کرنا، ان کو کھانا کھلانا، تعلیم دلانا اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا بڑے ثواب کا کام اور خدا و رسول کی خوشنودی کا بہترین ذریعہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں مسلمانوں کو بار بار ہدایت فرمائی ہے۔

حدیث :۔ (۱) حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص یتیم کی پرورش کرتا ہے، خواہ وہ یتیم اپنا ہو یا غیر، تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ (بخاری شریف)

حدیث :- (۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ جو شخص کسی یتیم کو اپنے کھانے پینے میں شریک کرے گا ، تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں ضرور داخل کرے گا ۔ (شرح السنۃ)

حدیث :- (۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں کا سب سے بہتر گھر وہ گھر ہے جس میں یتیم کے ساتھ احسان کیا جائے ، اور سب سے بُرا وہ گھر ہے جس میں یتیم کے ساتھ بُرا سلوک کیا جائے ۔ (ابن ماجہ)

حدیث :- (۴) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے یہاں کوئی یتیم ہو اور وہ اس کے ساتھ بھلائی اور اچھا سلوک کرے تو میں اور وہ جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح قریب ہوں گے پھر حضور نے اپنی دونوں انگلیوں کو ملا کر جتلایا (مسند امام احمد)

حدیث :- (۵) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرتا ہے ، تو اللہ تعالیٰ ہر بال کے بدلے میں اس کو ایک نیکی عطا فرماتا ہے ۔ (ترمذی شریف)

ایک دفعہ ایک یتیم نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر ایک شخص پر کھجوروں کے ایک باغ کا دعویٰ دائر کیا ۔ اور کہا کہ یہ باغ میرا ہے لیکن وہ یتیم بچہ اپنے دعویٰ پر گواہ پیش نہ کرسکا ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے حق میں باغ کا فیصلہ دے دیا ، اس پر یتیم رونے لگا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر رحم آیا اور اس شخص سے کہا کہ تم یہ باغ اس یتیم کو دے دو ، خدا تم کو اس باغ کے بدلے میں جنت عطا فرمائے گا ۔ لیکن اس شخص نے باغ دینے سے انکار کر دیا ایک صحابی نے کھڑے ہو کر اس شخص سے کہا کہ کیا تم اپنا باغ میرے فلاں باغ سے بدلتے ہو ؟ وہ شخص راضی ہو گیا ، ان صحابی نے اس شخص کو اپنا باغ دیکر وہ کھجوروں کا باغ اس یتیم کو دے دیا ۔

بوڑھوں کا حق

جوانوں کو چاہئے کہ اپنے بڑے بوڑھوں اور سن رسیدہ لوگوں کی بڑھاپے اور معمر ہونے کی وجہ سے عزت کریں ۔ ان کے سامنے ادب و لحاظ سے رہیں اور جہاں تک ممکن ہو ان کو آرام پہنچانے کی کوشش کریں ۔

حدیث :- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

مَا اَكْرَمَ شَابٌّ شَيْخًا مِنْ اَجْلِ سِنِّهٖ اِلَّا قَيَّضَ اللّٰهُ لَهٗ عِنْدَ سِنِّهٖ مَنْ يُّكْرِمُهٗ

جو نوجوان کسی بوڑھے کی اس کے بڑھاپے کی وجہ سے عزت کرے گا تو اللہ اس کے بڑھاپے میں دوسرے جوانوں کو اس کی عزت کے لئے مقرر کر دے گا ۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے اپنی جامع میں روایت کیا ہے

حدیث :- حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بوڑھے مسلمانوں کی تعظیم و تکریم بھی اللہ تعالیٰ کی تعظیم سے ہے ۔ (بیہقی)

فتح مکہ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے ضعیف و نابینا والد کو اپنے ساتھ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ۔ حضور نے ان کو دیکھ کر فرمایا ۔ "اے ابوبکر ! تم نے ان بڑے صاحب کو کیوں تکلیف دی ، میں خود ہی ان کے پاس چلا آتا ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو بڑوں کا ادب و احترام نہیں کرتا وہ ہمارے طریقے پر نہیں ۔

بیواؤں اور مسکینوں کے حقوق

بیواؤں اور مسکینوں کی خبر گیری ، ان سے ہمدردی اور ان کی مدد کرنا بھی بڑے ثواب کا کام ہے اور خدا اور رسول کی خوشنودی حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے ۔

حدیث :- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا

اَلسَّاعِيْ عَلَى الْاَرْمَلَةِ وَالْمَسَاكِيْنِ كَالسَّاعِيْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

بیواؤں اور مسکینوں کی مدد کے لئے کوشش کرنے والا راہِ خدا میں جہاد کرنے والے کی مانند ہے ۔

راوی کا بیان ہے کہ میں خیال کرتا ہوں کہ آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ وہ شخص اجر و ثواب میں اس شخص کے مانند ہے جو ہمیشہ دن میں روزہ رکھتا ہو اور رات میں نوافل پڑھتا ہو ۔ (بخاری و مسلم)

حدیث :- حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیواؤں اور مسکینوں کا کام کر دینے میں ذرا بھی عار نہ تھا ۔

——— پہلی حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نفلی جہاد کرنے ساری رات نوافل پڑھنے اور دن بھر نفلی روزے رکھنے کا جتنا ثواب ہے اسی کے برابر بیواؤں اور مسکینوں سے ہمدردی اور ان کی خدمت کرنے کا ثواب ہے ۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ بیواؤں ، غریبوں اور محتاجوں کی خدمت ، ان سے ہمدردی اور ان کی مدد کرنے میں کوتاہی نہ کریں ۔

عام مسلمانوں کے حقوق

ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اخوت اسلامی کا رشتہ ملحوظ رکھے سب مسلمانوں کو اپنا بھائی سمجھے ، اور ان کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کرے ۔

۱ ۔ مسلمان کو چاہئے کہ کسی مسلمان پر ظلم نہ کرے ، اگر کوئی دوسرا ظلم کرے تو مسلمان بھائی کو بے مدد نہ چھوڑے بلکہ اس کی مدد کرے ۔

حدیث :- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهٗ وَلَا يُسْلِمُهٗ

ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے ۔ نہ خود اس پر ظلم کرے اور نہ اس کو بے مدد چھوڑے

۲ ۔ مسلمان کو چاہئے کہ اپنے حاجت مند بھائی کی حاجت پوری کرنے کی کوشش کرے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

وَمَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ اَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهٖ

جو مسلمان اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے میں

لگا رہے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرے گا۔

۳۔ مسلمان کو چاہئے کہ کسی مسلمان بھائی کو مصیبت میں دیکھے تو اس کی مصیبت دور کرنے کی کوشش کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ

اور جو مسلمان کسی مسلمان کی مصیبت دور کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی مصیبتوں میں سے کسی مصیبت کو اس سے دور فرمائے گا۔

۴۔ مسلمان کو چاہئے کہ دوسرے مسلمان کی پردہ پوشی کرے یعنی اس کے پوشیدہ عیبوں کو ظاہر نہ کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

وَمَنْ سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

۵۔ مسلمان کو چاہئے کہ کسی مسلمان کے جان و مال اور عزت و آبرو کے درپے نہ ہو۔

حدیث:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کی جان اس کا مال اور اس کی عزت و آبرو لینا مسلمان پر حرام ہے (مسلم شریف)

۶۔ مسلمان کو چاہئے کہ کسی مسلمان کو نقصان نہ پہنچائے اور دھوکہ بھی نہ دے۔

حدیث:۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کسی مسلمان کو ضرر میں ڈالے یا دھوکہ دے وہ ملعون ہے۔ (ترمذی)

۷۔ مسلمان کو چاہئے کہ کسی مسلمان سے حسد نہ کرے۔ اس سے بغض و کینہ نہ رکھے۔ اور اس کی غیبت بھی نہ کرے۔

حدیث:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ آپس میں ایک دوسرے پر حسد کرو اور نہ ایک دوسرے سے بغض و کینہ رکھو اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو (بخاری و مسلم)

۸۔ مسلمان کو چاہئے کہ کسی مسلمان سے تین دن رات سے زیادہ سلام و کلام ترک نہ کرے۔

حدیث:۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مسلمان کو کسی مسلمان سے تین دن رات سے زیادہ سلام و کلام ترک کرنا حلال نہیں۔ (بخاری و مسلم)

ابوداؤد کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو مسلمان کسی مسلمان کو رنجش کی بنا پر تین دن سے زیادہ چھوڑ رکھے اور اسی حالت میں مرجائے تو وہ جہنمی ہے۔

عامۃ النّاس کے حقوق

حدیث:۔ حضرت عبداللہ بن عمر و رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ

مہربانی کرنے والے جو ہیں ان پر رحمٰن مہربانی فرماتا ہے تم زمین والوں پر مہربانی کرو اللہ تعالیٰ اور آسمان کے فرشتے تم پر مہربانی کریں گے۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ اگر تمہاری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر مہربانی کرے اور نظر رحمت فرمائے تو تم کو چاہئے کہ ہر انسان پر خواہ وہ دوست ہو یا دشمن مسلم ہو یا کافر مہربانی کرو مثلاً بھوکوں کو کھانا کھلاؤ، ننگوں کو کپڑا پہناؤ، بیماروں کی خبر لو، اندھوں کو راستہ بتاؤ، مصیبت زدوں کی مصیبت دور کرنے میں کوشش کرو۔ غرض یہ ہے کہ ہر انسان کے ساتھ حسنِ اخلاق سے پیش آؤ، اور جہاں تک ہو سکے اس کی مدد کرو۔ یہ بڑے اجر و ثواب کا کام ہے اور یہی انسانیت کا تقاضا ہے۔ جس انسان کے دل میں خدا کے بندوں پر مہربانی کرنے کا جذبہ نہیں، وہ خدا کی رحمت سے محروم ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا

لَا يَرْحَمُ اللهُ مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ (بخاری و مسلم)

جو لوگوں پر مہربانی نہیں کرتے ان پر اللہ تعالیٰ بھی رحم نہیں کرتا۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ خدا کے بندوں پر رحم اور مہربانی نہ کرنا رحمتِ خداوندی سے محرومی کی علامت ہے۔



عورت قرآن حکیم کے آئینے میں

گزشتہ سے پیوستہ

ڈاکٹر رخسانہ نکہت لاری ام ہانی، لکھنؤ

والدین کے احسانات اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا مضمون سورہ احقاف کی ۱۵ ویں آیت، سورہ بقرہ کی ۸۳ ویں آیت اور ۲۱۵ ویں آیت، سورہ نساء کی ۳۶ ویں آیت اور سورہ انعام کی ۱۵۱ ویں آیت میں بیان ہوا ہے۔ سورہ بنی اسرائیل میں والدین کے مرتبہ اور مقام کو جن الفاظ میں بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہیں۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰـهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝

(بنی اسرائیل ۲۳ - ۲۴)

"تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو، مگر صرف اس کی۔ والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہو کر رہیں تو انہیں اُف تک نہ کہو، نہ انہیں جھڑک کر جواب دو، بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو، اور نرمی و رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو اور دعا کیا کرو۔ پروردگار ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے رحمت و شفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا۔"

عورت ماں کی حیثیت سے کس قدر محترم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فَاِنَّ الْجَنَّةَ عِنْدَ رِجْلَيْهَا ۔ (مسند احمد)

"تمہاری جنت ان کے قدموں میں ہے۔"

یہ اہل مغرب جنہیں اپنے تمدن پر ناز ہے، ان کا رویہ والدین کے ساتھ کیا ہے؟ وہ انہیں ایک بوجھ سے زیادہ نہیں سمجھتے اور ان کی طرف ذرہ برابر بھی التفات نہیں کرتے۔ رفاہی ادارے اور حکومت کی طرف سے ان بوڑھوں کے لیے رہائش گاہیں بنی ہیں جہاں وہ لاوارثوں کی طرح سرکاری انتظام کے تحت زندگی کی آخری سانسیں گنتے ہیں اور بے بسی کے ساتھ موت کا انتظار کرتے ہیں۔ مشرق سے جانے والے زائرین سے وہ بڑی حسرت کے ساتھ پوچھتے ہیں: کیا یہ سچ ہے کہ تمہارے ملک میں جوان اولاد اپنے بوڑھے ماں باپ کو اپنے ساتھ رکھتی ہے۔ اور وہ اور ان کے بچے ان کے ساتھ گھل مل کر رہتے ہیں اور ان کی خدمت کرتے ہیں؟ اور جب انہیں مشرقی تہذیب کی اس حقیقت سے آگاہ کیا جاتا ہے تو وہ حیرت کا اظہار کرتے ہیں۔

افسوس! اب صنعتی ترقی، جدید تمدن کی ظاہری چمک دمک ہماری آنکھوں کو خیرہ کر رہی ہے اور ہم بھی اپنے عیش و آرام میں خلل پڑنے کے ڈر سے والدین کے معاملے میں لاپرواہی کرنے لگے ہیں۔ مغربی تہذیب نے جہاں ہماری معاشرتی زندگی کے دوسرے شعبے کو متاثر کیا ہے وہیں یہ اہم شعبہ، خاندانی زندگی اور اس کا شیرازہ منتشر ہو رہا ہے۔ جو لوگ اسلامی قدروں کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں انہیں "بنیاد پرست" کا طعنہ دیا جاتا ہے۔

گزشتہ صفحات میں عورتوں سے متعلق ان ہدایات کو بیان کیا گیا جو معاشرے کو یا عورت کے شوہر اور سرپرستوں کو دی گئی ہیں۔ اب ذرا ہم ان ہدایات پر بھی غور کریں جو خاص طور پر عورتوں کو مخاطب کر کے دی گئی ہیں۔ سورۃ الاحزاب سورہ نور اور سورہ التحریم میں خاص طور پر عورتوں کو مخاطب کر کے چند اہم اور ضروری ہدایات دی گئی ہیں۔ جس طرح حضور اقدس کی ذات پاک مسلمان مردوں کے لیے نمونہ تقلید ہے اسی طرح حضور اقدس کی بیویوں اور بیٹیوں کی سیرت مبارکہ ہم مومنات کے لیے مشعل راہ اور لائق اتباع و تقلید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان برگزیدہ خواتین کی معمولی سے معمولی کوتاہی پر گرفت فرمائی اور انہیں ہر قسم کی خامیوں اور غلطیوں سے اس طرح پاک و صاف فرمایا کہ ہم بجا طور پر ان کی شخصیت کو مثالی کہہ سکتے ہیں اور ان کی پیروی کر کے اپنی زندگی کو سنوار سکتے ہیں۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے انہیں، ان کا بلند منصب اور مقام یاد دلاتے ہوئے فرمایا۔

يٰنِسَاۗءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاۗءِ

(الاحزاب ۳۲)

"نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو" یعنی تمہاری حیثیت خواتین میں عام سطح سے بہت بلند ہے۔ تمہاری پاکیزہ زندگی کو دیکھ کر ہی عام مسلم خواتین اس کی تقلید کریں گی اور اسی سے ایک اسلامی معاشرے کی بنیاد پڑے گی اس لیے تمہاری زندگی ہر قسم کی خامی سے پاک رہنی چاہیے اور تمہارا کردار عام مسلمان عورتوں کے لیے مثالی ہونا چاہیے۔

سورہ الاحزاب کی ابتدا میں مسلمانوں کو

یہ احساس دلایا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواج مطہرات کا کیا اعلیٰ مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

"بلاشبہ نبی تو اہل ایمان کے لئے ان کی اپنی ذات پر مقدم ہے اور نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔"

(الاحزاب - ۶)

حدیث شریف میں آیا ہے کہ "تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) اس کو اس کے باپ اور اولاد سے اور تمام انسانوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہوں۔" (بخاری و مسلم)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواج مطہرات کا بلند مقام منصب بتلانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو مخاطب کرتے ہوئے عام مسلمان عورتوں کو چند ضروری ہدایات دی ہیں جو سورہ احزاب میں مرقوم ہیں۔

ان آیات کا ترجمہ پیش کرنے سے پہلے یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ یہ قرآن پاک کا بلیغ انداز ہے کہ جب کسی ناپسندیدہ بات سے اللہ تعالیٰ سختی سے روکنا چاہتا ہے تو اس کے سلسلہ میں عام خطاب کرنے کے بجائے کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور کبھی آپ کی ازواج کو مخاطب کر کے وہ ہدایات جاری فرماتا ہے اسلئے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ اس کے مخاطب صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواج مطہرات ہیں یہ تو اسلوب بیان ہے جو ہمیں یہ احساس دلانے کے لئے ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواج مطہرات جیسی برگزیدہ شخصیتوں کو اس مسئلے میں اس طرح سے کہا جا رہا ہے تو ہم گنہ گار بھلا کس شمار میں ہیں۔ اس طرح کی آیتوں میں ظاہری خطاب حضور اقدس اور آپ کی ازواج مطہرات سے ہے لیکن مخاطب تو ہم جیسی خطا کار اور گنہگار بندیاں ہیں۔

"نبی کی بیویو، تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو تو دبی زبان سے بات نہ کیا کرو کہ دل کی خرابی کا مبتلا کوئی شخص لالچ میں پڑ جائے بلکہ صاف سیدھی بات کرو۔ اپنے گھروں میں ٹک کر رہو، اور سابق دور جاہلیت کی سی سج دھج نہ دکھاتی پھرو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اللہ تو یہ چاہتا ہے تم اہل بیت نبی سے گندگی کو دور کرے اور تمہیں پوری طرح پاک کر دے۔ یاد رکھو اللہ کی آیات اور حکمت کی ان باتوں کو جو تمہارے گھروں میں سنائی جا رہی ہیں، بیشک اللہ لطیف اور باخبر ہے۔

بالیقین جو مرد اور جو عورتیں مسلم، مومن ہیں، مطیع فرمان ہیں، راست باز ہیں، صابر ہیں، اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں، صدقہ دینے والے ہیں، روزہ رکھنے والے ہیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے ہیں، اللہ نے ان کے لئے مغفرت اور بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے۔"

(الاحزاب - ۳۲ - ۳۵)

قرآن پاک کی ان تین جامع آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کے لئے ایک ایسا ضابطہ حیات متعین کر دیا ہے کہ اگر کوئی مسلمان عورت ان آیات میں بیان کردہ تمام خوبیوں کو اپنائے تو اس کی مغفرت اور کامیابی یقینی ہے۔

ان آیات میں پہلی ہدایت جو مومن عورتوں کو دی گئی ہے وہ یہ ہے کہ ضرورت پڑنے پر کسی مرد سے بات کرنے میں کوئی ہرج نہیں ہے لیکن بات کرتے وقت اس بات کا خیال رکھا جائے کہ لہجے میں کوئی لوچ نہ ہو، باتوں میں کسی قسم کی لگاوٹ نہ پائی جائے اور آواز میں شیرینی گھلی نہ رہے کہ جس سے مخاطب کسی خوش فہمی میں مبتلا ہو جائے اور کوئی غلط توقع وابستہ کرے۔

اب ذرا غور کرنے کا مقام یہ ہے کہ جس دین میں عورتوں کی سیرت کی پاکیزگی کا اس قدر اہتمام ہو کہ نامحرم سے لوچدار لہجے میں گفتگو کی اجازت نہ ہو وہ بھلا اس کی کب اجازت دے گا کہ عورتیں اسٹیج پر ناچیں گائیں اور اداکاری کے جوہر دکھائیں، کلبوں میں لوگوں کا دل بہلائیں اور ہوائی میزبان بن کر ہوائی جہاز کے مسافروں کا دل بہلائیں۔ یقیناً یہ ہمارے کام اسلامی نقطہ نظر سے عورتوں کے لئے قطعی زیب نہیں دیتے۔

دوسری ہدایت مسلمان عورتوں کو یہ دی گئی ہے کہ اپنے گھروں میں ٹک کر بیٹھیں اور سج دھج نہ دکھاتی پھریں۔ اس کا ایک مفہوم تو یہ ہے کہ عورتوں کا اصل دائرہ کار ان کا گھر ہے اور اس دائرے میں رہ کر ان کو اپنے فرائض انجام دینے چاہئیں اور انہیں بلا ضرورت گھر سے باہر نہیں نکلنا چاہئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"عورت مستور رہنے کے قابل چیز ہے۔ جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے اور اللہ کی رحمت سے قریب تر وہ اس وقت ہوتی ہے جب کہ وہ اپنے گھر میں ہو۔" (ترمذی)

حضرت انس سے روایت ہے کہ عورتوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ فضیلت تو مرد لوٹ لے گئے۔ وہ جہاد کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں بڑے بڑے کام کرتے ہیں، ہم کیا عمل کریں کہ ہمیں بھی مجاہدین کے برابر اجر ملے؟ جواب میں حضور نے فرمایا: "جو تم میں سے گھر میں بیٹھے گی وہ مجاہدین کے عمل کو پائے گی۔" کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جو عورت اپنے شوہر کو اپنی طرف سے اور گھر اور بچوں کی طرف سے پورا اطمینان دلا دے کہ شوہر کے غائبانہ میں کوئی بدنظمی اور گڑبڑی نہ ہوگی تاکہ شوہر دلجمعی اور یکسوئی کے ساتھ جہاد کرے تو ایسی عورت کو جہاد میں شریک ہونے کا ثواب ملے گا۔

اس حدیث کا یہ مفہوم ہرگز نہیں ہے کہ عورت گھر سے باہر نکلے ہی نہیں اور ہر وقت اس چہار دیواری میں بند رہے۔ بلکہ جس چیز سے منع کیا گیا ہے وہ ان کا اپنے حسن کی نمائش کرنے کے لئے گھروں سے باہر نکلنا ہے۔ بن ٹھن کر چہرے اور جسم کے حسن کو زیب و زینت اور چست عریاں لباسوں سے آراستہ کر کے ناز و ادا کے ساتھ نکلنا منع ہے۔ جہاں تک پردے کے اہتمام کے ساتھ بنیادی ضرورت کے لئے باہر نکلنے کا معاملہ ہے اس کی اجازت دی گئی ہے۔ اسی سورہ الاحزاب کی آیت يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ (اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں) کا یہ حکم بتا رہا ہے کہ کسی درجہ میں عورتوں کے لئے گھر سے نکلنے کی اجازت بھی ہے بشرطیکہ جلباب (بڑی چادر) یا برقع وغیرہ کے پردہ کے ساتھ نکلیں بقرآنی اشارے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کا عمل اس استثنائی صورتوں کی نشاندہی کرتے ہیں جن میں عورتوں کو پردے کے ساتھ گھر سے نکلنے کی اجازت ہے۔ حج اور عمرہ میں عورتوں کا جانا اور غزوات میں شریک ہونا اور مساجد میں نماز کے لیے جانا احادیث سے ثابت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد واضح ہے۔

قد اذن لکن ان تخرجن لحاجتکن

(مسلم)

یعنی تمہارے لیے اس کی اجازت ہے کہ اپنی ضرورت کے لیے گھر سے نکلو۔ اس حدیث کی روشنی میں فقہاء اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ عورت اپنے عزیزوں کی بیمار پرسی اور تعزیت وغیرہ کے لیے جاسکتی ہے۔ نیز طبعی ضروریات، والدین اور قریبی رشتہ داروں (محرم رشتہ داروں) سے ملاقات، عیادت وغیرہ کے لیے پردہ کے ساتھ باہر نکل سکتی ہے۔ یہی نہیں اگر ضروریات زندگی کا کوئی سامان اس کے پاس نہ ہو تو پردہ کے اہتمام کے ساتھ محنت مزدوری کے لیے بھی گھر سے باہر نکل سکتی ہے۔ عورتوں کو گھر سے باہر قدم نکالنے کی اجازت اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ وہ اظہار زینت کے ساتھ نہ نکلیں، بڑی چادر یا برقع اوڑھ کر نکلیں۔ سورہ الاحزاب کی انسٹھویں آیت میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

" اے نبی! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں۔ یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور نہ ستائی جائیں۔ اللہ غفور رحیم ہے۔" (الاحزاب ۵۹)

اس حکم کا منشا یہ ہے کہ شریف عورتیں اپنے لباس میں فیشن زدہ عورتوں سے مشابہ بن کر گھروں سے نہ نکلیں کہ ان کے چہرے اور سر کے بال کھلے ہوئے ہوں بلکہ انہیں چاہیے کہ اپنے اوپر چادر رکھ کر ایک حصہ لٹکا لیا کریں تاکہ کوئی فاسق ان کو چھیڑنے کی جرأت نہ کرے۔ بعض بہنیں برقع تو استعمال کرتی ہیں لیکن وہ اتنا چست ہوتا ہے کہ جسم کا ابھار نظر آتا ہے۔ قرآنی حکم کا منشا یہ ہے کہ عورتیں اپنے جسم کو جو سر میں داخل ہے اچھی طرح چھپائیں اور چہرے پر بھی چادر کے پلو لٹکا لیا کریں۔ اگرچہ چہرے کو سر میں شامل نہیں کیا گیا ہے اور فقہاء کے نزدیک اس کو چھپانے اور نہ چھپانے کے مسئلہ میں اختلاف ہے لیکن اتنی بات یقینی ہے کہ قرآن چہرے پر چادر کے پلو ڈالنے کے لیے تاکید کرتا ہے جس کا واضح مفہوم کسی نہ کسی حد تک چہرے کو چھپانا ہے۔

یہ صحیح ہے کہ چہرہ شخصیت کا آئینہ ہے اور جس طرح کوئی مرد اپنی شناخت کھونا نہیں چاہتا عورت بھی اپنی شناخت برقرار رکھنا چاہتی ہے لیکن جس طرح عورت کے چہرے کو مکمل طور پر ڈھکنے کا مطالبہ درست نہیں اسی طرح یہ خیال بھی صحیح نہیں کہ چہرے پر کوئی گھونگھٹ بھی نہ رہے۔ چہرے کا پردہ ان دو انتہا کے درمیان ہے۔ سورہ نور میں اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کے لیے مخصوص ہدایات نازل فرمائی ہیں۔

"اور اے نبی، مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں بجز اس کے جو خود ظاہر ہو جائے اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں۔ وہ اپنا بناؤ سنگھار نہ ظاہر کریں مگر ان لوگوں کے سامنے، شوہر، باپ، شوہروں کے باپ، اپنے بیٹے، شوہروں کے بیٹے، بھائی، بھائیوں کے بیٹے، بہنوں کے بیٹے، اپنے میل جول کی عورتیں، اپنے لونڈی غلام، وہ زیردست مرد جو کسی اور قسم کی غرض نہ رکھتے ہوں اور وہ بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے ابھی واقف نہ ہوئے ہوں، اپنے پاؤں زمین پر مارتی نہ چلا کریں کہ اپنی جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہو اس کا لوگوں کو علم ہو جائے۔ اے مومنو تم سب مل کر اللہ سے توبہ کرو، توقع ہے کہ فلاح پاؤ گے۔"

(النور ۳۱)

اللہ تعالیٰ نے جہاں عورتوں پر ایسی سخت پابندی عائد کی ہے اور پردے کا حکم نازل فرمایا ہے وہیں معاشرے اور سرپرستوں کو اس طرف توجہ دلائی ہے کہ معاشرے میں کوئی بالغ مرد اور عورت مجرد زندگی نہ گزارے۔ چنانچہ سورہ نور کی اگلی آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ،

"تم میں سے جو لوگ مجرد (غیر شادی شدہ مرد یا عورت) ہوں اور تمہارے لونڈی غلاموں میں سے جو صالح ہوں ان کے نکاح کر دو۔ اگر غریب ہوں تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے گا۔ اللہ بڑی وسعت والا اور علیم ہے۔"

(النور ۳۲)

اسلام دین فطرت ہے اس نے انسانی ضروریات اور نفسیات کا ہر موقع پر خیال رکھا ہے۔ اس نے جہاں عورت اور مرد کے آزادانہ اختلاط اور بے پردگی پر پابندی لگائی ہے۔ زنا اور فحش کاری پر سخت سزائیں رکھی ہیں وہیں اس نے انسان کی فطری ضرورتوں اور نفس کے تقاضوں کو پورا کرنے کے جائز طریقے یعنی نکاح کی آسانی بھی رکھی ہے۔

سورہ احزاب کی ۳۵ ویں آیت پر ہم ذرا پھر غور کریں۔ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کے لیے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے ان کی صفات کیا کیا بیان کی ہیں، ذرا اس آیت کے ترجمہ پر پھر غور کیجیے۔

" بالیقین جو مرد اور جو عورتیں
مسلم ہیں
مومن ہیں
مطیع فرمان ہیں
راست باز ہیں
صابر ہیں
اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں
صدقہ دینے والے ہیں
روزہ رکھنے والے ہیں
اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں
اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے ہیں
اللہ نے ان کے لیے مغفرت اور بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے۔"

(الاحزاب ۳۵)

ان آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اصل قدر و قیمت کن خوبیوں کی ہے۔ اس ایک جامع فقرے میں اسلام کی بنیادی اقدار کو سمیٹ دیا گیا ہے۔ یہ قدریں اور خوبیاں جس کے اندر پائی جائیں گی وہی مغفرت اور اجر عظیم کے مستحق ہوں گے اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے یہاں عورت اور مرد دونوں

کا مرتبہ برابر ہے۔ اس لحاظ سے دونوں کے اجر اور مرتبے میں کوئی فرق نہیں کہ ایک نے چولہا چکی سنبھالی اور بچے کی پرورش کی اور دوسرے نے دنیا کا کاروبار اور انتظام سنبھالا اور میدان جہاد میں جان لڑائی۔ بیشک عورت اور مرد کا دائرہ کار الگ الگ ہے لیکن اگر ان کے اندر یہ مذکورہ خوبیاں پائی جاتی ہوں تو دونوں اللہ کی نظر میں برابر ہیں۔

جنہوں نے اسلام کو ضابطہ حیات کی حیثیت سے قبول کرلیا اور جنہوں نے اسلام کے بتائے طریقے کے مطابق زندگی گذارنے کا فیصلہ کرلیا ہے اور ان کی یہ اطاعت اور پیروی بادل ناخواستہ نہیں بلکہ وہ اسلام کو دین حق مانتی ہیں، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آخرت کے دن پر یقین رکھتی ہیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتی ہیں اور اللہ اور اس کے رسول پاک کے حکم کی خلاف ورزی کرنے سے بچتی ہیں۔ اپنی گفتار میں سچی اور معاملات میں کھری ہیں جھوٹ، فریب، بدنیتی، دغابازی اور چھل کپٹ سے ان کی زندگی پاک ہے، اللہ کے دین پر چلتی ہیں جو مشکلات اور خطرات پیش آتے ہیں اور جو تکلیفیں اور نقصانات اٹھانے پڑتے ہیں ان سب کو وہ برداشت کرتی ہیں تکبر اور غرور میں مبتلا نہیں ہوتیں بلکہ نمازوں میں خشوع اختیار کرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے آگے سر کو جھکا دیتی ہیں زکوٰۃ ادا کرتی ہیں اور اللہ کے مجبور بندوں کی ہر طرح مدد کرتی ہیں۔ یتیموں، بیماروں، معذوروں اور محتاجوں کی امداد کرتی ہیں اور زبان و قلب سے ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرتی ہیں — ایسی عورتیں یقینی طور پر اللہ تعالیٰ کے یہاں مغفرت اور اجر عظیم کی مستحق ہوں گی اس معاملہ میں عورت اور مرد دونوں برابر ہیں۔ دونوں اپنے اپنے اعمال کے اعتبار سے اجر پائیں گے۔

شریعت اسلامیہ اور قرآن پاک نے عورت کو جو بلند مقام دیا ہے اور اس کی جو حیثیت سماج میں متعین کی ہے وہ مقام اسے اسی وقت مل سکتا ہے جب معاشرے کے ذمہ دار اور عورت کے نگہبان اور سرپرست قرآنی ہدایات پر عمل کریں جو انہیں عورتوں کے سلسلہ میں دی گئی ہیں اور عورتیں بھی ان ہدایات پر کاربند ہوں جو انہیں اللہ تعالیٰ نے دی ہیں۔ ہمارے سامنے قرآن پاک نے دونوں طرح کی مثالیں پیش کردی ہیں۔ اور یہ ہمارے اختیار پر چھوڑ دیا ہے کہ ہم کیسی سیرت اختیار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والی بری عورتوں کا وطیرہ اختیار کرتے ہیں یا حضرت آسیہ اور حضرت مریم، حضرت خدیجہ، حضرت عائشہ اور حضرت فاطمہ جیسی برگزیدہ خواتین کی تقلید کرکے اپنی دنیا اور آخرت سنوارتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اللہ کافروں کے معاملہ میں نوح اور لوط کی بیویوں کو بطور مثال پیش کرتا ہے۔ وہ ہمارے دو صالح بندوں کی زوجیت میں تھیں مگر انہوں نے اپنے ان شوہروں سے خیانت کی اور وہ اللہ کے مقابلہ میں ان کے کچھ بھی کام نہ آسکے۔ دونوں سے کہہ دیا گیا کہ جاؤ آگ میں جانے والوں کے ساتھ تم بھی چلی جاؤ۔

اور اہل ایمان کے معاملہ میں اللہ، فرعون کی بیوی کی مثال پیش کرتا ہے جب کہ اس نے دعا کی۔ "اے میرے رب میرے لئے اپنے ہاں جنت میں ایک گھر بنا دے اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے بچالے اور ظالم قوم سے مجھ کو نجات دے"، اور عمران کی بیٹی مریم کی مثال دیتا ہے جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی تھی۔ پھر ہم نے اس کے اندر اپنی روح پھونک دی اور اس نے اپنے رب کے ارشاد اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ اطاعت گزاروں میں سے تھی"۔

(تحریم - ۵ - ۳۰)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی نیک اور اطاعت گزار بندیوں میں شامل فرمائے اور مغفرت اور اجر عظیم سے نوازے۔ آمین یا رب العالمین۔



نعت شریف

بشر کی عظمت کے چاند تارے اڑے ہیں اور اوج پر گئے ہیں
تری نگاہ کرم سے آقا نقوش ہستی سنور گئے ہیں

○○○○○

صداقتوں کے سمندروں سے دیانتوں کے بہائے دریا
زمانے بھر پہ رسول اکرمؐ بڑا ہی احسان کر گئے ہیں

○○○○○

خدا کے محبوب تیری آمد حدود ہستی میں معجزہ ہے
ادھر اندھیرے سمٹ گئے ہیں ادھر اجالے بکھر گئے ہیں

○○○○○

ریاض ہستی میں کون آیا یہ کس کے انفاس کی ہے خوشبو
کہ خشک پتے مہک اٹھے ہیں افسردہ کانٹے نکھر گئے ہیں

○○○○○

بدن میں لرزش، قدم شکستہ، نگاہ خیرہ، تراوہ، تجھ
عجیب عالم تھا بے کسی کا درِ نبیؐ پر ٹھہر گئے ہیں

○○○○○

ہر اک سوالی کی جیب دل میں بھرے ہوئے ہیں کئی خزینے
ہمارا دامن رہا نہ خالی اس آستاں پر اگر گئے ہیں

وجاہت حسین وجاہت

~~~~~~~~

نبی الانبیاءؐ کا نام کیا دل کی زباں پر ہے
نچھاور رحمت باری مرے حسن بیاں پر ہے
خدا نے رحمت للعالمیں سے یاد فرمایا
حمایت سرور کونین کی کون و مکاں پر ہے
مکاں سے لامکاں تک چل رہا ہے آپؐ کا سکہ
خدا شاہد حکومت آپ کی کون و مکاں پر ہے
وظیفہ کیجئے صل علیٰ کا کنج خلوت میں
یہ ورد پاک جاری خالق کل کی زباں پر ہے
زمیں والے عبادت کر رہے ہیں جس کو سورج سے
نبی کا نقش پا روشن فضائے آسماں پر ہے
نظر آنے لگا حسن لم یزل ذروں کے سینوں میں
اگر بنیاد ایماں عشق سلطان زماں پر ہے
فرشتے سر بہ خم ہیں گنبد خضریٰ کی چوکھٹ پر
جبین نور کا سجدہ بھی نوری آستاں پر ہے
امام المرسلیںؐ کا مقتدی ہر شخص ہو جائے
بجز ہوش لازم اقتدا پیر و جواں پر ہے
حمید ان پر متاع زندگی کیوں کر نہ قرباں ہو
ہر صورت نبیؐ کا حق ہمارے جسم و جاں پر ہے

پیرزادہ حمید صابری
~~~~~~~~

حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ

سید مسعود حسن شہاب دہلوی

دسویں صدی ہجری کے ابتدائی دور میں جب کہ ہندوستان روحانی اعتبار سے رو بتنزل تھا۔ شریعت اور طریقت میں رخنہ اندازیاں ہورہی تھیں۔ اور تبلیغ و اصلاح کی جگہ خوشامد اور تملق نے لے لی تھی۔ ایک ایسے ولی کامل اور مرد حق گو کی ضرورت تھی جو سرزمین ہند کی روحانی پستیوں کو دوبارہ بلندیوں میں تبدیل کردے اور بے راہ روی کے گڑھوں میں گرے ہوئے انسانوں کو ابھار کر حق کوشی و حق جوئی کی راہ پر لے آئے۔

سلسلہ قادریہ کو اس سلسلہ میں امتیاز حاصل ہے کہ جب بھی اسلام پر وقت آیا ہے قادری بزرگ اپنے حجروں سے باہر نکل آئے ہیں اور انھوں نے شریعت اور طریقت کی گرتی ہوئی دیواروں کو تھام کر استحکامِ دین کی صورت پیدا کردی ہے۔

سرسلسلہ عالیہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا لقب محی الدین اسی وجہ سے ہے کہ جب دین ایک مردہ جسم کی مانند ہوگیا تھا۔ آپ نے بفضلِ ایزدی اس کو دوبارہ زندگی عطا کی۔

یہ چھٹی صدی ہجری کی بات ہے کہ جب غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے اسلام کے تنِ مردہ میں نئی روح پھونکی اور وعظ و تلقین اور کشف و کرامات سے مسلمانوں کی ایسی کایہ پلٹی کہ اسلام کا دورِ اوّل پھر لوٹ آیا۔ اس کے چار سو سال بعد ہندوستان میں اسلام پر اور اس کے ماننے والوں پر ایک بار پھر زبوں حالی طاری ہوئی۔ اور قوائے ایمانی مضمحل اور عناصرِ ایقان میں عدم اعتدال کی صورت نظر آنے لگی۔ تو اس خانوادہ قادریہ کا ایک گوہرِ شب تاب جس پر انوارِ صمدانی اور فیضِ ربانی کا سایہ تھا تشکیک اور گمراہی کی تمام تاریکیوں کو چیرتا ہوا افقِ ہند پر نمودار ہوا اور اپنے جمالِ روحانیت سے یہاں کے گوشہ گوشہ کو منور کردیا۔ روشنی کے یہ پیامی وارثِ گلیم قادری شیخ الآفاق حضرت شاہ کمال قادری کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جو مختلف شہروں کی سیاحت کرتے ہوئے ۹۲۰ھ میں بغداد شریف سے ہندوستان پہنچے اور کیتھل کو اپنا مستقل مسکن بنایا۔ اسی دوران آپ نے بلوچستان، سندھ، ملتان لاہور اور پنجاب کی سیاحت کی۔ ؎

یک چراغیست دریں بزم کہ از پرتو آں
ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

کیتھل دہلی سے جانب شمال ۱۲۳ میل کے فاصلہ پر تھانیسر کرنال اور پانی پت جیسے تاریخی شہروں کے قرب میں واقع ہے جو قدیم ہندو مذہب کا مرکز تھا۔ اس کے ہندوانہ اثرات کو زائل کرنے کے لئے اس سے پیشتر بھی کوششیں ہوتی رہی تھیں اور اب شیخ الآفاق حضرت شاہ کمال کیتھلی کا اپنے مسکن کے لئے انتخاب بھی اسی جذبہ عمر کا نتیجہ تھا کہ بت پرستی اور مشرکانہ رسوم و رواج جو ابھی تک اس علاقہ میں موجود ہیں انھیں ختم کرکے ان کی جگہ توحید و رسالت کا ڈنکا بجایا۔ کیوں کہ ولی اللہ وہی شخص ہوتا ہے جو خالصاً اور مخلصاً اللہ کی توحید پر قائم رہ کر اوامر و نواہی کی تلقین کرے چنانچہ آپ نے تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام کے لئے ایک ایسی جگہ کو منتخب کیا جو کفر و ضلالت کے اثر میں تھی جہاں توحید و رسالت کا نام لینا مصائب و آلام کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ قرآن حکیم میں آیا ہے "یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے سچ کردیا وہ اقرار جو اللہ سے کیا تھا" یہ آیت پاک دلیل ہے استقامت شرع پر۔ گویا ولایت استقامت کا نام ہے اور صدقِ عہد اولیاء اللہ کا کام ہے۔

شیخ الآفاق حضرت شاہ کمال قادری بڑے صاحب حال بزرگوں میں سے تھے۔ آپ سے خوارق عادات اور کرامات کا ظہور بڑی کثرت سے ہوتا تھا۔ یہ انھیں کرامات کا اثر تھا کہ بے شمار مخلوقِ خدا جو کج روی میں مبتلا تھی راہِ راست پر آگئی۔

کرامات کی حکمت یہی ہے کہ ہدایتِ انسانی میں جب مشکلات پیش آتی ہیں تو اللہ ربّ العزت اپنے خاص بندوں کو ایسی قوت سے نوازتا ہے جہاں عقلِ انسانی سپر انداز ہوکر قدرتِ کاملہ کے مظاہر کا اقرار کرنے پر مجبور ہوجاتی ہے۔ حقیقت میں اولیاء اللہ کی کرامات انبیاء کرام کے معجزات کی تائید و تصدیق ہوتی ہیں۔ کیوں کہ اولیاء اللہ انبیاء کے وارث ہوتے ہیں جس طرح انبیاء علیہ السلام کو ہدایتِ انسانی کی راہ میں دشواریاں پیش آئیں تو انھیں معجزات عطا کئے گئے۔ اسی طرح اولیاء اللہ جن پر مخلوقِ خدا کی اصلاح و تربیت کا فرض ہے انھیں کرامات سے سرفراز کیا گیا تاکہ جہاں کہیں ہدایت کی راہ میں دشواری پیش آئے تو وہ کرامات کے ذریعے لوگوں کو راہِ راست پر لاسکیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی کرامتوں کے طفیل بڑے بڑے چور اور ڈاکو تائب ہوکر پکے مسلمان ہوگئے۔ ویسے بھی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جب کوئی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرلیتا ہے تو اللہ بھی اسے چاہنے لگتا ہے اور جب اللہ اسے چاہتا ہے تو وہ ان کا کان ہوجاتا ہے جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ ہوجاتا ہے جس سے وہ دیکھتا ہے، ہاتھ ہوجاتا ہے جس سے وہ پکڑتا ہے، پاؤں ہوجاتا ہے جس سے وہ چلتا ہے اور پھر وہ جو کچھ بھی مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دیتا ہے۔

شیخ الآفاق حضرت شاہ کمال قادری قرب خدا کی اس منزل پر پہنچے ہوئے تھے جہاں پہنچ کر یہ کیفیت ہو جاتی ہے ؎

من تو شدم تو من شدی، من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

آپ نے بے انتہا مجاہدات کئے تھے اور یادِ حق میں اپنے آپ کو نہ خواب و خور کا ہوش نہ میل جول سے علاقہ۔ چھ چھ ماہ تک حجرے کا دروازہ بند کئے یادِ الٰہی میں محو اس شعر کے مصداق ہوتے تھے ؎

ما ہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
اِلّا حدیثِ دوست کہ تکرار می کنیم

آپ کے روحانی مرتبے کا حال حضرت مجدد الف ثانی کی زبانی سنئے۔ وہ فرماتے ہیں "جب ہمیں خاندانِ قادریہ کا کشف ہوتا ہے تو غوث الثقلین کے بعد حضرت شاہ کمال قادری کیتھلی جیسا بزرگ نظر نہیں آتا اور جس طرح آسمان کے ستاروں کا گننا مشکل ہے اسی طرح شیخ الآفاق کی کرامات کا شمار مشکل ہے۔

مشائخِ وقت میں آپ کی قدر و منزلت اور مقبولیت کا یہ حال تھا کہ بڑے بڑے جید عالم اور اہلِ حال مشائخ آپ کے سلسلۂ ارادت سے منسلک ہونے پر فخر کرتے تھے۔ چنانچہ مجدد الف ثانی کے والد محترم حضرت شیخ عبد الاحد کابلی کو آپ سے شرفِ بیعت حاصل تھا۔ خود حضرت مجدد نے جن کا وجود حضرت شیخ الآفاق شاہ کمال قادری کی دعاؤں کا رہینِ منت تھا، انھیں کے پوتے اور جانشین رأس الاولیاء محبوب الٰہی حضرت شاہ سکندر قادری سے خرقۂ خلافت حاصل کیا تھا اسی نسبت کے متعلق حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں۔ "جب مجھے خرقۂ عالیہ قادریہ عطا ہوا تو مجھ پر انوارِ قادریہ نے اس قدر غلبہ کیا کہ اس طریقۂ عالیہ کے سوا میرا رخ کسی اور خاندان کی طرف نہ رہا۔

اکثر امراء و وزراء آپ کے عقیدت کیش تھے اور آپ کی صحبت سے فیض یاب ہونے کی تمنا کرتے تھے لیکن اہلِ دول سے آپ ہمیشہ دور رہے اور دنیا کو دار الفتن سے تعبیر کرتے رہے۔ شیر شاہ سوری بھی آپ سے عقیدت رکھتا تھا۔ ایک دفعہ اس نے اشرفیوں کے کچھ توڑے آپ کی خدمت میں بطور نذرانہ بھیجے۔ آپ نے انھیں قبول کرنے سے انکار کر دیا اور لکھ بھیجا کہ میں تجھ کو دوست سمجھتا ہوں۔ اور تو میرے پاس ایسی چیز بھیجتا ہے جسے اللہ تعالےٰ مردود کہتا ہے۔

بیرونِ ممالک میں سیاحت کے دوران ترکی کے صدر سلطان سلیمان ذیشان، متوکل علی اللہ ثالث سمرقند گئے تو حاکمِ سمرقند براق خان نے مہمان نوازی کی سعادت حاصل کرنا چاہی اور سلطان محمد خان بدخشانی مظفر خان حاکم قندھار سلطان احمد خان نائیقرا سلطان محمود گجراتی نے خاطر مدارت کرنا چاہی لیکن آپ نے کہیں سرکاری مراعات قبول نہ فرمائیں۔ برصغیر پاک و ہند کے حاکمانِ وقت شاہ بیگ ارغوان، ہمایوں، شیر شاہ سوری، اکبر، شجاع خان، بیران محمد شاہ، تردی بیگ، شہاب الدین احمد خان، شہباز خان، شاہ محمد فرعلی، حسین خان، اور خواص خاں نے آپ کی کفش برداری کو اپنے لئے ایک سعادتِ عظمیٰ سمجھا۔ اس استغنا میں وہی شانِ فقر ملتی ہے جو حضرت غوث الثقلین شیخ عبد القادر جیلانی میں تھی۔

آپ کو سلطانِ سنجر نے ایران کے صوبہ نیمروز کی گورنری پیش کی تو آپ نے پروانۂ تقرری پر یہ شعر لکھ کر بھیج دیا ؎

چوں چترِ سنجری رخِ بختم سیاہ باد
در دل بود اگر ہوسِ ملکِ سنجرم
زانکہ کہ یافتم خبر از ملکِ نیم شب
من ملکِ نیمروز بیک جو نمی خرم

اعلیٰ حضرت شاہ کمال "سرلابیہ" کے لفظاً و معناً مصداق تھے آپ میں حضرت غوث الثقلین کی صرف تمام خو بو تھی بلکہ فیضِ اویسیہ نے آپ کو کمالاتِ قادریہ کا آئینہ بنا دیا تھا۔ آپ کی جلائی ہوئی شمع سے ہندوستان کا چپہ چپہ منور ہوا اور آپ کے فیض یافتگان نے اطراف و اکناف میں پھیل کر سلسلۂ قادریہ کا پرچم بلند کیا

(صفحہ ۶۹ کا بقیہ)

۱۹۱۱ء میں فاضل بریلوی نے ادبی، لغوی، بامحاورہ اور سلیس اردو ترجمہ کر کے عظیم خدمات انجام دی ہے اور بقیہ بیشتر تراجم فاضل بریلوی کے بعد ہی کئے گئے۔ آج دنیا میں جہاں جہاں اردو داں طبقہ آباد ہے وہاں کنز الایمان ضرور پایا جاتا ہے فقہی کارنامہ کے تحت بارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل آپ کے فتاوے امت مرحومہ پر عظیم احسان کا درجہ رکھتے ہیں عرب و عجم کے بڑے بڑے علماء و فضلاء نے حضرت فاضل بریلوی جیسا فقیہ اعظم نہ دیکھا بقول ڈاکٹر سر محمد اقبال، ان کی طبیعت میں شدت زیادہ تھی اگر یہ چیز درمیان میں نہ ہوتی تو مولانا احمد رضا خاں گویا اپنے دور کے امام ابو حنیفہ ہوتے (رضا مقالات یوم رضا حصہ سوم لاہور اپریل ۱۹۷۱ء از ڈاکٹر احمد عابد علی ڈی فل آکسفورڈ یونیورسٹی، مہتمم بیت القرآن لاہور)

فاضل بریلوی کے سلسلہ میں برسہا برس سے چند اعتراضات بھی کئے جاتے رہے اور بدگمانیاں پھیلائی جاتی رہی ہیں جن کی نہ کوئی بنیاد ہے نہ اصل، محض ہوا میں مخالفت کا سلسلہ جاری ہے سب سے نمایاں اعتراض یہ ہے کہ وہ تکفیر مسلم میں بہت جلد باز واقع ہوئے تھے جب کہ حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں "تجلی الصوت لنھی الدعوۃ امام الموت" کے ص ۲ پر فاضل بریلوی فرماتے ہیں "لزوم والتزام میں فرق ہے اقوال کا کلمہ کفر ہونا اور بات اور قائل کو کافر مان لینا اور بات ہے ہم احتیاط برتیں گے سکوت کریں گے جب تک ضعیف سے ضعیف احتمال ملے گا حکم کفر جاری کرتے ڈریں گے۔"

الغرض فاضل بریلوی قدس سرہٗ العزیز کی سمندر کی طرح پھیلی ہوئی دینی و علمی خدمات چاند تاروں کی مانند ہمیشہ چمکتی دمکتی رہیں گی عرب و عجم کے بے شمار ممتاز علماء، فضلا اور دانشوروں نے آپ کی تبحر علمی کو خراج عقیدت پیش کیا اور قدر کی نگاہوں سے دیکھا آپ کی عظیم روحانی شخصیت اور ہر علوم و فنون کے اعتراف و تائید میں سینکڑوں چھوٹی بڑی اور تحقیقی کتابیں لکھی گئیں ہزاروں مضامین لکھے گئے اور ہند و پاک کے مختلف اداروں کی جانب سے اب تک درجنوں ضخیم نمبر شائع ہو چکے ہیں۔

مولانا غلام امام شہید

سید شمیم گوہر مصباحی، الہ آباد

نسب نامۂ پدری

مولانا غلام امام شہید خلف شاہ غلام محمد ابن شیخ رضی الدین شاہ نبیرۂ شاہ عبدالجلیل بندگی ابن شیخ الاسلام بندگی شیخ نظام الدین عثمانی امیٹھوی بن شیخ یٰسین بن فخرالدین بن قاضی ابوالفضل بن قاضی تاج الدین بن اسمٰعیل نجم الدین بن قاضی شیخ محمد معروف بہ قاضی امیٹھی بن شمس الدین قاضی ستر کر بن امام صلاح الدین قاضی دمشق بن محمد بن ابوبکر بن اسمٰعیل بن خواجہ ضیاء الدین سر السقطی معروف بہ سلطان العارفین بن مقلسی بن مسعود بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن زید بن آبان بن امیرالمومنین ابوعبداللہ عثمان ذی النورین القریشی الاموی رضی اللہ عنہ (خزینۃ الاولیاء از مفتی انعام اللہ خاں بہادر گوپاموی)

مولانا غلام امام شہید کے اجداد میں حضرت خواجہ سر السقطی کے پرپوتے امام صلاح الدین (قاضی دمشق) سب سے پہلے دمشق سے ہندوستان آئے اور حکومت کی طرف سے ستر کر کے قاضی مقرر کئے گئے بعدہٗ ان کے صاحبزادے کو امیٹھی کی قضاۃ ملی اسی وقت سے یہ خاندان امیٹھی میں آباد ہوا قضاۃ کا سلسلہ پشتہا پشت تک جاری رہا اسی خاندان کے ایک بزرگ شیخ الاسلام بندگی حضرت نظام الدین عثمانی تھے جو علم و ادب، صبر و فقر اور ریاضت و مجاہدہ میں درجۂ کمال تھے۔ جونپور میں شیخ معروف جونپوری علیہ الرحمۃ کی درسگاہ میں علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل کے بعد انہیں کے دست حق پر بیعت کی اور تعلیمات باطنی کا درس جاری فرمایا۔ کچھ عرصہ کے بعد اپنے شیخ سے اجازت لے کر جونپور سے ظفرآباد آئے اور حضرت شیخ سعدالدین کی خانقاہ میں قیام کیا ۹۶۳ھ میں گوپامو تشریف لائے یہاں تھوڑی مدت قیام کرنے کے بعد اپنے وطن چلے آئے اور آبادی سے دور ایک سفال پوش کوٹھری میں رہ کر ساری عمر درس و تدریس اور رشد و ہدایت میں معروف رہے۔ سلاطین، امراء، علماء، فقہا اور غرباء سب کے ساتھ یکساں پیش آتے اور ہر شخص آپ کا بے حد احترام کرتا۔ اکبر بادشاہ نے آپ کو اپنے قلعہ میں آنے کی دعوت دی تو آپ نے ٹھکرا دی اس کی بے دینی اور غیر مذہبی رویوں کی وجہ سے بہت نالاں رہتے تھے ابوالفضل، حضرت شیخ الاسلام کا بہت احترام کرتا، عقیدت رکھتا اور بارگاہ میں حاضر ہوتا رہتا تھا ۹۷۶ھ میں آپ کا وصال ہوا امیٹھی میں مزار ہے مقبرہ کا گنبد ابوالفضل ہی کا بنوایا ہوا ہے۔ (افادہ بر حیات شہید (صفحات ۱۶) مرتبہ مولانا انتظام اللہ شہابی، مطبوعہ مرتضائی پریس آگرہ ۱۳۵۹ھ)

مولانا غلام امام شہید ۱۲۱۴ھ میں امیٹھی میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم والد ماجد شاہ غلام محمد سے حاصل کی جو علم و فضل اور عبادت و ریاضت میں مشہور تھے۔ مولوی حیدر علی سے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل کی۔ مفتی اکرام اللہ شہابی گوپاموی اپنی تصنیف "تصویر الشعراء" میں لکھتے ہیں۔

"علوم متداولہ از مولوی حیدر علی اکتساب نمودہ"

تحصیل علوم کے بعد ملازمت اختیار کی کچھ عرصہ تک لکھنؤ میں تحصیل دار رہے پھر صدر نظامت سے منسلک ہو کر آگرہ چلے گئے اور یہاں سر رشتہ داری کے عہدے تک پہنچے۔ انتظام اللہ شہابی کی تحریر کے مطابق ۱۲۶۳ھ میں کچھ سرکاری مسائل کے پیش نظر صدر نظامت کے جملہ وکلاء اور حکام پر رشوت کے مقدمات قائم کئے گئے جس میں مفتی نور اللہ، حضرت شہید، محمد شفیع سرکاری وکیل اور مولانا قاسم دانا پوری مسل خواں وغیرہم بھی لپیٹ میں آگئے مگر تحقیقات کے بعد اصلیت کچھ دسا منے آئی اور مقدمات اٹھا کر سب کو بری کیا گیا (حیات شہید ص ۸) اس کے بعد مولانا شہید ملازمت ترک کر کے الہ آباد چلے آئے اور تادم آخر الہ آباد ہی میں رہے وہ یہاں کچھ عرصہ تک پیشکاری کے عہدے پر بھی فائز رہے۔

شاعری کا ذوق پیدا ہوا تو اردو میں استاد مصحفی کے شاگرد ہوئے فارسی نظم میں مرزا قتیل فریدآبادی اور فارسی نثر میں آغا سید اسمٰعیل مازندرانی سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ مصنف خمخانۂ جاوید لالہ سری رام کی اطلاع کے مطابق شیخ غلام مینا ساحر سے بھی استفادہ کیا تھا (جلد پنجم ص ۲۱۱)

آپ کا سینہ عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں سرشار اور جوش عقیدت سے معمور تھا فطری رجحان و میلان کی روشنی میں نعتیہ شاعری سے گہری دلچسپی رکھی آخر تک اس راہ پر گامزن رہے اور کمال پیدا کیا مذہبی شاعری کی بنیاد اگرچہ لکھنؤ اور اس کے اضلاع میں کافی پہلے سے قائم ہو چکی تھی جسے ہم عارفانہ و صوفیانہ

شاعری سے تعبیر کرتے ہیں نعتیں بھی لکھی گئیں لیکن غزل کی ہیئت میں نعت گوئی کا رواج مولانا غلام امام شہید ہی کے زمانے میں شروع ہوا اور اپنے ہمعصروں میں آپ کے فنی و فکری معیار کو سب پر فوقیت حاصل ہوئی مشیر احمد علوی کاکوروی لکھتے ہیں:

دور وسطیٰ میں ناسخ و آتش نے صرف غزل کو جولانگاہ بنایا۔ اس دور کی شاعری میں دو اسکول نظر آتے ہیں حنفی اور شیعی، حنفی اسکول نے خلفائے راشدین کی شان میں قصائد لکھے لیکن شیعی اسکول میں مناقب اہل بیت کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔ مولوی غلام امام شہید جو امیٹھی مضافات لکھنؤ کے باشندہ تھے انھوں نے اودھ میں مذہبی شاعری کا سنگِ بنیاد رکھا اور غزل، مثنوی، قصیدہ، ترجیع بند غرضیکہ اصنافِ شاعری میں نعت گوئی کو وسیلۂ نجات تصور کیا۔ (ماہنامہ نگار ص، ۱۰ جنوری ۱۹۳۵ء)

آپ کی نعتیہ شاعری اور میلاد خوانی کی شہرت دور دور تک گئی لکھنؤ کے بعد جہاں جہاں بھی گئے اور رہے شمع عشق رسالت کی لو ہمیشہ تیز کرنے میں مصروف رہے اور فروغِ نعت کو اپنا فریضہ تصور کیا۔ چنانچہ آگرہ کی ملازمت ترک کی تو ریاست حیدرآباد دکن کی جانب سے چار سو بیس روپے سالانہ وظیفہ مقرر کر دیا گیا جو ساری عمر ملتا رہا۔ محی الدولہ (محی الدین) بہادر، مولانا شہید کے بہت عقیدت مند تھے سب سے پہلے آپ ہی نے ایک ہزار روپے زادِ راہ بھیج کر حیدرآباد آنے کی دعوت دی جہاں مولانا شہید کی بے پناہ قدر و منزلت ہوئی مولانا انتظام اللہ شہابی لکھتے ہیں" سالانہ ۱۲ ربیع الاوّل کو محی الدولہ اور افضل الدولہ کے یہاں میلاد کی محفلیں ہوا کرتی تھیں تو آپ خود آگرہ والا آباد سے جا کر میلاد پڑھتے فرماتے ہیں۔

فرشتوں تک پہنچی ہے جو خوشبو
تو کہتے ہیں کہ یہ مجلس کہاں ہے
محی الدین کے گھر میں ہے مجلس
کہ اوس سے عطر پرور مغز جاں ہے

(حیات شہید ص)

ایک بار آپ رام پور تشریف لے گئے تو والیٔ رام پور سرسالار نواب کلب علی خاں نے آپ کی خوب آؤ بھگت کی اور عزت و احترام کے ساتھ پیش آئے یہیں سے مولانا شہید نے سفرِ حج کا بھی ارادہ کیا اس موقع پر آپ کی خدمت میں کافی نذرانے پیش کئے گئے حیدرآباد دکن میں آپ کو امام الشعراء کے خطاب سے بھی نوازا گیا۔

مولانا شہید فارسی اور اردو کے نہ صرف نثار و شاعر بلکہ زبردست عالم بھی تھے آپ کی عالمانہ حیثیت مسلم تھی فارسی میں قصائد و غزلیات کا قدیم سرمایہ چھوڑا ہے جسے خواجہ غلام غوث بیخبر نے مرتب کیا تھا۔ لالہ سری رام لکھتے ہیں" فارسی میں صاحب دیوان تھے ان کو اپنی فارسی پر ناز تھا مگر حضرتِ غالب مرحوم نے اپنے ایک شاگرد کو خط لکھتے ہوئے ان کے کلام پر کوئی عمدہ رائے نہیں ظاہر کی ہے۔

(خمخانۂ جاوید جلد پنجم ص ۲۱۱)

خود غالب کے فارسی کلام پر بھی دانشورانِ ہند و ایران نے کوئی مستحکم رائے نہیں قائم کی ہے چوں کہ مرزا غالب مرزا قتیل سے نفرت و عناد رکھتے تھے اس لئے تلمیذِ قتیل ہونے کی وجہ سے وہ مولانا شہید سے بھی نفرت کرتے اور ان کی فارسی شاعری کو خاطر میں نہ لاتے مگر مولانا شہید فارسی کے زبردست شاعر سمجھے جاتے تھے اردو نثر و نظم میں بھی کمال پیدا کیا۔ اردو نثر میں "انشائے بہارِ بے خزاں" کو خوب مقبولیت حاصل ہوئی یہ تصنیف خطوط و مضامین کا مجموعہ ہے جو ۱۸۶۶ء میں شائع ہوا حضرت خواجہ غلام غوث بیخبر نے ترتیب دیا تھا۔ ڈاکٹر اعجاز حسین لکھتے ہیں:

"آپ کی تحریر پرانے رنگ کی تھی یعنی قافیہ پیمائی اور رنگینی سے عبارت خالی نہیں لیکن پھر بھی سلاست اور دلچسپی کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ بیان میں شاعرانہ تصرف ضرور ہے لیکن زور بھی کافی ہے تاج گنج کے روضے پر جو مضمون لکھا ہے وہ اس رنگ کے لحاظ سے بہترین ہے مگر فطری عنصر تصنع اور مبالغہ آرائی کے پردے میں رہ جاتا ہے۔

(مختصر تاریخ ادب اردو ص ۳۰۶ مطبوعہ الٰہ آباد ۱۹۸۲ء)

نسیم قریشی رقم طراز ہیں

نثر میں دو کتابیں ہیں "مجموعۂ میلاد شریف" اور "انشائے بہار بے خزاں" شہید کی تحریریں پرانے رنگ کی ہیں عبارت میں قافیہ پیمائی اور رنگین بیانی کا التزام ہے اس کے باوصف سادگی اور دلچسپی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ تاج گنج پر شہید کا مضمون قدیم طرز انشا کا ایک بہت شاندار نمونہ ہے (اردو ادب کی تاریخ ص ۱۴۳ مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۶۹ء)

مولانا شہید کا وہ مضمون جو روضۂ تاج گنج یعنی تاج محل سے متعلق ہے اس کی ایک مختصر عبارت ملاحظہ کیجئے اور یہ اندازہ لگایئے کہ اپنے عہد کی اس تحریر میں کتنی سلاست و روانی، کیف و سرور، حسنِ ظن اور لچک موجود ہے کہ مزاج میں حلاوت پیدا کر دیتی ہے۔

سبحان اللہ کیا روضہ ہے کہ رضواں جس کے لطف و لطافت سے راضی و خوشنود ہے بارک اللہ کیا باغ ہے جس میں بہشت کی ہر نعمت موجود ہے سورج اس باغ کا زرد آلو ہے چاند اس چمن کا خوشبو ہے پہلے دروازے کی بلندی دیکھئے کو جو آسمان گردن اور سر اٹھائے تو اس کو آفتاب کی پگڑی سنبھالنی دشوار ہو جائے دونوں بازو کے سرے سے محراب کی چوٹی تک کلام مجید کا سورہ چوب قلم سے جو لکھا ہے عقل اس طلسمات سے حیران ہے کہ ہر حرف جیسا نزدیک سے نظر آتا ہے ویسا دور سے دکھائی دیتا ہے۔ اس فن کے ماہر انصاف سے دیکھیں کہ یہ بات کیسی مشکل اور کس طرح تقسیم کا حل ہے سنگ مرمر پر سنگ موسیٰ کی پچیکاری کیجئے یا آنکھوں کی سفیدی پر پتلیوں کی سیاہی کی نموداری، حرف ہیں یا نور کے قرص پر مشک کے دانے پڑے ہیں، لفظ ہیں یا تختی پر نیلم کے نگینے جڑے ہیں وغیرہ وغیرہ

میر گلزار علی اسیر خلف نظیر اکبرآبادی جو خلیفہ کے نام سے جانے پہچانے جاتے ہیں اسی تاج گنج آگرہ

کے مدرسہ میں عرصۂ دراز تک مدرس رہے اپنے وقت کا ایک معروف تعلیمی ادارہ تھا۔

مولانا شہید کی دوسری تصنیف "موعظ الشہادتین" مطبوعہ کاشی پریس آگرہ (۱۲۶۹ھ) ہے جو فضائل اہل بیت اور واقعاتِ کربلا کے موضوع پر ہے مستند حدیثوں معتبر روایتوں اور حوالوں کی روشنی میں یہ ضخیم تصنیف بڑی اہمیت کی حامل ہے اور بالکل مولودی انداز پر لکھی گئی ہے اس کتاب کا انداز تحریر "انشائے بہار بے خزاں" سے مختلف اور نکھرا ہوا ہے مولانا شہید چونکہ فارسی کے بھی ماہر شاعر تھے اس لئے واقعات و فضائل کا ذکر کہیں کہیں فارسی میں بھی نظم کیا گیا ہے مگر منظومات کا حصہ بہت مختصر ہے پوری کتاب نثر پر مشتمل ہے شروع میں ایک جگہ لکھتے ہیں۔

شمع حرم یزلی را کشتند
پروردۂ آغوش نبی را کشتند
کردند خراب خانۂ لیلا را
نور دل مرتضی علی را کشتند ؎۳

افسوس کہ اکثر محققوں اور مورخوں نے اس اہم نثری کارنامے کو ہمیشہ بھلائے رکھا۔

مولانا غلام امام شہید ایک سچے عاشقِ رسولِ خدا اور مداح حبیب تھے انھوں نے اپنی شاعری کے ذریعہ عشق رسالت کے بے شمار چراغ روشن کئے ان کے جذبۂ صادق کا سارا سرمایہ محبت رسول ہی کا مرہون منت ہے اسی بنیاد پر حیدرآباد دکن میں انھیں امام الشعراء جیسے عظیم خطاب سے بھی نوازا گیا۔ عشق و محبت میں ڈوبی ہوئی مولانا شہید کی معرکۃ الآرا تصنیف "مولود شہید" (مطبوعہ احمدی پریس کانپور ۱۳۰۳ھ) ہے جو نثر و نظم دونوں کا دلکش اور حسین امتزاجی تحفہ ہے اس کتاب کو بے پناہ مقبولیت اور شہرت حاصل ہوئی اور اس دور کے تقریباً سبھی مطابع برسوں تک مولود شہید کی طباعت کرتے رہے۔ ہمارے معاشرے میں کتاب سامنے رکھ کر میلاد خوانی کا رواج بہت قدیم ہے اور چونکہ دیہاتوں اور قصبوں میں علماء و مقررین مشکل سے مل پاتے ہیں اس لئے اس مجبوری کے تحت کتب مولود کی ضرورت محسوس کی گئی اور بتدریج بے شمار کتابیں لکھی گئیں اردو میں ابتدائی دور کی کتاب مولود شہید اسی مقصد کے لئے لکھی گئی تھی چنانچہ اس عظیم خدمت کے علاوہ محفلوں اور گھروں میں جا کر میلاد پڑھنا بھی مولانا شہید کا محبوب مشغلہ تھا وہ دیوانہ وار کوشاں رہتے کہ شمع عشق رسالت کی لو تیز سے تیز تر ہوتی جائے اور ہر جگہ ذکر رسول کی محفلیں سجتی سنورتی رہیں آپ ساری زندگی نعت گوئی اور محفل میلاد کے انعقاد کی تبلیغ فرماتے رہے۔ لوگ آپ کو بڑے ادب و احترام کے ساتھ میلاد خوانی کی دعوت دیا کرتے تھے آپ نے اپنی منظومات میں متعدد محفلوں اور اصحاب خانہ کے جذبۂ خیر کا ذکر کیا ہے۔ آگرہ کے بعد جب آپ مستقل طور پر الہ آباد آئے تو آپ کی آمد سے سرزمین الہ آباد میں عشق و محبت اور عقیدت مندی کی ایک نئی جوت جاگی رسم میلاد خوانی میں ایک انقلاب پیدا ہوا اور نعت گوئی کی روایت کو ایک غیر معمولی فروغ حاصل ہونے لگا سید شمیم احمد لکھتے ہیں۔

> میلاد خوانی کی حیثیت سے غلام امام شہید نے سب سے زیادہ شہرت پائی وہ لکھنؤ کے ممتاز شعراء میں تھے عشق رسول میں سرشار تھے واقعات کے لحاظ سے ہو سکتا ہے کہ انھوں نے بھی صحت کا پورا خیال نہ کیا ہو مگر فنی اعتبار سے غلام امام شہید کا میلاد سب سے زیادہ معیاری ہے اور علمی حلقوں میں بھی اسے پسند کیا گیا۔ دوسری معیاری کتب مولود میں، مولود طپش، اور میلاد اکبر، کا نام بہت مشہور ہے،

(نقوش کا رسول نمبر جلد ۱۰ ص مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء)

یہ صحیح ہے کہ ایک زمانے میں مولودی کتابیں کثرت سے لکھی گئیں جن میں معیاری و غیر معیاری دونوں شامل ہیں عام رواج ہونے کے سبب بے شمار کتابیں تجارتی نقطۂ نظر سے بھی شائع کی گئیں جن کی صحت کا کوئی خیال نہ رکھا گیا لیکن جہاں تک مولانا شہید کی اہمیت کا تعلق ہے وہ ایک صاحب علم و فضل اور بڑے متبحر عالم تھے مولود شہید نہ صرف فکری و فنی بلکہ صحتِ واقعات و روایات کے لحاظ سے بھی جامع ہے اسی وجہ سے اس کو علمی حلقوں میں خوب سراہا گیا بالخصوص اس کے شعری حصے کو زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی مثلاً نور رسول کی فضیلت، آمد رسول، آمد رسول کی پیش گوئیاں، حضرت آمنہ، حکمت معراج، بیان معراج، وفات رسول اکرم، قصۂ حضرت بلال، قصۂ یہود، روایت استن حنانہ، اور قصۂ حلیمہ سعدیہ جیسے عناوین و موضوعات کے تحت قصیدوں، مثنویوں اور غزلوں میں مولانا شہید کی شعری بلندیوں اور فن پاروں کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے ساری نظمیں کثیر شعروں پر مشتمل ہیں مولود شہید میں متعدد سلام و مناجات کے علاوہ مختلف شعرائے فارسی کے کلام پر اردو اور فارسی میں خمسے بھی موجود ہیں۔ اس سلسلے میں غور طلب بات یہ بھی ہے کہ مولود شہید کے مختلف نسخوں کا تجزیہ کرنے کے نتیجہ میں بہت سے نسخے تحریف شدہ بھی نظر آتے ہیں اور پبلشروں نے اس کی منظومات کو اپنے طور پر الگ الگ ڈھنگ سے بھی ترتیب دے ڈالے ہیں ویسے مولانا شہید کا ایک اور شعری مجموعہ "قصائد نعتیہ" (مطبوعہ نظامی پریس کانپور ۱۲۹۲ھ) کے نام سے شائع ہوا۔ یہ اس کے پیش نظر مولود شہید کا ایسا کوئی نسخہ نظر نہیں آتا جس کی بنیاد پر مولود شہید کو مولانا شہید کے اردو کلام کا مکمل سرمایہ تصور کیا جائے۔ مولود کی چند نظموں کو اگرچہ ناشروں اور مرتبوں نے "قصائد نعتیہ" میں ضرور شامل کر دیا ہے لیکن اس مجموعہ کی ایک الگ حیثیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ پورا مجموعہ قصائد اور غزلوں پر مشتمل ہے متعدد قصیدے ماہ ربیع الاول کے فضائل و احسان کے متعلق ہیں پہلا قصیدہ ۱۵۰ اشعار میں پھیلا ہوا ہے جسے آپ نے حیدرآباد میں اپنے ایک عقیدت مند محی الدولہ بہادر کے ہاں ایک سالانہ مجلس میں سنایا تھا۔ اس مجموعہ کی تاریخی انفرادیت اس کی نعتیہ غزلیں ہیں اور یہی وہ نعتیں ہیں جو غزل کی شکل و ہیئت میں سامنے آ کر نہ صرف مولانا شہید کے انقلابی کارنامے کو واضح کرتی ہیں بلکہ صنف نعت کو پائیدار بنا کر اردو ادب کی قسمت بھی سنوارتی ہیں۔ کیسی کیسی معیاری اور جامع غزلیں کہی ہیں اگر ایک طرف حرف حرف سے مولانا کی عقیدت و محبت اور وارفتگی شوق کی چمک جھلکی پڑتی ہے تو دوسری جانب فکر و فن پختگی

ومہارت اور روانگی و بے ساختگی کا دریا بہتا ہوا بھی نظر آتا ہے اظہارِ کوائفِ قلب و نظر اور احساس معصیت ان کی شاعری کا روشن خاصہ ہے۔ جلوۂ روحانی کی بارگاہ میں جتنی بھی غزلیں کہی ہیں ان کی کشش و معیار کا سلسلہ کہیں ٹوٹتا نظر نہیں آتا۔ اردو کی نعتیہ شاعری کو یہ نئی ادا، یہ نیا انداز، یہ نئی آنچ، یہ نیا بانکپن اور یہ نئی لچک مولانا شہید ہی نے عطا فرمائی ہے اور نعتیہ غزل کی ہیئت سازی میں انقلاب پیدا کرتے ہوئے تیرھویں صدی ہجری کے وسط میں قابلِ فخر خدمات انجام دی ہیں۔ "قصائد نعتیہ" میں متعدد غزلیں فارسی میں بھی ہیں اور کئی اردو غزلیں طویل بحروں میں۔ طویل بحروں کے استعمال میں مولانا شہید غضب کی مہارت رکھتے تھے اس کے لئے انتخاب الفاظ کی خوبصورت آمیزش اور مفاہیم کی امتزاجی کیفیت کو متوازن اور باوقار رکھنا کوئی آسان کام نہیں مگر مولانا شہید نے اپنے اس فن کا بخوبی مظاہرہ کیا ہے اشعار ملاحظہ کیجئے۔

وہ بادشاہِ دو جہاں وہ قبلہ گاہ مقبلاں
وہ رہنمائے انس و جاں وہ دستگیر بیکساں
وہ مرہم دل خستگاں وہ چارۂ درد نہاں
وہ مصدر فیض عیاں وہ مظہر سترِ و علن
کیا حسن کیا رخسار ہے کیا طرہ طرار ہے
کیا نرگس بیمار ہے کیا ابروئے خم دار ہے
کیا لب ہیں کیا گفتار ہے کیا قد ہے کیا رفتار ہے
کیا جامہ کیا دستار ہے پوشاک کی دیکھو پھبن
عمامہ جو ہے زیب سر اسکی صفائی دیکھ کر
مہتاب ہے بگڑا اقر خورشید سے روٹھی سحر
پٹکا تو دیکھو کس قدر ہے زینت موئے کمر
اس کی قامت بے سایہ پر کتنا ہے زیبا پیرہن

یہی سلامت و روانی، لچک و پرکاری اور حسن عقیدت کی بے ساختگی ان کی چھوٹی بحروں میں بھی نظر آتی ہے۔

دریائے فیض وجود ہے وہ جس کے سامنے
تنکے سے کم ہے کوہ بھی گر ہو گناہ کا

عشق میں تیرے ہوئے جامے سے ایسے باہر
کر پھرا کرتے ہیں عریاں گل و آئینہ و شمع

مژگاں سے کریں راہ کی جاروب کشی ہم
سو کوس سے گر ہم کو نظر آئے مدینہ
اللہ رے مہتابی زیبا کی صفائی
مہتاب ہے خاکستر صحرائے مدینہ

ان کے رخ صبیح پر زلفیں ہیں مشک فام دو
قدرت حق کو دیکھئے ایک سحر ہے شام دو
آج شہید بے نوا پڑھتا ہے نعت مصطفےٰ
جمع ہو خاص و عام دو، سب کو یہی پیام دو

سید محمد مرتضیٰ بیانؔ (۱۸۵۶ء / سنہ ۱۹۰۰ء) ایک مسلم الثبوت شاعر اور نامور اساتذہ میں تھے ان کی جملہ شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے نعتیہ کلام کے ذکر میں "ماہنامہ العصر" کے مدیر پیارے لال شاکر لکھتے ہیں

اس صنف خاص میں متاخرین شعرائے اردو میں حضرت محسن کاکوروی نے قابل رشک امتیاز حاصل کیا ہے حضرت غلام امام شہید بھی مداح رسول امی کی حیثیت سے نہایت ناموری پاچکے ہیں ان بزرگوں کے کلام کی مابہ الامتیاز خصوصیت ان کی وہ تاثیر ہے جو صرف سچے عاشقانِ رسول کے دلوں میں پیدا ہو کر زبان اور قلم سے نکل سکتے ہیں

آگے مزید لکھتے ہیں:-

سید بیانؔ کا نعتیہ کلام محسنؔ و شہیدؔ کے برابر نہیں رکھا جاسکتا۔

(خدا بخش خاں لائبریری جرنل، مشترکہ شمارہ ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶ ص ۱۴۰ مطبوعہ پٹنہ سنہ ۱۹۸۰ء)

حقیقت ہے کہ نعتیہ شاعری میں ایک نیا انقلاب اور نیا رنگ و آہنگ اجاگر کرنے پر مولانا شہید کی سعی بلیغ تاریخی حیثیت کی حامل ہے لیکن اس کے باوجود تاریخ اردو ادب کی اکثر کتابیں ان کے ذکر سے خالی نظر آتی ہیں بعض کتابوں میں کہیں کہیں معمولی یا رسمی ذکر کے سوا اور کچھ نہیں ملتا۔ جناب ابوالحسن علی ندوی کے والد جناب حکیم عبدالحئی مورخ نے بھی اپنی تصنیف "گل رعنا" میں مولانا شہید کو نظر انداز کیا جب کہ اسی دور کے مداح رسول کرامت علی خاں شہیدی کا تذکرہ موجود ہے۔

ایک نامور ادیب و شاعر کے علاوہ مولانا شہید کی مجاہدانہ حیثیت بھی مسلم ہے اور کتب تواریخ میں آپ کا نام محفوظ ہے ۱۸۵۷ء کے دوران بیشتر مشاہیر علماء اور مجاہدینِ آزادی کے ساتھ تحریک جنگِ آزادی میں آپ بھی شامل رہے اور کارہائے نمایاں انجام دیئے اس کے علاوہ آپ کے عقیدت مندوں اور تلامیذ کی بھی خاصی تعداد تھی بالخصوص لکھنؤ، آگرہ، الہ آباد، رام پور، مراد آباد، اور دکن وغیرہ کے علاقوں میں آپ کے سینکڑوں تلامذہ تھے۔

"حیات شہید" کے مرتب مولانا انتظام اللہ شہابی کی اطلاع کے مطابق مولوی احمد خاں صوفی اکبرآبادی آپ کے ارشد تلامذہ سے تھے صفا یہ مشہور عالم و ادیب اور شاعر حضرت خواجہ غلام غوث خاں بہادر بیخبر مولانا شہید کی عظمت و رفعت کا ذکر کرتے ہوئے اس طور پر خراج عقیدت پیش کرتے ہیں

قطعہ تاریخ وفات

شاعر بے مثل غلام امام
ساحری از شاعریش شد پدید
صوفی و صافی و روشن ضمیر
حاجی و مداح رسول حمید
قطع تعلق از ہمہ کا رکرد
داد دل و عشق پیمبر خرید
داشت امام الشعرا در خطاب
خوش بسخن کرد تخلص شہید
خنجر بران اجل ناگہاں
از دم خود تار حیاتش برید
تافت ازیں فکدۂ تیرہ رو
رفت او بگلزار ارم آرمید

(باقی صفحہ ۶۷ پر)

حضرت نوری میاں مارہروی کی نعتیہ شاعری

شبنم کمالی لوام۔ دربھنگہ

سرورِ کائنات و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں نعتیہ اشعار یوں تو معمولی پڑھے لکھے حضرات بھی کہہ سکتے ہیں لیکن فنِ شاعری کی حیثیت سے اس کے محاسن ومعایب سے واقف ہونا اور اس کی نشان دہی کرنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جس مسلمان کو قلبی محبت اور روحانی عقیدت ہے وہ بے ساختہ اپنا افکار وخیالات کو بے سوچے سمجھے اشعار کے قالب میں ڈھال لیتا ہے چوں کہ نیت درست ہے اس میں کسی فساد کا دخل نہیں اس لئے مردِ مومن اپنے جذباتِ صادقہ کی وجہ سے ثواب کا مستحق ضرور ہوتا ہے چاہے وہ کلام معیار شاعری کے اعتبار سے ناقص ہی کیوں نہ ہو۔ ہاں جو لوگ صاحبِ علم اور اہلِ فہم وبصیرت ہیں وہ نعتیہ شعر وسخن کی مقدس وادی میں اپنی فکر وفراست کو داخل کرتے ہوئے ترساں ولرزاں نظر آتے ہیں۔ ایسا اس لئے کہ بات کہیں معیارِ رسالت اور منوالِ نبوت سے آگے بڑھی تو صفاتِ الٰہیہ کے ساتھ مشابہت وشرکت کا خطرۂ عظیم ہے اور اگر مقامِ نبوت یا درجِ مصطفوی سے نیچے آئی تو تنقیص رسالت کے باعث کفر کا اندیشہ لازمی ہے۔

اس حقیقتِ مذکورہ بالا کے واضح اور یقینی علم کے بعد یقیناً وہ لوگ خوش نصیب ہیں جن کی زبان اور قلم کو خالقِ کائنات اللہ عزوجل نے نعت گوئی کی توفیقِ سعید عطا فرمائی۔ اور شرعی نکتۂ نظر سے وہ کسی بھی حرف گیری کا سے محفوظ رہے۔ ایسے سعید اور نیک بخت لوگوں کی کمی نہیں جنھوں نے نعتیہ شاعری کو وظیفۂ حیات اور وسیلۂ نجات سمجھا اور روح قدس کی تائیدِ غیبی ان کے شاملِ حال رہی اسی لئے معایب ونقائص سے محفوظ بھی رہے۔

نبی محترم رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اور بعثت طیبہ کے بعد سے آج تک قصیدۂ نعتیہ اور نعتیہ غزلیں کہنے کا سلسلہ جاری وساری ہے۔ بلکہ بحمد تعالیٰ دراز سے دراز تر، طویل سے طویل تر ہے۔ ان میں بہت سے ایسے شعراء ہیں جن کے کلام کو محض ان کی عقیدت ومحبت کا آئینہ دار سمجھتے ہوئے ان کے لئے دعائے خیر کیجئے۔ لیکن ان شاعروں کے زمرہ میں ہر دور میں کچھ ایسے قابلِ قدر افراد بھی آپ کو ضرور مل جائیں گے جن کی نعتیہ شاعری مذہبی اور فنی دونوں اعتبار سے لائقِ صد تحسین اور قابلِ صد ستائش ہے۔ میں تفصیل کی طرف آپ کو لے جانا نہیں چاہتا اس لئے اصل مقصد کی طرف آئیے۔

ابھی میرے سامنے ایک کتاب ہے جس کا نام "تحشیل نوری" ہے۔ یہ نام تاریخی ہے جس سے ہجرت کا تیرہ سو سولہ سال نکلتا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ کتاب ۱۳۱۶ھ میں زیورِ طبع سے آراستہ ہوئی۔ اس کتاب کے سرورق پر جو عبارت درج ہے ملاحظہ کیجئے اس سے کتاب اور اس کے مصنف کا واضح تعارف ہو جاتا ہے۔

"ایں شاہدِ گیسو عطار عنبریں مو، محبوب ماہ رخسار آئینہ رو، طوطی شکر شیریں گفتگو، مجموعۂ کلام بلاغت نظام عربی وفارسی واردو، مسمّیٰ بہ نام تاریخی "تحشیل نوری" ۱۳۱۶ھ، شمسہ خامۂ عنبریں شمامۂ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نور العارفین، جمال الواصلین حضرت مولانا مولوی سید شاہ ابو الحسین احمد نوری میاں صاحب زیب سجادۂ عالیہ مارہرہ مطہرہ دام ظلہم العالی، حسب فرمائش جناب ابو البرکات محی الدین جیلانی عرف سکندر خاں صاحب کرڈی قادری برکاتی بہ حسن اہتمام سید محمد نثار علی غفر اللہ تعالیٰ لہٗ، مطبع نادری واقع بریلی رونق بخش انطباع شد"

اب سے چالیس پچاس سال پہلے عام طور سے کتابوں کے سرورق پر اسی قسم کی عبارتیں درج ہوا کرتی تھیں۔ اس سے فائدہ یہ ہوتا تھا کہ پہلی ہی نظر میں قاری مندرجہ ذیل امور سے واقف ہو جاتا تھا۔

۱۔ یہ کتاب کس فن میں ہے۔
۲۔ کتاب کی خوبی کیا ہے۔
۳۔ اس کا مصنف کون ہے۔
۴۔ مصنف کا مقام کیا ہے۔
۵۔ کتاب کا نام کیا ہے۔
۶۔ کتاب کس سنہ میں طبع ہوئی۔
۷۔ اس کتاب کی طباعت میں کس کی فرمائش کو دخل ہے۔
۸۔ یہ کتاب کس کے اہتمام سے شائع ہوئی۔
۹۔ کس مطبع میں طباعت پذیر ہوئی۔

درج بالا فارسی عبارت سے آپ پر یقیناً یہ بات واضح ہو گئی ہوگی کہ "تحشیل نوری" حضرت مولانا سید شاہ ابو الحسین احمد نوری میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے عربی وفارسی واردو شعری کلام کا مجموعہ ہے۔ جس وقت یہ کتاب مطبع نادری بریلی میں طبع ہوئی۔ اس وقت حضرت مارہرہ مطہرہ کے آستانہ عالیہ میں سجادہ نشیں کی حیثیت سے رونق افروز تھے۔ حضرت کی شخصیت علمائے اہل سنت اور پڑھے لکھے سنی عوام میں محتاجِ تعارف نہیں۔ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ اور حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کو بیعت وخلافت حضرت نوری میاں ہی سے حاصل تھی۔ امام احمد رضا

خاں فاضل بریلوی قدس سرہ نے بھی حضرت نوری میاں سے فیوض و برکات حاصل کئے۔ ممکن ہے حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ نے شاعری میں اپنا تخلص اپنے پیر و مرشد کے تخلص کے اعتبار ہی سے نوری پسند فرمایا ہو۔ ویسے حضرت نوری میاں رحمۃ اللہ علیہ نے شاعری میں کہیں اپنا تخلص نوری اور کہیں نور تحریر فرمایا ہے۔ ان کے کلام کے مطالعہ ہی سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ حضرت نوری میاں کی ولادت ۱۸۳۵ء میں اور وفات ۱۹۰۶ء میں ہوئی۔ گویا امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ سے سولہ سال پہلے وصال فرمایا۔

حضرت نوری میاں کے کلام کا یہ مجموعہ اگرچہ عربی و فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں شاعری پر شامل ہے۔ مگر میرا موضوعِ تحریر صرف ان کی اردو زبان میں شاعری بلکہ نعتیہ شاعری ہی تک محدود ہے۔ تنقید و تبصرہ کا جو صحیح حق ہے میں اسے اس مقدس ذات کے سلسلے میں استعمال کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ ہاں ان کے کلام کا تعارف اور اپنی پسندیدگی کا اظہار اور پسندیدگی کی وجہ بیان کرنے تک ہی اپنے کو محدود رکھ لینا باعثِ سعادت سمجھتا ہوں۔

جو کتاب میرے پیشِ نظر ہے اس میں اردو کا پہلا کلام دیوان کی ترتیب کے مطابق اس طرح ہے کہ ردیف کا آخری حرف الف پر مشتمل ہے۔ یہ حروفِ تہجی کا پہلا حرف ہے اس کے تین شعر ملاحظہ کیجئے ؎

دور آنکھوں سے ہیں اور دل میں ہے جلوہ ان کا
ساری دنیا سے نرالا ہے یہ پردہ ان کا
حشر کے غم میں مبارک ہو عدو کو ماتم
عید ہے ہم کو کہ دیکھیں گے تماشا ان کا
طور پر ہیں نہ وہ کعبے میں نہ میرے دل میں
نور کیا اور بھی ہے کوئی ٹھکانا ان کا

کلام میں سادگی اور اندازِ بیان کی دلکشی ظاہر ہے۔ وہ بھی اس دور میں جب کہ اردو میں بھی شعراء دوسری زبانوں کے سخت الفاظ استعمال کرنے کے عادی تھے نوری میاں علیہ الرحمۃ کا اس روش سے اجتناب یقیناً قابلِ تعریف ہے۔ دوسری نعت پاک کے چند شعر ملاحظہ کیجئے یہاں بھی معنویت اور سادگی دونوں باہم گلے ملتی دکھائی دیتی ہے۔ خیالاتِ عظیمہ اور افکارِ جلیلہ کو سادگی کے ساتھ شعر کے قالب میں ڈھال لینا بہت

بڑا کمال ہے یہ بات یہاں نمایاں نظر آتی ہے ؎

محمد زیرِ فرمانِ خدا ہے
خدائی زیرِ فرمانِ محمد!
محمد شافعِ روزِ جزا ہے!
یہی کہتا ہے قرآنِ محمد
تمنا باغِ جنت کی یہی ہے
کہ ہو وقفِ غلامانِ محمد
خدا نے نور سے اپنے بنایا
یہیں سے جان لو شانِ محمد
ثنائے پاک نوری کس طرح ہو
کہاں ہم اور کہاں شانِ محمد
(صلی اللہ علیہ وسلم)

تین شعر ایک نعت پاک سے ملاحظہ کیجئے جن میں قلبی وارفتگی اور اندرونی بے تابی کی صحیح عکاسی موجود ہے ؎

دیدار اب دکھا دو رسولِ خدا مجھے
دردِ غمِ فراق سے کر دو رہا مجھے
میں زندگی سے دور ہوا تجھ سے چھوٹ کر
اب پاس آ فراق کے غم سے چھڑا مجھے
لبریز جام دے کوئی اے پیرِ میکدہ
نوری کی آرزو ہے خدا سے ملا مجھے

ایک اور نعت پاک کے چند شعر جو اپنی سلاست، روانی، سادگی کے اعتبار سے قابلِ قدر ہیں پیشِ نظر رکھیں اور عقیدت و محبت کی فراوانی کا لطف اٹھایئے ؎

میرا محبوب محبوبِ خدا ہے
میرا پیارا احمد مصطفےٰ ہے
وہی روحِ روانِ انبیا ہے
وہی تاب و توانِ اولیا ہے
اسی کے نور سے عالم بنا ہے
اسی کی شان لولاک لما ہے
ادب سے سامعین بیٹھیں سنبھل کر
زباں پر میری نامِ مصطفےٰ ہے
شہِ کون و مکاں فخرِ رسولاں
خدا کے بعد وہ سب سے بڑا ہے
خدا کے حکم سے خیلِ ملک نے
اسی کے نور کو سجدہ کیا ہے
بظاہر گرچہ تھا آدم کو سجدہ
مگر مقصود نورِ مصطفےٰ ہے
ثنا اس کی بشر سے کب ادا ہو
کہ وہ محمودِ محبوبِ خدا ہے
انھیں کی نعت لکھ نوری ہمیشہ
انھیں سے ابتدا و انتہا ہے

حضرت نوری میاں علیہ الرحمۃ جہاں ایک عالمِ باعمل تھے وہیں وہ صوفیِ کامل اور مرشدِ برحق بھی تھے۔ صوفیت اور تصوف کے رموز سے ہر کس و ناکس واقف نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں صوفیت کے نام پر اکثر و بیشتر صوفیوں نے بہت سی قابلِ مواخذہ غلطیاں کی ہیں لیکن جو شخص تصوف کے ساتھ ساتھ عالمِ شریعت اور واقفِ راہِ طریقت بھی ہو وہ دریائے پرخطر کی موجوں سے اپنے دامن کو بچاتا ہوا بخیر و خوبی گزر جاتا ہے۔ حضرت نوری میاں کے کلام بلاغت نظام سے اسی حقیقت کی طرف رہنمائی ہوتی ہے صرف چار شعر اس نوعیت کے ملاحظہ کیجئے اسی سے ایک ماہرِ فن کی فنی خوبیوں کا اندازہ ہو جاتا ہے ؎

جدھر دیکھتا ہوں جہاں دیکھتا ہوں
اسی کو نہاں و عیاں دیکھتا ہوں
کبھی ماسوا پر نہیں پڑتیں آنکھیں
کہ میں سب کو وہم و گماں دیکھتا ہوں
نہاں و عیاں میں شہود و خفا میں
تجھے دیکھتا ہوں جہاں دیکھتا ہوں
تمہیں تو ہے ہو نہاں و عیاں میں
نہاں دیکھتا ہوں عیاں دیکھتا ہوں

حضرت کے اردو مجموعۂ کلام سے یہ چار شعر پیش کرنے کی سعادت حضرت کے مقام کی رفعت و عظمت پر دلالت کرنے کے لئے ہیں ورنہ میں خود اس دریائے ناپیدا کنار کے ایک قطرہ سے بھی کما حقہٗ واقف نہیں۔ پھر آپ کو کس طرح اس مقام سے آشنا کرا سکتا ہوں جس کی طرف ان اشعار میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اب آگے بڑھئے اور حضرت نوری میاں کی دو نعتیہ غزلوں کے چند شعر ملاحظہ فرمایئے جن میں فصاحت کا حسن بھی ہے اور بلاغت کا رنگ بھی۔ شاعرانہ مہارت کا جمال

بھی ہے اور قادر الکلامی کے چمکتے ہوئے جواہر بھی ؂

جب بن گئی بیمارِ غمِ ہجر کے دم پر
تب پوچھنے بیٹھے ہو کہ ہوتا ہے کہاں درد
دل پر جو گزرتی ہے وہ کیوں کر کہوں ان سے
اب درد بھی کہتے ہوئے کرتی ہے زباں درد
ہاتھ ان کا کوئی اس دلِ رنجور پہ رکھ دے
میں غش میں ہوں وہ پوچھتے ہیں اب ہے کہاں درد

درد کی لذت اور کیفیت کا صحیح اندازہ کوئی صاحبِ درد ہی کر سکتا ہے۔ جو دل درد سے خالی ہو، لذتِ درد سے ناآشنا ہو وہ پرائے درد کو سمجھ ہی نہیں سکتا پھر اس کے بارے میں اظہارِ خیال کس طرح کر سکتا ہے۔ مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جس کے سینہ میں دل ہوگا تو دل میں درد بھی ہوگا۔ ہاں اس درد کی نوعیات و کیفیات مختلف ہو سکتی ہیں۔ اہل اللہ کے دل کا درد اپنے انداز میں منفرد ہوتا ہے وہی بات یہاں بھی ہے اس لئے اس کی تشریح اگر ناممکن نہیں تو امرِ دشوار ضرور ہے۔ اسی لئے دوسری نعتیہ غزل کے چار شعر زیبِ نگاہ بنا رہا ہوں ؂

ہم کو از خود رفتہ، آئینہ کو حیراں کر دیا
رنگ کیا کیا لائی ان کے روئے روشن کی بہار
پھول مہکے، رنگ چمکے داغہائے عشق سے
بڑھ گئی جنت سے بھی کچھ اپنے مدفن کی بہار
جلوۂ حسنِ بتاں کیا کہاں کا رنگ گل
چڑھ گئی اب تو نظر پران کے جوشن کی بہار
کس ادا کس بات میں کم ہیں مرے داغِ جگر
بلبلیں دیکھا کریں اے نورؔ گلشن کی بہار

ان اشعار میں فصاحت و بلاغت، ندرتِ خیال، جودتِ بیان، سلاست اور سادگی جمع دکھائی دیتے ہیں۔ ہر شعر کو بار بار پڑھئے اور اپنے قلب میں لذت و سرور کا چشمہ ابلتا ہوا پایئے۔ ممکن ہے آپ کو ایسا محسوس نہ ہو لیکن مجھے تو ایسا ہی محسوس ہو رہا ہے میں حیران ہوں کہ آج سے سو سال پہلے کہے گئے یہ اشعار آج کے دور میں بھی اپنی جاذبیت و لطافت، دل کشی اور زیبائی کو اسی طرح برقرار رکھے ہوئے ہیں جیسے معلوم ہوتا ہے ابھی ابھی کسی ماہرِ فن شاعر نے تو اسنجی کی ہو یہ ایک نمایاں خوبی اور واضح کمال ہے جو حضرت نوری میاں کی شاعری میں موجود ہے۔

میرے پاس جو کتاب موجود ہے اس میں اردو کلام کی تعداد مختصر ہے اس میں بھی ہر قسم کے اشعار ہیں۔ میں نے نعتیہ اشعار سے کچھ انتخاب کی سعی کی ہے۔ ویسے آپ ان کے ہر شعر کو انتخاب کہہ سکتے ہیں۔ چار شعر اور بھی ملاحظہ کیجئے ؂

دلِ عشاق میں اے جان مکیں کیوں نہ ہوئے
یہ بھی تو عرش ہے تم عرش نشیں کیوں نہ ہوئے
نحنُ اقرب سے رگِ جاں نے ضیائیں پائیں
حسرت آتی ہے کہ تم دل سے قریں کیوں نہ ہوئے
نام جب دیکھتے ہیں تیرا خطوں میں عاشق
رشک کرتے ہیں کہ قرطاس ہمیں کیوں نہ ہوئے
غمِ فرقت کی بلاؤں میں پھنسا ہے نوری
حیف صد حیف کہ تم اس کے معیں کیوں نہ ہوئے

زمانۂ قدیم سے شعراء میں عشق، عاشق، عشاق، لیلیٰ، مجنوں، محمل اور قاتل وغیرہ کی جو روش چلی آرہی تھی حضرت نوری میاں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے عہد میں اس سے انحراف نہیں کیا مگر ظاہر ہے کہ نیت اور مقصود عام شاعروں کی سی شکل نہیں۔ بلکہ ایک ولی کامل اور صوفی باصفا ہونے کی وجہ سے مقصود اصلی کچھ اور ہے۔ ناظرین کرام خود بھی نمایاں فرق کو ضرور محسوس کریں گے آخر میں حضرت کی نعتیہ غزل کے چند شعر پیش کرنے کے بعد مضمون کو تمام کر رہا ہوں ؂

پھر کہا دل نے چلو کوہ و بیاباں کی طرف
ہاتھ پھر بڑھنے لگے جیب و گریباں کی طرف
تو ہی رہ نصفات دونوں کو ملا کر عندلیب
جاؤں میں اس کی گلی میں یا گلستاں کی طرف
آنکھیں پھوٹیں دیکھ کر تجھ کو جو دیکھوں رو کے گل
پاؤں ٹوٹیں گر میں جاؤں پھر گلستاں کی طرف
اور کچھ دن میری میعادِ اسیری میں بڑھے
چلتے پھرتے جب کبھی آئے وہ زنداں کی طرف
جس نگاہِ لطف سے تم دیکھتے ہو سوئے غیر
دیکھ لو میرے بھی احوالِ پریشاں کی طرف
مل گئے جب خاک میں تو پوچھنے والا ہے کون
نورؔ آتا ہے کوئی گورِ غریباں کی طرف

خامہ فرسائی سے میرا مقصد جہاں حضرت نوری میاں رحمۃ اللہ علیہ کی نعتیہ شاعری کا تعارف ہے وہیں اپنے لئے حصولِ سعادت بھی ہے۔ خدا کا شکر ہے ہمارے اکابرین نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت گوئی کے ذریعہ ہمارے لئے راہیں کشادہ کر دی ہیں اور ہمارے لئے بہترین نمونۂ عمل قائم کر دیا ہے۔ ہم فکر و شعور، عقل و دانش، علم و آگہی کی شمعیں روشن کرتے ہوئے شریعت کی راہ سے سرمو انحراف کی جرأت نہ کریں جب ہی نعتیہ شاعری محمود و مسعود ہو سکتی ہے۔ یہ تمام خوبیاں حضرت نوری میاں کی نعتیہ شاعری میں بھی موجود ہیں۔



(صفحہ ۴۳ کا بقیہ)

بہجر غمزدہ اندر غمش
چارہ بجز صبر و رضا چوں ندید
گفت بتاریخ ہم آخر مرنج
وائے امام شعرا شد شہید
۱۲۹۳ھ

۱۲۹۳ھ میں آپ نے الہ آباد میں دارِ فانی کو خیرباد کہا کالا ڈانڈا قبرستان میں مدفون ہوئی بزرگوں سے ہزار دریافت کرنے کے باوجود اب آپ کے مزار کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے دیوانہ صادق کی قبر پر رحمتوں کی بارش نازل فرمائے اور مرحوم و مغفور کی نعتیہ خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

امام احمد رضا فاضلِ بریلوی

سیّد ابوطاہر
ریسرچ اسکالر الٰہ آباد یونی ورسٹی

انتہائی مسرت کی بات ہے کہ سیّد ابوطاہر خلف حضرت مولانا سیّد شاہ محفوظ اللہ صاحب قبلہ سجادہ نشین خانقاہ سجادیہ ابوالعلائیہ شاہ ٹولی داناپور پٹنہ سب سے پہلے طالب علم ہیں جو الٰہ آباد یونیورسٹی میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کی حیات وخدمات کے موضوع پر تحقیقی کام کر رہے ہیں موصوف نے فاضل بریلوی کی شاعری سے متعلق اپنے چند مختصر مضامین "ماہنامہ حجاز جدید" کے لئے عنایت کئے ہیں جنھیں ہم شکریہ کے ساتھ قسط وار نذر قارئین کرتے رہیں گے ——— (ادارہ)

اعلیٰ حضرت علامہ مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ۱۰ر شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ر جون ۱۸۵۶ء کو بریلی میں پیدا ہوئے والد ماجد نقی علی خاں علیہ الرحمۃ نے محمد نام رکھا اور تاریخی نام "المختار" لیکن جد امجد علامہ رضا علی خاں علیہ الرحمۃ نے "احمد رضا" تجویز فرمایا بعد میں خود فاضل بریلوی نے اپنے نام کے ساتھ "عبد المصطفےٰ" کا اضافہ کیا۔ بچپن ہی سے انتہائی ذہین وزیرک اور غیر معمولی سوجھ بوجھ کے مالک تھے بسم اللہ خوانی ہی کے موقع پر آپ کی ذہانت کا جوہر کھل گیا تھا چار سال کی عمر میں قرآن حکیم ناظرہ ختم کیا ———

ابتدائی کتب مثلاً میزان ومنشعب کی تعلیم مرزا غلام قادر بیگ بریلوی سے حاصل کی بقیہ معقول ومنقول کی ساری کتابیں اپنے والد گرامی سے پڑھیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے والد ماجد اپنے عہد کے کتنے عظیم عالم دین تھے۔ جفمینی کے کچھ اسباق مولانا عبدالعلی رام پوری اور علم تکسیر وجفر کی تعلیم علامہ شاہ ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمۃ سے حاصل کی ان کے علاوہ شاہ آل رسول مارہروی، شیخ احمد بن زینی دحلان مکی، شیخ عبدالرحمٰن سراج مکی اور شیخ حسین بن صالح بھی آپ کے اساتذہ وشیوخ میں شامل ہیں۔ یہ بڑی حیرت انگیز حقیقت ہے کہ فاضل بریلوی نے ۱۳ سال ۱۰ ماہ اور ۵ دن میں علوم درسیہ سے فراغت حاصل کی اسی سال والد ماجد نے افتاء کی ساری ذمہ داری آپ کے سپرد کر دی ۱۴ر شعبان ۱۲۸۶ھ کو مسائل رضاعت سے متعلق آپ نے سب سے پہلا فتویٰ لکھنے کی سعادت حاصل کی والد گرامی نے اولین فتوے پر خوش ہو کر انعام عطا فرمایا۔ حضرت فاضل بریلوی نے علوم درسیہ اور دیگر جتنے بھی علوم وفنون کی تحصیل فرمائی ان کی تعداد ۵۴ سے کم نہیں ہے تفصیل اس طرح ہے۔

(۱) علم قرآن (۲) علم حدیث (۳) اصول حدیث (۴) فقہ جملہ مذاہب (۵) اصول فقہ (۶) جدل (۷) تفسیر (۸) عقائد (۹) کلام (۱۰) نحو (۱۱) صرف (۱۲) معانی (۱۳) بیان (۱۴) بدیع (۱۵) منطق (۱۶) مناظرہ (۱۷) فلسفہ (۱۸) تکسیر (۱۹) ہیأۃ (۲۰) حساب (۲۱) ہندسہ (۲۲) قرأۃ (۲۳) تجوید (۲۴) تصوف (۲۵) سلوک (۲۶) اخلاق (۲۷) اسماء الرجال (۲۸) سیر (۲۹) تاریخ (۳۰) لغت (۳۱) ادب (۳۲) ارثماطیقی (۳۳) جبر ومقابلہ (۳۴) حساب سینی (۳۵) لوگارثمات (۳۶) توقیت (۳۷) مناظر ومرایا (۳۸) اکر (۳۹) زیجات (۴۰) مثلث کروی (۴۱) مثلث سطح (۴۲) ہیأۃ جدیدہ (۴۳) مربعات (۴۴) جفر (۴۵) زائرجہ (۴۶) علم الفرائض (۴۷) عروض وقوافی (۴۸) نجوم (۴۹) اوفاق (۵۰) فن تاریخ "اعداد" (۵۱) نظم ونثر فارسی (۵۲) نثر ونظم ہندی (۵۳) خط نسخ (۵۴) اور خط نستعلیق۔ شروع کے ۲۱ علوم وفنون کی تعلیم والد ماجد سے حاصل کی ۲۲ سے ۳۱ تک کے علوم وفنون کی تحصیل والد ماجد کے علاوہ شیخ احمد بن زینی دحلان مکی، شیخ عبدالرحمٰن سراج مکی، شیخ حسین بن صالح اور شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی سے کی بقیہ علوم وفنون میں خود آپ کی طبع سلیم، ذوقِ لطیف اور کثرت مطالعہ نے رہنمائی کی ماضی قریب میں ایسا کوئی عالم شاید ہی مل پائے جو نہ صرف اتنے زیادہ علوم وفنون پر حاوی تھا بلکہ اکثر وبیشتر علوم وفنون پر ایک سے ایک قلمی یادگاریں بھی چھوڑیں۔ فاضل بریلوی ایک کثیر التصانیف مصنف ومولف تھے مصدقہ تحقیق کے مطابق آپ کی تصانیف وتالیفات کی تعداد ہزار تک پہنچتی ہے پوری فہرست شاید ابھی بھی اشاعت سے محروم ہے تاہم ماہنامہ المیزان کے "امام احمد رضا نمبر" شمارہ مارچ ۱۹۷۶ء میں ۵۴۸ کتب ورسائل اور حواشی کی ادھوری فہرست اس طرح

پیش کی گئی ہے۔

موضوعات	تعداد کتب
تفسیر	۱۱
حدیث، اصول حدیث	۵۳
تنقیدات	۴۰
تاریخ سیر، مناقب، فضائل، ادب، نحو، عروض، لغت	۵۵
ہیئت، ہندسہ، ریاضی	۲۱
منطق و فلسفہ	۶
توقیت، نجوم، حساب	۳۲
عقائد و کلام	۵۴
فقہ، اصول فقہ، لغت فقہ، فرائض، تجوید	۲۱۴
تصوف، اذکار، اوفاق، تعبیر، اخلاق	۱۹
جفر و تکسیر	۱۱
مثلث، ارثماطیقی، لوگارثم	۸
جبر و مقابلہ	۴

ان میں تقریباً دو سو سے زائد کتب و رسائل اور حواشی تو صرف زبان عربی میں ہیں۔

سنہ ۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء میں فاضل بریلوی اپنے والد ماجد کے ہمراہ حضرت شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہٗ کی خدمت میں مارہرہ ضلع ایٹہ حاضر ہوئے اور سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور اسی وقت اجازت و خلافت سے نواز بھی گئے۔ شیخ محترم اپنے مرید و خلیفہ فاضل بریلوی پر ناز فرماتے تھے۔ ۱۲۹۵ھ میں فاضل بریلوی نے پہلی بار اپنے والد گرامی کی معیت میں مناسک حج ادا کیا اس سفر کے دوران حرمین شریفین کے علمائے اکابر مفتی شافعیہ سید احمد زینی دحلان مکی، مفتی حنفیہ شیخ عبدالرحمٰن سراج، اور شیخ حسین بن صالح، نے حدیث، تفسیر، فقہ، اصول فقہ، صحاح ستہ اور مختلف سلاسل کی اسناد و اجازت مرحمت فرمائیں۔ شیخ حسین بن صالح، فاضل بریلوی کو اپنے گھر لے گئے اور آپ کی پیشانی پکڑ کر دیر تک دیکھتے رہنے کے بعد فرمایا "انی لاجد نور اللّٰہ من ھذا الجبین" (بیشک میں اس پیشانی میں اللہ کا نور پا رہا ہوں) فاضل بریلوی کو جن تمام سلاسل کی اجازت حاصل تھیں ان کی تعداد سولہ ہے اسناد مصافحات کی تعداد ۴ ہے اور مختلف اذکار، اشغال اور اعمال کی اجازت کی تعداد ۱۶ ہے ایسی نعمتیں بڑے مقدر والوں کے حصے میں آتی ہیں۔

چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد جب کہ دیار حجاز کے علماء و فضلا فاضل بریلوی کے تبحر علمی، تحریری بلاغت اور فن رسالت سے واقف ہو چکے تھے سنہ ۱۳۲۳ھ میں دوسری بار حج بیت اللہ شریف کو گئے تو اہل مکہ و مدینہ نے آپ کا فراخدلانہ استقبال کیا اور وفور عقیدت و محبت میں لوگ جوق در جوق آپ کے پاس حاضر ہوتے۔ بہت سے علماء و فقہا نے آپ سے تحریری و زبانی اجازت حاصل کی جنہیں تحریری اجازت نہ دے پائے تھے ان کے نام وطن پہنچنے کے بعد سند روانہ کی۔ فاضل بریلوی کے وہ مکی و مدنی خلفاء جنہیں اسناد عطا کی جا چکی تھیں یا کچھ ترمیم و اضافہ کے بعد دوبارہ روانہ کی گئیں ان کی تعداد ۳۲ رہے (تفصیل کے لئے دیکھئے الاجازات المتینہ) ان کے علاوہ بھی حرمین شریفین میں پھیلے ہوئے آپ کے خلفاء کی ایک بڑی تعداد تھی۔ آپ نے اپنے دوسرے حج کے دوران متعدد علمی کارنامے انجام دیئے اور چار ایسی معرکۃ الآرا کتابیں تصنیف فرمائیں جس نے حجازی علماء کو حیرت میں ڈال دیا اور ہر طرف آپ کے علم کی دھوم مچ گئی کتابوں کے نام یہ ہیں۔

۱۔ النیرۃ الوضیہ فی شرح الجوھرۃ المضیہ

۲۔ الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ

۳۔ کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم

۴۔ الاجازۃ الرضویہ لمبجل مکۃ البھیہ

چند سوالات کے جواب میں دو حصوں پر مشتمل الدولۃ المکیہ کو دو نشستوں میں بزبان عربی صرف ساڑھے آٹھ گھنٹے میں تصنیف فرمایا جو آپ کی عربی دانی اور تبحر علمی کا نمایاں ثبوت ہے ان علمی کارناموں پر بے شمار علمائے حجاز نے عقیدت مندانہ و عالمانہ تقاریظ و تاثرات قلم بند فرمائے جو فاضل بریلوی کی شہرۂ آفاق تصانیف حسام الحرمین اور الدولۃ المکیہ میں موجود ہیں۔ ان کتابوں میں علمائے مصر و شام اور بغداد کے تاثرات بھی شامل ہیں حسام الحرمین اور الدولۃ المکیہ کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ دنیا بھر کے جید علماء فقہا فاضل بریلوی کی شان میں کس طرح رطب اللسان اور مدح خواں نظر آتے ہیں چنانچہ سفر حج اور تصانیف سے متعلق نزھۃ الخواطر (الجزالثامن) کے تکملہ ص ۳۹ پر مولانا ابوالحسن علی ندوی رقم طراز ہیں۔

"رسافرالی الحرمین الشریفین عدۃ مرات وذاکر علماء الحجاز فی بعض المسائل والفقھیۃ والکلامیہ والّف بعض الرسائل اثناء اقامۃ بالحرمین واجاب عن بعض المسائل التی عرضت علی علماء الحرمین واعجبوا البغزارۃ علمہ وسعۃ اطلاعۃ علی المتون الفقھیہ والمسائل الخلافیہ وسرعۃ تحریرہ وذکائہ"

کئی بار[1] حرمین شریفین کا سفر کیا اور علمائے حجاز سے بعض مسائل فقہیہ و کلامیہ میں مذاکرہ بھی کیا، حرمین شریفین کے قیام کے زمانے میں بعض رسائل بھی لکھے اور علمائے حرمین نے بعض سوالات کئے تو ان کے جواب بھی تحریر فرمائے متون فقہیہ اور اختلافی مسائل میں ان کی ہمہ گیر معلومات، سرعت تحریر اور ذہانت کو دیکھ کر سب کے سب حیران و ششدر رہ گئے۔ اسی کتاب کے صفحہ ۴۱ پر مزید لکھتے ہیں۔

"یندر نظیرہ فی عصرہ فی الاطلاع علی الفقہ الحنفی وجزئیاتہ یشھد بذالک مجموع فتاواہ وکتابہ کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم" الذی الفہ فی مکۃ سنۃ ثلاث وعشرین وثلاث مائۃ والف

فقہ حنفی اور اس کے جزئیات پر ان کو (مولانا احمد رضا خاں) کو جو عبور حاصل ہے اس کی نظیر شاید ہی کہیں ملے اور اس دعویٰ پر ان کا مجموعۂ فتاویٰ شاہد ہے نیز ان کی تصنیف کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم جو انہوں نے ۱۳۲۳ھ میں مکہ معظمہ میں لکھی تھی۔

قرآن حکیم کا اردو ترجمہ "کنزالایمان" اور "فتاویٰ رضویہ" کو فاضل بریلوی کے مرکزی کارناموں میں شمار کیا جاتا ہے ڈپٹی نذیر دہلوی کے ترجمہ کے بعد

---

[1] فاضل بریلوی نے صرف دوبار حج کیا تھا

(باقی صفحہ ۶۰ پر)

امام اہل سنت مولانا احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کی حیات و خدمات پر مشتمل

ہفت روزہ ہجوم دہلی کا ایک گرانقدر خصوصی نمبر

تفسیر، حدیث، فقہ، و دیگر علوم و فنون پر حضرت مولانا احمد رضا فاضل بریلوی کی چھوٹی بڑی تقریباً ایک ہزار مطبوعہ و غیر مطبوعہ تصانیف موجود ہیں، جن کے ذریعہ آپ نے متحدہ ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں کی دینی و علمی اور فکری رہنمائی کی ہے۔ اور بیشمار تحقیق طلب موضوعات کو اپنی فکر و نظر کا موضوع بنایا ہے۔ ان کے انہیں کارناموں پر روشنی ڈالنے اور اتحاد امت کے کاز کو آگے بڑھانے کیلئے ادارہ ہجوم نے ایک وقیع نمبر نکالنے کا فیصلہ کیا ہے۔

جو انشاء اللہ نومبر ۱۹۸۸ء کے تیسرے ہفتے تک منظر عام پر آجائے گا۔

اس نمبر میں مشاہیر علماء و فضلاء و ادباء کے تاثرات بھی شامل ہونگے جن میں سے چند نام یہ ہیں۔

علامہ اقبال۔ سر ضیاء الدین۔ مولانا ابوالکلام آزاد۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی۔ مولانا ابوالحسن علی حسنی ندوی۔ مولانا شاہ معین الدین ندوی۔ مفتی انتظام اللہ شہابی۔ پروفیسر سلیم چشتی۔ نیاز فتحپوری۔ ماہر القادری۔ خلیل الرحمٰن اعظمی۔ احسان دانش۔ احمد ندیم قاسمی وغیرہم۔

صفحات — سولہ — قیمت — ڈھائی روپے

دیگر تفصیلات کے لئے اس پتے پر رابطہ قائم فرمائیں

ہفت روزہ ہجوم۔ ۱۳۳-۱-اے۔ ذاکر نگر۔ نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

سگریٹ نوشی کے مضر اثرات

مذہبی و طبّی نقطۂ نظر سے

ڈاکٹر محمد مسلم نوری
سی ہی، آر، یو، ایم ۔ نئی دہلی

جی ہاں! تقریباً ہر کس و ناکس کے پاس سے آپ کو یہ آلۂ خودکشی با آسانی دستیاب ہو سکتا ہے دنیا کی ایک بڑی آبادی اس آلہ سے خود کو تباہ کر رہی ہے حتیٰ کہ اہل علم و دانش اس آلہ کو نہ صرف اپنائے ہوئے ہیں بلکہ اس کو قوئی و اعصاب کا محرک، اضمحلال کو دور کرنے والا اور تکان کو دفع کرنے والا سمجھتے ہیں۔ چنانچہ کسی دفتر کے آفیسر کو دیکھئے یا بابو کو یا کسی کالج کے طالب علم کو سبھی اس کے دلدادہ اور اس کی تعریف میں رطب اللسان نظر آئیں گے۔

غیر تعلیم یافتہ طبقہ ممکن ہے اس کے عوارض اور اس سے پیدا ہونے والے پیچیدہ امراض سے عدم واقفیت کی بنا پر اس لعنت میں ملوث رہا ہو۔ مگر کیا کہا جائے اس ستم ظریفی کو، جاہل تو جاہل علمائے طب (ڈاکٹرس) بھی جن کو محافظ صحت، معالج اور مسیحا سمجھا جاتا ہے اس بلائے عظیم کے پنجہ میں گرفتار ہیں۔

اس فعل عبث یعنی تمباکو نوشی کو مذہب جہاں ناپسند کرتا ہے وہیں صالح وصحت مند معاشرہ بھی اس کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

اسلام میں بدبودار اشیاء کے کھانے پینے سے منع کیا گیا ہے چنانچہ سرکار دو عالم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ کوئی شخص بدبودار اشیاء کھا کر ہماری مسجدوں میں نہ آئے کہ اس سے فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ طیبوا افواھکم بالسواک فان افواھکم طرق القرآن یعنی اپنے منھ مسواک سے ستھرے کرو کہ تمہارے منھ قرآن عزیز کا راستے ہیں۔

نیز ارشاد فرماتے ہیں فرشتہ پر کوئی چیز کھانے کی بو سے زیادہ سخت نہیں جب کبھی مسلمان نماز کو کھڑا ہوتا ہے فرشتہ اس کا منھ اپنے منھ میں لے لیتا ہے جو آیتہ اس کے منھ سے نکلتی ہے فرشتہ کے منھ میں داخل ہوتی ہے۔

لہٰذا ان احادیث کی روشنی میں امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ ایک استفتاء کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ "بقدر ضرر و اختلال حواس (تمباکو کھانا یا تمباکو نوشی) حرام ہے اور اس طرح کہ منھ میں بو آنے لگے مکروہ ہے اور اگر تھوڑی خصوصاً مشک وغیرہ سے خوشبو کر کے پان میں کھائیں اور ہر بار کھا کے کلیوں سے خوب منھ صاف کر دیں کہ بو نہ آنے پائے تو خالص مباح ہے۔" (احکام شریعت)

فرشتوں کے لئے صرف کھانے کی بو ناقابل برداشت ہے تو تمباکو یا سگریٹ کی بو اس سے بھی سخت چیز ہے۔ اس طرح طبیب اعظم علیہ السلام نے گندگی دہن سے بچنے کی تاکید کر کے صدہا امراض کا سدباب فرمایا تاکہ جراثیم خبیثہ دہن میں اپنا مسکن بنا کر امراض کا باعث نہ بن سکیں۔

اطباء نے متفقہ طور پر بدبوئے دہن کو جو عموماً دانتوں کی عدم صفائی و بدبودار اشیاء (کچی پیاز، لہسن، مولی) کے کھانے یا تمباکو نوشی وغیرہ سے پیدا ہوتی ہے مضر صحت قرار دیا۔ نیز بدبوئے دہن کو ازدواجی زندگی کے لئے بھی نفرت و حقارت کی وجہ سے ضعف باہ کا قرار دیا۔
(اسلام اور میڈیکل سائنس)

تمباکو نوشی سے نہ صرف صحت برباد ہوتی ہے بلکہ معاشی اعتبار سے یہ خسارہ کا ہی سودا ہے۔

جارج برنارڈ شا نے سگریٹ و سگریٹ نوشوں پر بڑا خوبصورت طنز کرتے ہوئے کہا تھا کہ "یہ ایک ایسی سفید چھڑی ہے جس کے ایک سرے پر آگ اور دوسرے سرے پر ایک احمق ہوتا ہے۔"

یوں تو دنیا بھر میں سبھی ممالک و حکومتیں اپنے اپنے طور پر تمباکو نوشی پر مختلف قسم کی پابندیاں عائد کر رہی ہیں۔ اور ساتھ ہی تحقیقات کی روشنی میں تمباکو نوشی کے عوارض و نقصانات کو مشتہر کر کے عوام کو اس سے بچنے کی تلقین کر رہی ہیں۔ لیکن ۔۔

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

کے مصداق تمباکو نوشی بجائے کم ہونے کے بڑھتی ہی گئی اور اسی لحاظ سے شرح اموات میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔

برطانیہ، امریکہ، اور روس جیسے ممالک میں تحقیقات سے یہ انکشاف ہوا ہے کہ تمباکو نوشی پھیپھڑے کے کینسر، امراض قلب و نمونیا جیسی مہلک بیماریوں کا موجب بنتی ہے، اور جسم کے ان حصوں پر نہایت ہی مضر اثرات مرتب کرتی ہے۔

رائل کالج آف فزک کی ۱۹۶۲ء سے ۱۹۷۱ء تک کی سالانہ رپورٹیں ظاہر کرتی ہیں کہ سگریٹ کے بڑھتے ہوئے استعمال نے بے وقت اموات میں اتنی زیادتی کر دی ہے کہ ان پر کسی دباؤ کا گمان ہونے لگتا ہے۔

امریکی صحت عامّہ کے جنرل سکریٹری نے ۱۹۶۴ء میں سگریٹ نوشی کے صحت پر اثرات کا جائزہ لینے کے لئے ایک کمیٹی کی تشکیل کی تھی جس نے طویل ریسرچ کے بعد یہ رپورٹ دی کہ اس عادت بد سے مردوں میں پھیپھڑے کا کینسر جیسا مہلک مرض پیدا ہوتا ہے اور اچانک موت کا شکار بن جانے کا اندیشہ بڑھ جاتا ہے۔

پائپ یا سگریٹ پینے سے ہونٹوں پر کینسر کے حملے

کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ نیز سگریٹ نوشی کو بلڈ پریشر بڑھنے کی ایک وجہ بتایا جاتا ہے۔

کراچی سے شائع ہونے والا اخبار جسارت (۱۳ مارچ ۱۹۸۶ء) تمباکو کو سب سے بڑی وجہ موت بتاتا ہے، اور جنگ (کراچی، ۲۰ مارچ ۱۹۸۶ء) کے بموجب سگریٹ نوشی سے ہر سال دس لاکھ افراد لقمۂ اجل بنتے ہیں۔ اسٹیٹسمین (دہلی مئی ۱۹۸۸ء) کے مطابق تمباکو نوشی سے سالانہ پچیس لاکھ اموات ہو رہی ہیں۔

سگریٹ میں نکوٹین، ٹار اور کاربن مونو آکسائیڈ تین ایسی چیزیں شامل ہیں جو صحت کے لئے نہایت مضر ہیں۔ نکوٹین خون کو گاڑھا کر کے اس کے بہاؤ میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے، اور خون سے آکسیجن کو کھینچ لیتی ہے۔ نتیجۃً دل کو زیادہ شدت کے ساتھ خون پمپ کرنا پڑتا ہے۔ ٹار میں کئی ایسے کیمیاوی اجزاء پائے جاتے ہیں جو کہ پھیپھڑوں کی نازک ساختوں کو تباہ کر کے کینسر کی راہ ہموار کر دیتے ہیں۔ کاربن مونو آکسائیڈ زہریلی گیس ہے یہ جسم کے اندر داخل ہو کر خون کے سرخ ذرّوں سے آکسیجن کھینچ لیتی ہے۔

ماسکو کے ایک ماہر امراض نفسیات ڈاکٹر رین اپنی کتاب "ہم انسان ہیں" میں رقم طراز ہیں کہ "شراب نوشی کے ساتھ تمباکو نوشی انتہائی نقصان دہ ہے کیوں کہ تمباکو میں شامل نکوٹین الکحل کے نشیلے اثرات کو تیز کرتا ہے۔"

برازیل کے ڈاکٹر برائینو لیوزک کے مطابق "جو لوگ تمباکو نوشی نہیں کرتے یا ترک کر چکے ہیں صرف وہی لوگ باہ کا لطف اٹھا سکتے ہیں۔"

ڈاکٹر وفس، کا کہنا ہے کہ "کئی سال کے تجربات کے بعد پتہ چلا کہ تمباکو نوشی کرنے والے کی عمر کے ساتھ ساتھ جنسی لطف اٹھانے کی طاقت کم ہو جاتی ہے۔"

نکوٹین کے بارے میں ڈاکٹر گھوش "میٹیریا میڈیکا" میں لکھتے ہیں کہ "نکوٹین خطرناک اور غیر از دوا ہے۔" حتیٰ کہ بعض زہروں (سنکھیا، کچلہ وغیرہ) کو دوا قلیل مقدار میں استعمال کرتے ہیں لیکن طبی حیثیت سے تمباکو تو اس قدر بھی مفید نہیں۔

لکھتے ہیں کہ اس کا زہر اوّلاً بطور محرک عمل کرتا ہے لیکن بعد میں، اس سے دماغی جھلیوں کے خلیات پھیل جانے کے سبب سے ان کی عصبی تحریکات کے راستے مسدود ہو جاتے ہیں۔ (اسلام میڈیکل سائنس)

ان مضرات کے پیش نظر حکومت تامل ناڈو نے آفسوں میں سگریٹ نوشی پر پابندی عائد کر دی ہے۔ ساتھ ہی سگریٹ کی اسپانسر شپ بھی ممنوع قرار دے دی ہے (جون ۱۹۸۸ء ہندوستان ٹائمز دہلی)

عموماً سگریٹ ساز کمپنیوں کے خوبصورت اشتہارات عوام کی توجہ اس جانب مبذول کرواتے ہیں ساتھ ہی اطراف کا ماحول بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ جوانوں سے لے کر بوڑھے تک اس فعلِ تمباکو نوشی میں ملوث نظر آتے ہیں۔ ظاہر ہے بچے بڑوں کے عادات و افعال کو شعوری یا لاشعوری طور پر اپنائے جاتے ہیں کیوں کہ انھیں تجسس کا مادّہ زیادہ ہوتا ہے نتیجۃً بچے بھی تمباکو نوشی کرنے لگتے ہیں۔

جوانوں خصوصاً کالج کے طلباء میں سگریٹ نوشی بطور فیشن رواج پا گئی ہے یا کبھی ذہنی و اعصابی تناؤ کو کم کرنے کی غرض سے لوگ اسے اپناتے ہیں۔ اور پھر آہستہ آہستہ اس کے عادی ہو جاتے ہیں۔ حالاں کہ سگریٹ ان کی قیمتی زندگی کے پانچ منٹ تیس سکنڈ کم کر رہی ہے۔

سگریٹ نوشی کے اس بڑھتے ہوئے رجحان کو ختم کرنے کے لئے سخت جدّ وجہد کی ضرورت ہے۔ حکومت کو چاہئے کہ وہ اپنے تمام تر وسائل بروئے کار لائے۔ والدین بھی اپنے بچوں کو اس کے نقصانات بتا کر اس سے بچنے کی تلقین کریں۔ اور بچوں کے سامنے سگریٹ نوشی سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کریں۔

واضح رہے کہ ہر انسان کی موت و حیات کا ایک ایک لمحہ خدا کی طرف سے متعین ہے اس لئے سگریٹ نوشی سے شرح اموات بڑھنے یا عمر گھٹنے کی تحقیق کو محض طبی نقطۂ نظر سے ایک جائزہ و اندازہ سمجھنا چاہئے۔

(صفحہ ۵۴ کا بقیہ)

عرض کیا کہ حضور ہمیں یہود کی باتیں بڑی بھلی معلوم ہوتی ہیں کیا انھیں ہم لکھ لیا کریں، فرمایا، فخرِ دو عالم رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تمہیں یہود اور نصاریٰ کی طرح اپنے قرآن پر اعتماد نہیں۔ میں تمہارے پاس صاف اور روشن دین لے کر آیا ہوں، اگر آج موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو انھیں ہماری اطاعت کرنی پڑتی۔

ان آیاتِ مقدسہ و احادیثِ طیبہ سے معلوم ہو گیا کہ اب گزشتہ آسمانی دین نا قابل عمل ہیں نہ ہی ان سے ہدایت ملتی ہے اور نہ ہی آسمانی دینوں کی تابعداری سے خدا کے پیارے اور محبوب ہونے کی ضمانت ملتی ہے۔ چہ جائے کہ شیطانی ادیان۔ جب قرآن اور حبیب الرحمٰن کے زبان سے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ حقانیت و صداقت اسلام کے دامن سے وابستہ ہے، نجات ہدایت "اسلام" ہی سے ملتی ہے تو بعض کا یہ کہنا کہ ہر مذہب میں کچھ نہ کچھ اچھائیاں اور خوبیاں ہیں، کسی مذہب کو برا نہ کہنا چاہئے۔ کسی طرح درست نہیں بلکہ یہ بھی مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی ایک ترکیب ہے، مسلمانوں کو اسلام سے بیزار کرنا ایک حربہ ہے۔ یقیناً مذہب اسلام نے دوسرے مذہب کو برا کہنے سے روکا ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب تھوڑا ہی ہے کہ تمام مذاہب کو اچھا سمجھ لیں۔ اور ہر مذہب کی بات ماننے کو تیار ہو جائیں۔ اس مقام پر یہ لوگ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا کیا ترجمہ کریں گے۔ یقیناً برا کہنے سے منع کیا ہے مگر ادیانِ باطلہ کو برا سمجھنے سے نہیں روکا۔ معلوم یہ ہوا کہ یہ قول نہ صرف گمراہی کو دعوت دیتا ہے بلکہ قرآن و حدیث کے بھی مدمقابل لا کھڑا کرتا ہے۔ نیز اس سے اسلام کی جڑیں ہلتی نظر آتی ہیں۔ خدا محفوظ رکھے ایسے اقوال باطل سے۔ آمین

اسلام کی حقانیت اور تمام ادیان کی منسوخی و تمام انبیاء کی اطاعتِ رسول، ہمیں معراج کے واقعہ میں بھی ملتی ہے کہ آپ نے شب معراج۔ تمام انبیاء کی امامت فرما کر یہ ثابت کر دیا کہ جب تمام انبیاء رسل میری امامت میں ہیں تو اے مسلمانو! تم بھی میری ہی اطاعت و اتباع میں مضبوط ہو جاؤ جس طرح میں تمام انبیاء کرام پر فضیلت والا بنایا گیا ہوں، اسی طرح میری شریعت و اسلام کو بھی سب دین کو منسوخ کر کے فضیلت والا بنا دیا گیا ہے لہٰذا اسلام ہی کا دامن تھام لو۔

افغانستان! دنیا کا سب سے مفلس ملک

اقوامِ متحدہ کی ایک رپورٹ

جنیوا۔ ۲۲ ستمبر (اے۔پی) گزشتہ تقریباً دس سال سے جاری افغان خانہ جنگی کی بدولت افغانستان اس وقت دنیا کا سب سے مفلس اور سب سے کم ترقی یافتہ ملک بن گیا ہے۔ اور تقریباً آدھی آبادی بے گھر ہو چکی ہے۔ یہ بات افغانستان کے سلسلے میں اقوام متحدہ کی تازہ رپورٹ میں کہی گئی ہے۔

اقوام متحدہ کے امدادی پروگرام کے تحت تیار کردہ اس پہلی مفصل رپورٹ میں افغانستان کی تعمیر نو کے لئے عالمی امداد و حمایت کی اپیل کی گئی ہے۔

رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ایک طرف سرکاری فوج روسی سرخ فوج اور دوسری طرف پاکستان اور امریکہ کے سرگرم حمایت یافتہ مسلم چھاپہ ماروں کے درمیان جو جنگ جاری ہے اس کے نتیجہ میں بے مثل انسانی آلام و مصائب اور بے اندازہ سماجی و اقتصادی تباہی ہوئی ہے۔

۱۴۸ صفحات پر مشتمل اس دستاویز میں کہا گیا ہے کہ "اس نو سالہ خانہ جنگی کی بدولت افغانستان دنیا کا سب سے مفلس اور پسماندہ ملک بن کر رہ گیا ہے۔"

رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ اندازہ ہے کہ اس خانہ جنگی کی بدولت دس لاکھ سے زیادہ جانیں تلف ہوئیں اور ۷۰ ہزار خواتین بیوہ اور بے شمار بچے یتیم ہو گئے ہیں جن کی دادرسی کے لئے مدتوں مدد و تعاون کی ضرورت ہوگی۔

رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ۲۰ لاکھ سے زیادہ افراد کی آبادکاری اپنی نوعیت کا دنیا کا سب سے پیچیدہ اور طویل عمل ہوگا۔ ان میں سے تقریباً ۵۵ لاکھ افراد پڑوسی ممالک پاکستان اور ایران میں پناہ گزیں ہیں۔ اور ملک کی تقریباً نصف آبادی بے گھر ہے۔

گزشتہ اپریل جنیوا میں ہوئے معاہدوں کے تحت روسی فوجوں کی نصف تعداد واپس جا چکی ہے اور یقین ہے کہ ۱۵ فروری کی مقررہ تاریخ تک اس کی باقی فوجیں بھی واپس ہٹ جائیں گی۔

روسی فوجیں ببرک کرمال حکومت کی حمایت کے لئے دسمبر ۱۹۷۹ء میں افغانستان میں داخل ہوئی تھیں۔ ایک اندازہ کے مطابق ان کی تعداد ایک لاکھ دس ہزار کے قریب تھی۔

رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ افغانستان میں آئندہ ماہ سے موسم سرما شروع ہو رہا ہے۔ شدید سردی اور برف باری کی وجہ سے اس موسم میں رفیوجیوں کی گھر واپسی کا امکان نہیں۔ توقع ہے کہ آئندہ موسم بہار میں جب کہ روسی فوجیں بھی جا چکی ہوں گی۔ رفیوجیوں کی واپسی شروع ہو سکے گی۔ چنانچہ اس دوران ان پناہ گزینوں کے لئے امداد ان ممالک میں درکار ہوگی جہاں یہ پناہ لئے ہوئے ہیں۔

رپورٹ میں ملک کی زراعت اور زرعی ماحول کو پہنچنے والے نقصان کا بھی تذکرہ ہے۔ بتایا گیا ہے کہ جنگ سے پہلے جتنے رقبہ پر گندم کی کاشت ہوا کرتی تھی اب وہ سکڑ کر اس کا تقریباً ۷۰ فی صد رہ گیا ہے اور تقریباً نصف مویشی بھی تباہ ہو چکے ہیں۔ خانہ جنگی میں کوئی دو ہزار اسکول اور ۱۳۰ صحت مراکز کی عمارتوں کو نقصان پہنچا ہے۔ سڑکیں بری طرح ٹوٹ پھوٹ چکی ہیں۔ چنانچہ ذرائع آمد و رفت کی بحالی کے لئے وسیع پیمانے پر تعمیر و مرمت کے کام کی ضرورت ہے۔

رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ دیہاتی علاقوں اور کھیت جنگلات میں بڑی تعداد میں بارودی سرنگیں بکھری پڑی ہیں جن کی وجہ سے مسلسل جانیں ضائع ہونے اور معذور ہونے کے خطرات برقرار رہیں گے۔ اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل جاویر پیریز ڈی کوئیار نے ۱۱ جون کو جاری کردہ اپنی اپیل برائے امداد و آبادکاری میں کہا تھا کہ ۱۹۸۹ء کے آخر تک ایک ارب ڈالر کی رقم درکار ہوگی۔

۳۱ اگست تک یورپ کے ۱۳ صنعتی ممالک نے ۹ کروڑ ۷۰ لاکھ ڈالر امداد کا وعدہ کیا تھا۔ ان میں سب سے لمبی رقموں کے وعدے امریکہ، برطانیہ اور آسٹریلیا نے کئے ہیں۔ ان کے علاوہ حال ہی میں روس نے افغانستان کو اقتصادی ترقی میں بھاری امداد کا وعدہ کیا ہے۔

علاوہ ازیں امدادی پروگرام میں ربط و انتظام کے ذمہ دار کو یورپی اقتصادی برادری، جاپان اور مغربی جرمنی سے گرانقدر امداد کی یقین دہانیاں موصول ہوئی ہیں۔

رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ یہ نہایت اہم ہے کہ ملک کے بعض حصوں میں جاری شورش کو بہانہ بنا کر امداد دینے کا وعدہ کرنے والے ممالک امداد روک کر نہ بیٹھ جائیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ عالمی برادری افغان عوام کی بھرپور اقتصادی، مادی، سیاسی اور اخلاقی امداد کے لئے آگے آئے۔ اسی وقت ان کی یہ آرزو پوری ہو سکے گی کہ اس ملک میں پائیدار امن اور ترقی کا ماحول پیدا ہو۔

مطالعہ کی میز پر

غلام یحییٰ انجم بستوی مصباحی

نام کتاب! کلام رضا کے نئے تنقیدی زاویے

۱۔ مرتب: مولانا عبدالنعیم عزیزی ایم۔ اے، بی ایس، سی (علیگ) بلرام پوری، مدیر "ماہنامہ" سنی دنیا، بریلی شریف،

ناشر: ادارہ سنی دنیا، سوداگران بریلی شریف

قیمت: پانچ روپے

صفحات ۸۰ سائز ۱۸×۲۲/۸

سطر ۲۳ کاغذ اوسط سرورق آرٹ پیپر

عالم اسلام کی جو چند شخصیتیں انگلیوں پر گنی جاتی ہیں۔ ان میں ایک نام احمد رضا خاں فاضل بریلوی نوراللہ مرقدہٗ کا ہے۔ ابھی نصف صدی قبل ان کے علوم و فنون کی روشنی سے بندھی نہیں بلکہ بیشتر اسلامی ممالک کے علماء و دانشوران متنیر ہو رہے تھے۔ معتقدین و معاندین دونوں مکتبہ فکر کے لوگوں نے ان کے علم سے استفادہ کیا ہے اور ان کی جناب میں خراج عقیدت پیش کئے ہیں ڈاکٹر اقبال لاہوری، صاحب نزہۃ الخواطر، مولانا عبدالحئی رائے بریلوی، ابوالاعلیٰ مودودی ان کی علمی بصیرت کے مداح تھے۔

فاضل بریلوی علوم و فنون کے بحر بیکراں تھے۔ ان کی چھوٹی بڑی ایک ہزار تصانیف میرے اس قول کی مؤید ہیں۔ اردو ادب بھی اس بحر بیکراں سے نکلتی ہوئی ایک جوئے موجدار تھی۔ اس بحر زخار سے کتنے لعل و جواہر سیل رواں کا سہارا لے کر اس نہر میں آئے ہوں گے۔ اسے تو غواص انکار ادب ہی بتا سکیں گے۔ اتنا تو مسلم ہے کہ اردو ادب کو اشعار کی شکل میں جو جواہر و یواقیت اعلیٰ حضرت نے دیے ہیں۔ ان سے کسی بھی صاحب فہم و بصیرت کو انکار نہیں ان کا مشہور زمانہ سلام "مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام" یا چہار لسانی نعت "لمعیات نظیرک فی نظر" قصیدہ معراجیہ ہو یا اور کوئی نعت اس کی ادبی و لسانی اہمیت سے اردو ادب کے طلبا اچھی طرح واقف ہیں۔ مولانا کی اسی ادبی خصوصیت اور کامل مہارتِ فن کی نشاندہی زیر تبصرہ کتاب میں کی گئی ہے۔ اس کتاب میں کل چھ مباحث ہیں اور پھر ہر بحث میں کچھ ذیلی عنوانات ہیں۔ جن کے ضمن میں مولانا کے شاعرانہ کمالات کو عزیزی صاحب نے واضح کیا ہے۔ جس سے ان کی علمی و فنی مہارت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ان مباحث کی ترتیب کچھ اس طرح ہے۔

۱۔ امام احمد رضا کی شاعری میں ہندی اور ہندوستانی عناصر۔

۲۔ کلام رضا میں سائنس اور ریاضی۔

۳۔ کلام رضا کی شاعری میں رنگ و روشنی

۴۔ امام احمد رضا اور پیکر تراشی۔

۵۔ امام احمد رضا کا قصیدۂ معراجیہ، جمالیات اور امیجری۔

شعر و سخن کی زبان تو بہت سہل ہوتی ہے۔ انداز بیان بڑا دل نشین ہوتا ہے۔ مشکل سے مشکل مسائل کو روزمرہ کی زبان میں پیش کر کے شاعر شائقین کا دل جیتتا ہے۔ رضا بریلوی نے شاعری میں جس کمال فن کا مظاہرہ کیا ہے وہ انہیں کا حصہ ہے۔ سائنس، ریاضی، منطق، مابعد الطبعیات کے جو اہم مباحث ہیں بڑی خوش اسلوبی سے بیان کئے ہیں۔ مابعد الطبعیات سے متعلق ایک شعر ملاحظہ ہو۔

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں
حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

اسی طرح علم نجوم علم توقیت و ہیئت اور ارضیات سے متعلق بڑی اہم بحثیں کی ہیں۔ جیومیٹری کی ایک اصطلاح ہے۔ "ریٹمننگ پوزیشن" جس میں خطوط کھینچ کر بحث کی جاتی ہے۔ اسے انھوں نے شاعری کی زبان میں بڑے آسان لب و لہجہ میں سمجھا دیا ہے۔

محیط و مرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاصل خطوط واصل
کمانیں حیرت سے سر جھکائے عجیب چکر میں دائرے تھے

اسی طرح جہاں رنگ و روشنی کا ذکر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گل، گلاب، سبزہ، ڈالی، لعل، طاؤس، مژہ، خونیں جگر، پان دھان، عصیاں، گنہ، باغ، چمن، شفق، گھٹا، غلاف کعبہ، حجر اسود، تل، زلف، کون سی رنگ کی علامت ہے جو ان کی شاعری میں نہیں ملتی۔ رنگ و روشنی کا جو امتزاج ان کی شاعری میں ملتا ہے۔ اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو۔ اسی کتاب کے صفحہ ۲۸ پر ہے۔

ہے عکس چہرہ سے لب گلگوں میں سرخیاں
ڈوبا ہے بدر گل سے شفق میں ہلال گل

اس کی تشریح میں مرتب لکھتے ہیں:

"عکس چہرہ روشنی کی علامت ہے اور لب گلگوں رنگ کی، چہرہ کی روشنی سے یہاں ہونٹوں میں سرخی ہے۔ لیکن پھر شفق میں ہلال گل کا ڈوبنا یہ اشارہ کرتا ہے کہ رنگ میں روشنی ڈوب گئی ہے۔

اعلیٰ حضرت کی شاعری میں جہاں پیکر تراشی کا ذکر ملتا ہے تو اس کتاب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ کون سا ایسا پیکر ہے خواہ وہ ذہنی پیکر ہو یا مجازی، تجسیمی پیکر ہو یا بصری منظر یہ کہ تمام حواس خمسہ کو انھوں نے

پیکر کی شکل میں پیش کیا ہے۔ حضرت رضا کی شاعری میں پیکر کا تصور اس طرح ملتا ہے۔

اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا
دلہن بن کے نکلی دعائے محمدؐ
اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا
بڑھی ناز سے جب دعائے محمدؐ

موصوف عزیزی نے کتاب میں رضا بریلوی کی شاعری میں طنز و نشتریت سے متعلق بھی ایک عنوان قائم کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کا طنز و نشتر لگانے کا موقع انھیں کہاں سے ملتا۔ جب کہ ان کا ہر ہر لمحہ خدمت دین متین میں صرف ہوتا تھا۔ مگر ماحول کے پنجے سے کسے چھٹکارا ملا ہے۔ ان کا تیر ضرور کمان سے نکلا ہے۔ مگر اپنوں کے لئے نہیں غیروں کے لئے۔ وہ سخت دل ضرور تھے مگر دشمنان رسول کے لئے، گویا کہ وہ "اشداء علی الکفار و رحماء بینہم" کی عملی تفسیر تھے۔ چنانچہ انھوں نے علی الاعلان یہ کہا بھی ہے۔

دشمن احمد پہ شدت کیجئے
ملحدوں کی کیا مروت کیجئے (ص ۴۸)

آخر میں عزیزی صاحب نے امام احمد رضا کے قصیدۂ معراجیہ کے فنی محاسن کو بڑی شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔ پھر اس میں انھوں نے ایک ذیلی سرخی قائم کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ اس قصیدہ میں ہندوستانی علامتیں اور اس کے رسم و رواج سے متعلق کتنے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اس کا ذکر کس خوش اسلوبی سے ان کی شاعری میں ملتا ہے طالبان شعر و ادب پر عیاں ہے۔

مولانا عبدالنعیم عزیزی نے امام احمد رضا قادری کی شاعرانہ بصیرت کو ارباب علم و ادب تک پہنچانے کی ایک کامیاب کوشش کی ہے۔ بلاشبہ اس کام کے لئے ایک موزوں شخص تھے۔ کیوں کہ صبح و شام وہ دیار رضا میں رہتے ہیں۔ اور اعلیٰ حضرت سے ان کا گہرا شغف بھی ہے۔

اس کتاب میں خامیاں کم خوبیاں زیادہ ہیں۔ کتاب اگرچہ کتابچہ کی شکل میں ہے۔ مگر موضوع کے لحاظ سے اہم ہے۔ اگر ان موضوعات پر کتابی شکل میں کوئی ضخیم کتاب ترتیب دی جائے تو ہمارے خیال سے اس کی کتابیت بھی برقرار رہے گی اور ارباب ادب کے نزدیک اس کا معیار بھی بلند تر رہے گا۔

یہ تو مسلّم ہے کہ سمندر کا جو جتنا بڑا غواص ہوتا ہے اسی اعتبار سے وہ لعل و جواہر حاصل کرتا ہے۔ مولانا عبدالنعیم چوں کہ دینی علوم میں مہارت رکھنے کے ساتھ سائنسی معلومات بھی رکھتے ہیں۔ اس لئے اعلیٰ حضرت کے کلام میں سائنسی مضامین کی کھوج میں انھیں کافی مدد ملی ہے۔ ساتھ ہی انھیں اردو ادب کا اعلیٰ مذاق بھی حاصل ہے۔ ماہنامہ "سنی دنیا" کے اداریے جس کے شاہد ہیں۔

امام احمد رضا سے متعلق یہ پہلا سیریز ہے۔ مجھے امید ہے کہ ان کا دوسرا سیریز اس سے خوب تر اور ضخیم ہوگا۔ اگر کتاب پر نظر ثانی کر لی جائے۔ مثلاً ص ۱۰ "لفظ بجار ہندی کا لفظ ہے" اس کے بجائے "بجار ہندی کا لفظ ہے۔" یا ص ۳۶ پر "کسی پیکر سے جو خوشبو ابھرتی ہے اسے پیکر شامہ کہتے ہیں" اس کے بجائے "خوشبو سے ابھرنے والے پیکر کو شامہ کہتے ہیں" ہوتا تو کتاب اہم، قابل مطالعہ اور زیب کتب خانہ ہوگی۔

بلغ العلیٰ بکمالہ
کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ
صلوا علیہ وآلہ

(صفحہ ۲، کا بقیہ)

سلوک کرو، اور جو تمہارے ساتھ برائی سے پیش آئے تم اس کے ساتھ اچھائی سے پیش آؤ، اور ہمیشہ حق بات کہو خواہ وہ تمہارے اپنے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب میں نے آپ کے ہتھیار استعمال کرنا شروع کئے تو آپ کی تلوار کے قبضے میں ایک چھوٹا سا پرزہ (رقعہ) ملا جس میں یہی مذکورہ تعلیم درج تھی۔

(رواہ ابن شاذان فی جزء ہ، فیض القدیر ج ۴ ص ۱۹۷)

کمالِ ایمان یہ ہے کہ بد خلقی کا جواب خوش خلقی سے عداوت کا جواب محبت و مودّت سے اور نفرت کا جواب اپنائیت سے دیا جائے، غصہ کے جواب میں بردباری گالی کے جواب میں تہذیب و شائستگی اور سختی کے جواب میں نرمی اور مہربانی کا مظاہرہ کیا جائے۔

خالق کائنات جس کو قرطاس و قلم کی امانت سپرد کرے اس کو یہ استحضار کرنا چاہئے کہ اس کو اخیر عہد نبوی کی "دعوت بالمکاتیب والرسائل" کی نیابت کی امانت عظمیٰ سپرد کی جا رہی ہے جو ایک نہایت اہم اور بڑا نازک منصب ہے اور اس امانت سے وہی شخص عہدہ برآ ہو سکتا ہے جو تا بمقدور زیادہ سے زیادہ اخلاق نبوی کی پیروی کرتا ہو اور داعیانہ بلند اخلاقی اور اعلیٰ کردار کا نمونہ ہو۔

انسان جو لفظ بھی زبان سے نکالتا ہے خدائی فرشتے اسے فوراً قلم بند کر لیتے ہیں۔ ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید (سورہ ق آیت ۱۸) جب زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کا یہ حال ہو جو ہماری نظر میں ہاتھ کے ہاتھ ہوا میں تحلیل ہو کر فنا ہو جاتے ہیں تو قلم کے ان نقوش کا کیا عالم ہوگا جو ہم خود ہی محفوظ کر کے ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں دنیا بھر میں بھیج کر انسانوں کے ایک جم غفیر کو اور فرشتوں کی نامعلوم تعداد کو اس پر گواہ بنا لیتے ہیں؟

میں مکرر آپ کو اس اقدام پر بصمیم قلب مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ پروردگار عالم مدیر حجاز کو مدیر حجاز کے طفیل جادۂ مستقیم پر قائم رکھے اور اپنے دین اور اپنے حبیب کے طریقے کی سچی خدمت کرنے کی توفیق بخشے۔

ویرحم اللہ عبداً قال آمینا

امانتِ قرطاس و قلم کا صحیح استعمال

محمد عبداللہ طارق، بستی نظام الدین۔ نئی دہلی

محترم جناب سید احمد معظم صاحب کے ذریعہ آپ کے مرسلہ دو شمارے "حجاز جدید" کے ملے۔ دیکھ کر دل سے بے اختیار مرحبا نکلی۔ اندر مضامین دیکھے تو ذوق کی بلندی کا اندازہ ہوا۔ پھر ایسی باریک کتابت کے ساتھ اتنی صفحات کا رسالہ نکالنا ہمت کا کام ہے۔ اللہ آپ کو ہمت دے میری طرف سے مبارکباد قبول فرمایئے۔

جرائد و رسائل کی دنیا بالخصوص دینی رسائل کی ایک خاردار و دشوار گزار وادی ہے جہاں ایک ایک قدم سنبھال کے رکھنا پڑتا ہے۔ یہ ایک روشن چراغ ہے مگر اس کی لو کے لئے بادِ سموم کی آندھیوں کے ہزاروں جھونکے ہیں ؎

"چراغ لے کے کہاں سامنے ہوا کے چلے"

تاہم آپ جیسے جواں عزم اور بلند حوصلہ لوگوں کے لئے یہ خطرات قابل التفات نہیں، ہاں چند اور خطرات ہیں جو ان سے بھی زیادہ لائق اعتنا ہیں اور وہ ہیں "داخلی خطرات" اپنے جذبات کے سیلاب کو کنٹرول کرنا اور غیر متوازن ذہن و فکر کے لوگوں کی چھیڑ خانیوں کے وقت نوکِ قلم کی سرکشی پر قابو پا جانا آسان کام نہیں۔ جس کے منھ میں زبان اور ہاتھ میں قلم نہ ہو اس کا چپ رہنا تو قدرتی بات ہے لیکن جو شخص بفضلِ خدا بجا طور پر یہ کہہ سکتا ہو کہ ؎

"ہم بھی منھ میں زبان رکھتے ہیں"

اس کا چپ رہ جانا اور مناسب حدود و قیود کا پابند رہ جانا سخت مرحلہ ہے یہی قرآن مجید کی زبان میں "حظ عظیم" ہے۔

شیخ سعدی نے کہا ہے ؎

تواضع زگردن فرازان نکوست
گدا گر تواضع کند خوئے اوست

آپ کے سامنے یہ بتانے کی چنداں ضرورت نہیں کہ ہمارے ملک میں بلکہ ہمارے پڑوسی ملکوں میں بھی بعض کلمہ گو طبقات ہی کے مابین اتنی شدید نفرت اور ایسی وسیع خلیجیں حائل ہیں کہ کفر و اسلام میں بھی وہ نفرت نہیں پائی جاتی ہے۔

اس طرح کی نفرت ہمیں اوس و خزرج (قبل الاسلام) میں ملتی ہے اور اس کا مداوا مسیحائے کائنات فخر موجودات رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل پروردگار عالم نے اپنی عطائے خاص "والّف بینھم" کے ذریعہ فرمایا تھا جس کا ذکر سورہ انفال آیت ۶۳ میں ہے۔

(اے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر روئے زمین پر جو کچھ ہے سب بھی خرچ کر ڈالتے تو آپ ان کے دلوں میں باہمی محبت نہ پیدا کر سکتے۔ اللہ ہی نے ان کے درمیان الفت و محبت پیدا فرمائی ہے۔ بلاشبہ وہ بڑے غلبے والا بڑی حکمت والا ہے)

بلاشبہ یہ ایک عطائے الٰہی ہے لیکن سورۂ حم السجدہ آیت ۳۴ میں اس کے حصول کا گر یہ بتایا گیا ہے کہ برائی کا جواب اچھائی سے اور نفرت کا جواب محبت و مودت سے دیا جائے، یہ محبت بھرا شیریں جواب ایک ایسا جادو ہے جو مخاطب کے سینے میں بھرے ہوئے زہر کو تریاق میں بدل دیتا ہے اور عداوت محبت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم۔

جواب میں وہ کہو جو اس سے (مخاطب کے رویے سے) بہتر ہو، پھر تم دیکھو گے کہ جس کے تمہارے درمیان دشمنی تھی وہ گویا بہت قریبی دوست ہے۔

لیکن ایسا طرز عمل اختیار کرنا کوئی بچوں کا کھیل ہے؟ یہ نعمت عظمیٰ بڑے نصیبہ ور اور بڑے باہمت لوگوں کو حاصل ہوتی ہے۔

وما یلقٰھا الا الذین صبروا وما یلقٰھا الا ذو حظ عظیم۔

اور یہ بات صرف انھیں لوگوں کو ملتی ہے جو سہارا اور برداشت رکھتے ہیں اور یہ بات صرف بڑے نصیبہ ور کو ملتی ہے۔

آپ کے لئے یہ ایک مقام مسرت ہے، اور ساتھ ہی مقام آزمائش بھی۔ کہ ان حساس طبقات میں سے ایک بڑے طبقے کا اعتماد آپ کو حاصل ہے، یہ اعتماد رب العالمین کی عطائے عظیم ہے جس کا شکر اس سے بڑھ کر اور کچھ نہیں کہ آپ اپنے قلم کی کل توانائیاں اور اپنے ذہن و فکر کی تمام صلاحیتیں امت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے کے لئے وقف کر دیں۔

ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے کی مہم میں کامیابی کی ایک اہم شرط یہ ہے کہ آدمی اس پر نظر نہ کرے کہ دوسرا میرے جواب میں جوڑنے کا عمل کر رہا ہے یا توڑنے کا۔ یہ شرط ہادیٔ اعظم مصلح اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی سے سمجھ میں آتی ہے:

صِل من قطعک، واحسن الیٰ من اساء الیک، وقل الحق ولو علیٰ نفسک۔

(جامع صغیر ص ۱۹۶/۴ مع فیض القدیر)

جو تم سے بدسلوکی کرے اس کے ساتھ بھی تم اچھا

(باقی صفحہ ۷۰ پر)

تبرکات وتاثرات

(ادارہ)

دعائے علم وعمل

آپ کے رسالہ کی تیسری کاپی موصول ہوئی۔ مجموعی حیثیت سے پرچہ اچھا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کو قبول عام عطا فرمائے استقامت وکرامت سے نوازے۔ اور آپ کے علم وعمل اور اخلاص میں برکت عطا فرمائے۔ آمین

عبدالمنان اعظمی
شمس العلوم۔ گھوسی، ضلع اعظم گڑھ۔ یو۔ پی

اظہار مسرت وخوشی

بعد تحیات مسنونہ گزارش احوال واقعی یہ ہے کہ ماہنامہ "اشرفیہ" مبارک پور کا شمارہ ماہ جون ۱۹۸۹ء تشریف لایا۔ اس کے مطالعہ سے پتہ چلا کہ آپ کے زیر ادارت ماہنامہ "حجاز جدید"۔ نئی دہلی افق سنیت پر نمودار ہوا۔

فالحمد للہ! اس سلسلے میں جس قدر بھی خوشی کا اظہار کیا جائے کم ہے۔ اب فقیر حقیر اس کے مطالعہ اور باقاعدہ وصول یابی کے لئے نہایت بے تاب ہے۔ براہ مہربانی تبلیغ مسلک حق واشاعت مذہب اہل سنت کے مد نظر احقر کے پتہ بالا پر مجلہ مذکورہ کی ترسیل کا انتظام فرماکر ممنون و مشکور فرمائیں۔

ہمارا یہ مدرسہ خالص سنی ادارہ ہے۔ جقیر سراپا تقصیر حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کا اولاد معنوی اور خلیفہ مجاز ہے۔ دعا فرمائیں کہ رب تبارک وتعالیٰ بوسیلہ سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احقر کو ہمیشہ مذہب مہذب اہل سنت وجماعت پر دائم وقائم رکھے۔

ماہنامہ حجاز جدید دہلی

محمد عبدالکریم قادری نعیمی
پرنسپل مدرسہ عزیزیہ اسلامیہ ملفت گنج۔ ضلع فرید پور۔ بنگلہ دیش

"نعتیہ شاعری نمبر" دنیائے ادب کے لئے ایک مشعل راہ

پرسوں ماہنامہ حجاز جدید کا تازہ اور تیسرا شمارہ نظر نواز ہوا دل باغ باغ ہوا۔ ہاتھ دعا کے لئے اٹھ گئے کہ اے رب کریم تو اپنے حجاز جدید پر فضل خاص فرما۔ عمر طویل عطا فرما۔ اور نظر بد وشر سے ہمیشہ محفوظ فرما۔ آمین

تازہ شمارے میں نعت نمبر کا اعلان دیکھ کر اس فقیر سے زیادہ اور کون خوش ہو سکتا ہے؟ آپ جم کر تیاری کیجئے اور ایک ایسا عظیم الشان دستاویز پیش فرما دیجئے کہ دنیائے اصناف ادب کے لئے مشعل راہ ثابت ہو جائے ہمیشہ ذہن میں رکھئے کہ صنف نعت کو فروغ دینا ہے اور جلد از جلد نصاب میں داخل کرانا ہے۔ یہ ناچیز اپنے وعدے پر قائم ہے۔ میری حیثیت کے مطابق آپ مجھ سے جو بھی خدمت لینا چاہیں میں ہمہ دم حاضر ہوں انشاء اللہ اکتوبر کے پہلے ہفتہ تک نمبر سے متعلق چار پانچ مضامین ضرور ارسال کروں گا۔ یہ کام اور پہلے بھی ہو سکتا تھا مگر کیا کروں حضرت جس شعبے میں کافی دور ہو چکا تھا کچھ کرم فرماؤں کی مسلسل خواہش پر ایک بار پھر مسند ادارت پر براجمان کر دیا گیا۔ الٰہ آباد سے ایک دینی رسالہ نکل رہا ہے جس کا نام "انوار عالم" ہے۔ پہلا شمارہ اکتوبر میں آ رہا ہے جو ستمبر کے آخر تک چھپ جائے گا۔ میں نے نعت نمبر سے اس رسالہ کا آغاز کیا ہے یہ شمارہ آپ کے نمبر کے لئے کارآمد ثابت ہو سکتا ہے تین چار مطبوعہ مضامین کو شریک نمبر کرنے میں کیا حرج ہے۔ چار پانچ مضامین انشاء اللہ آپ کے لئے بالکل تر وتازہ ارسال کرنے کی سعادت حاصل کروں گا۔

شمیم گوہر
۱۲۷ چک۔ نیا حجرہ الٰہ آباد

دعائے ہمت واستقامت

آپ کا ارسال کردہ رسالہ موصول ہوا۔ علامہ اقبال کا ایک شعر یاد آگیا۔

نسیم حجاز آید کہ ناید
سرودِ رفتہ باز آید کہ ناید

یہ محسوس ہوا کہ یہ مجلہ بھی نسیم حجاز کی مہک لے ہوئے آیا کرم فرمائی کا شکریہ

ہندوستان کی زمین یوں تو بہت زرخیز ہے لیکن آج کے دور میں کام کرنے والوں کا فقدان ہے آپ کا اور آپکے ساتھیوں کا یہ کارنامہ ایک تاریخی کارنامہ ہے رسالہ کا اجراء تو ہو گیا لیکن مصائب کا بھی آپ کو اندازہ ہو گا ایک آزمائش میں تو آپ کامیاب ہو گئے اور اب استقامت کے امتحان سے بھی آپ کو کامیابی سے گزرنا ہے۔ اللہ کرے کہ آپ اور آپ کے ساتھیوں کی یہ کوشش دربار نبوی میں شرف قبولیت حاصل کرے اللہ تعالیٰ آپ کو استقامت اور ہمت عطا فرمائے۔

نسیما جانب بطحا گزر کن
ز احوالم محمد را خبر کن

ممتاز احمد سدیدی
جامعہ نظامیہ۔ لاہور

حجاز جدید کا رنگ و آہنگ

کل کی ڈاک سے ماہنامہ حجاز جدید آیا ورقاً ورقاً دیکھا طبیعت خوش ہوئی۔

ابھی چند دنوں قبل حضرت مولانا علی احمد سیوانی صاحب کے بدست ایک عریضہ آپ کے نام اور ایک خط عالیجناب بیکل اتساہی ممبر آف پارلیمنٹ کے نام ارسال کیا ہے۔

ماہنامہ حجاز سے متعلق کچھ مشورے آپ نے طلب کئے ہیں اس سلسلہ میں میں کیا مشورہ دے سکتا ہوں مگر میری ناقص رائے یہ ہے۔

۱۔ حجاز جدید کا سرورق یہی ہوگا اور رنگ کی تبدیلی ایک سال مکمل کرنے کے بعد ہونی چاہئے تاکہ ہر سال کے حجاز جدید کا رنگ و آہنگ نیا رہے۔ ٹائیٹل کا رنگ جنوری میں بدلئے اور دسمبر ۱۹۸۹ء تک ایک ہی انداز کا رکھئے اس طرح نئے سال کے شروع میں تبدیلی مناسب ہوگی۔

۲۔ ٹائیٹل کے صفحہ پر اپنا نام کسی اچھے کاتب سے لکھوا کر بلاک بنوایئے کتابت نام کی قطعی غیر مناسب ہے۔

۳۔ ٹائیٹل کے صفحہ پر کہیں مناسب جگہ پر مہینہ کا نام ضرور درج کریں تاکہ مہینہ معلوم کرنے کے لئے ورق گردانی سے بچ سکیں۔

چوں کہ فائلیں محفوظ رکھنے والوں کے لئے اس کی شدید ضرورت پڑے گی اور نہ رہنے پر پریشانی ہوگی۔

۴۔ کوشش یہ رہے کہ کوئی شمارہ دو ماہ پر مشتمل نہ ہو اور اگر وقت ضرورت ہو بھی تو دسمبر اور جنوری کا شمارہ ہرگز مشترکہ نہ ہو۔

۵۔ کچھ مضامین میں تبدیلی کریں تو ہمارے خیال میں بہت بہتر ہوگا۔

۱۔ آئینہ حجاز کے بجائے کاروان حجاز
ماہنامہ حجاز جدید مسلسل

۲۔ جہان لوح و قلم ادار یہ کے بجائے
ارمغان حجاز (اداریہ)

۳۔ چمنستان نعت کے بجائے چمنستان حجاز
نخلستان حجاز نخلستان حجاز (یہ درست ہے)
قارئین حجاز (مکتوبات سے متعلق) ثنا خوان حجاز

غلام یحییٰ انجم
۳۳۔ ذاکر باغ۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

روح عمل میں بیداری کی لہر

باوقار جریدہ ماہنامہ حجاز جدید دہلی شمارہ صفر ۱۴۰۹ھ نظر سے گزرا بہت پسند آیا۔ آپ نے جس دانش مندی سے مضامین کا انتخاب فرمایا ہے قابل ستائش ہے اور حالات حاضرہ کے تقاضے کے تحت جو سامان عوام و خواص دونوں کو اپنی طرف متوجہ اور متنبہ کرنے کے لئے جس سلیقہ مندی سے آپ نے پیش فرمایا ہے وہ ضرور لوگوں کو روح عمل میں بیداری کی لہر پیدا کرکے پیش قدمی کی طرف دعوت دے گا۔ پھر دہلی جیسی سرزمین سے کسی خوش عقیدہ مکتب فکر اور مسلک حق کے ترجمان کی حیثیت سے کسی رسالہ کا اجرا طوفانوں کی زد پر چراغ جلانے کے مترادف ہے۔

دعا ہے کہ مولائے کریم اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے تصدق و طفیل میں اس جریدہ کو آفات ارضی و سماوی سے محفوظ رکھے۔ جس سے دین متین کی بیش از بیش خدمات کا انجام دینے میں آپ مصروف و مشغول رہیں۔

رب کریم آپ کی مساعی جمیلہ کو قبولیت عامہ سے نوازے۔ آمین

محمد جابر علی بہرائچی
مدرس دارالعلوم یتیم خانہ صفویہ کرنیل گنج ضلع گونڈہ۔ یو۔ پی

دین و دنیا سنوارنے کا تحفہ

حجاز جدید ماہ اکتوبر کا شمارہ برادر محترم ماسٹر عتیق احمد برکاتی ناظم اعلیٰ بزم قاسمی برکاتی شاخ کان پور کے توسط سے ملا۔ گویا برادر محترم نے خاکسار کو دین و دنیا سنوارنے کا تحفہ عطا کر دیا۔

شمارہ کے سبھی مضامین اپنی جامعیت اور افادیت کے پہلو سے خوب تر ہیں۔ مگر آپ کے اداریہ "جہان لوح و قلم" کو اس شمارہ کا حاصل مقصد سمجھوں تو شاید غلط نہ ہوگا۔ اداریہ میں جناب نے جو کچھ فرمایا وہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ اپنے مسلک کے لوگ اگر تقریر سے زیادہ تحریر پر توجہ دیتے تو آج تصویر دوسری ہی ہوتی۔ آپ کی تحریر اگر اپنی جماعت کے ان حضرات کو خواب خرگوش سے جگانے میں کامیاب ہو گئی جو تقریری محور سے آزاد ہو کر تحریر کے خاردار سفر پر چلنا ہی نہیں چاہتے تو یہ بہت کامیابی ہوگی کیوں کہ اب بھی کچھ نہیں بگڑا ہے اب سے ہی سہی اس طرف اگر علمائے کرام توجہ فرمائیں تو کافی کامیابی مل سکتی ہے۔ ملک بھر میں سینکڑوں مذہبی رسائل چھپ رہے ہیں اور تجارتی دنیا میں ترقی کی نئی راہیں بھی بنا رہے ہیں مگر مذہبی رسائل کو تجارتی نقطہ نظر سے کامیاب کرنے کی فکر میں لوگ اپنا مذہبی و اخلاقی فرض بھی بھولتے جا رہے ہیں۔ عوام الناس کو جیسا پڑھنے کو ملتا ہے ویسا ہی ان کا مزاج بنتا جا رہا ہے اور عوامی ذوق کو دھیان میں رکھنے کے چکر میں مذہبی رسائل کے مزاج اور لکھنے کے انداز بدلتے جا رہے ہیں۔

میری باادب گزارش ہے کہ حجاز جدید کا موجودہ معیار نہ صرف ہمیشہ برقرار رہنا چاہئے بلکہ اور بڑھانے کی سعی کرنی چاہئے۔ اگر ایسا نہیں کیا گیا تو عوامی ذوق کا خیال رکھتے رکھتے حجاز جدید کی افادیت۔ جامعیت ختم ہو جائے گی اور حجاز بھی مذہبی رسائل کی دنیا میں صرف اور صرف ایک نام رہ جائے گا۔ اپنے مسلک میں کتنے رسائل ہی نکلتے ہیں اور اس میں حجاز نے پرانا ہی طرز اپنایا تو بہتر نہیں ہوگا۔ ٹائیٹل کے متعلق مجھ ناچیز کی رائے ہے کہ یہی ٹائیٹل برقرار رکھا جائے۔ کیوں کہ اس کا ٹائیٹل اپنے آپ میں خود ایک پیغام ہے ایک تحریک ہے۔

دوم تجارتی دنیا میں لوگ اپنی پہچان بنانے کے لئے اپنے پروڈکٹس ( ) کے لئے ایک نام ایک نشان کا تعین کرتے ہیں اور ایک دن ایسا آتا ہے کہ یہی مصنوعات اپنے نام اور اپنے تجارتی نشان سے عوام الناس میں اتنی مقبول ہو جاتی ہیں کہ فیکٹری ان تجارتی نشانات سے پہچانی جاتی ہے نہ کہ فیکٹری کے نام سے یہ چیزیں۔ یہی حجاز جدید کے

HIJAZ JADEED, Monthly
Chief Editor : M. Yaseen Akhtar Misbahi
Copy Rs. 5/-

RNI No. 4733E/88
Postal Regd. No D[SE] 119/88
NOVEMBER 1988